اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ

میں تو اپنے حتی المقدور (لوگوں کے معاملے میں) اصلاح چاہتا ہوں

درد دلہا شنیدہ بسیار

اندکے گوش کن فسانہ ما

اصلاح معیشت

جس میں بتلایا گیا ہے کہ عورتیں ہی مردوں کی بگاڑنے اور سنوارنے والیاں ہیں

مصنفہ

بشیر الدین احمد دہلوی - ایم - آر - اے - اس (لندن) اوّل تعلقہ دار (کلکٹر) پنشنر

گورنمنٹ سرکار عالی نظام - مصنف اقبال دلہن - حسن معاشرت - حرز اطفال - نشاط عمر -

عصائے پیری - تاریخ بیجانگر و واقعات مملکت بیجاپور وغیرہ وغیرہ

سنہ ۱۳۳۶ھ

۱۹۱۷ء

در مطبع مفید عام آگرہ باہتمام محمد قادر علیخاں صوفی طبع شد

فہرست مضامین اصلاح معیشت

(انتساب)

توای کہ رونق پیشینیاں بہم بشکست | زنظم ونثر تو کاندر زمان ما گفتی
چہ نغمہ ہا کہ بہ قانون ذوق سنجیدی | چہ بذلہ ہا کہ بانداز دل ربا گفتی
گہے بہ بزم فشاندی اگر ثنا خواندی | اثر ز لفظ دماندی اگر دعا گفتی
بسے نہ کہ بلفظ و بیان نمی گنجید | کہ چون فرشتہ زغیب آمدی و وا گفتی

بحق لطف کلامت کہ ہست بر دل ما
کہ پایۂ سخن افراشتند تا گفتی

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب تکمیل کو پہنچی - کتابیں تو میں کئی لکھ چکا ہوں
لیکن عروس طبع کو پورا پورا سہاگ آج ہی نصیب ہوا کیوں کہ اس کی مانگ
جیسی نیک فال طوطی شکر مقال چشم وچراغ دودۂ دولت وعصمت کے نام مبارک سے
بھری گئی - یہ کچھ کم باعث فخر نہیں کہ ایسی ناموری ذی مرتبت اور بلند پایہ جادو بیان بلبل
ہزار داستان شاعرہ اور بے نظیر لکچرار اور صنف نسواں کی عدیم المثال تمثال نے اس کی
نسبت اپنے نام نامی اور اسم گرامی سے منظور فرمائی ہے سالے کہ نکوست از بہارش
پیدا - ایسی دلہن اپنے ہم چشموں میں جس قدر ممیز وممتاز ہو وہ کم ہے اور ایسی قدر افزائی جس قدر
باعث فخر ومباہات ہو بجا ہے بریں مژدہ گر جان فشانم رواست - میں اپنی اس ناچیز
تصنیف کو جناب ممدوحہ کے نام سے جو ہندوستان کی زنانہ سوسائٹی میں بے انتہا قدر اور
عزت سے لیا جاتا ہے معنون کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ جس طرح
منسوب الیہا کا نام مثل منیر اور بدر کامل کے چمک رہا ہے یہ ذرہ بے مقدار بھی
رشک افزائے تجلی ماہ وخورشید ہو :-

می کنم ختم بر دعا گفتار
کہ نیاید ز بندہ غیر دعا

لہ لفظ میں یہ عجیب لطف ہے کہ اُس چیز کو کہتے ہیں جو چند خوشبودار چیزیں سات
سہاگنیں مل کر بیٹتی ہیں اور جو سہاگ کے لیے دولہا کے ہاتھ سے دلہن کی مانگ میں آرسی مصحف کے
وقت بھرا جاتا ہے اسی طرح اور کی تجنیس خطی بھی ایک نادر قران السعدین ہے ۱۲

ASHIRUDDIN AHMAD　　　　بشیر الدین احمد

U RAY & SONS CALCUTTA

برآر از مد بسم اللہ تیغ خوش مقالی را
مسخر کن سواد نظم نازک خیالی را

اے خار و خس و بحر ثنائے تو سخنہا ✤ گنجینۂ گوہر ز مدیح تو دہنہا

پتلی کی طرح نظر سے مستور ہے تو ✤ آنکھیں جسے ڈھونڈتی ہیں وہ نور ہے تو
نزدیک رگ جاں سے ہے اس پر یہ بعد ✤ اللہ اللہ کس قدر دور ہے تو

نعت

احمد کا احد کا ہے معما باریک ✤ کس طرح کھلے کہ ہے یہ نکتا باریک
کچھ اس کے سوا نہیں ہے دونوں میں فرق ✤ اک میم کا ہے بیچ میں پردا باریک

پہلے اس نام میں ہی میم مقام محمود ✤ حے سے ثابت ہی کہ ہی حجت قرآن کا وجود

میم ثانی سے مکرر جو مراتب ہیں نمود ✤ دال ہی دال کہ اس نام پہ واجب ہی درود

حرف زیبا پی محبوب خدا ساتھ سب کے

جو محمد سے کہے وہ عمل علی سا ہم سب کے

کیوں آپ میں ہی معدلت و حلم و مہرداد ✤ رحم و سخاوہ و قدر و لیاقت سے کیا مراد

مطلب بہت دقیق جو تھا فکر کی زیاد ✤ اول کے حرف سب سے نکالے تو سواد

دیکھا جو ربط دے کے تو مطلب حصول ہو

آخر یہ کھل گیا کہ محمد رسول ہو

عرض مدعا

این نگارین نگار رشک نگار ✤ کہ سوادش خوش از بیان چمن

از قبول نگار خانۂ فیض ✤ باد مقبول مقبلان سخن

یارب یہ التجا ہو کہ کرم تو اگر کرے ✤ وہ بات دے زباں کہ دل میں اثر کرے

آئے دن ہم سنا کرتے ہیں کہ عورتوں کے لایق مفید لٹریچر

(علمی مواد) کم ہی اور اُن کے لئے دل چسپ اور نصیحت آمیز کتابیں کثرت سے لکھی جانی ضروری ہیں۔ ہم اس رائے سے متفق نہیں ہم دیکھتے ہیں کہ اس بہوت میں اب بھی عورتوں کے لیئے اتنی کتابیں موجود ہیں جتنی کہ پڑھنے والیاں نہیں ہیں۔ پھر ان پر اور زیادہ بوجھ لادنا کیا ضرور ہی۔ ہاں۔ ایک بات البتہ ضرور ہی کہ عورتوں کو شوق اور طلب صادق نہیں اور اگر ہوتا تو کتابوں کی اس طرح کی بے قدری کبھی نہ ہوتی کتابوں کی خاطر خواہ نکاسی نہ ہونے کی ایک وجہ تو ہم نے بتلا دی مگر اس کے سوا اور ایک بڑی وجہ یہ ہی کہ مرد خود نہیں چاہتے کہ عورتوں کے جائز حقوق بھی اُن کو دیں وہ سمجھتے ہیں کہ اس جہالت کی حالت میں وہ ہمسری کا دعوی کرنے لگی ہیں تو خدا جانے اور پڑھ لکھ کر شاید سر پر چڑھ جائیں گی۔ یہ بھی کوتاہ اندیشی ہی یہ کمی تعلیم اور جہالت ہی کا سبب ہی جو اس طرح کی کھٹ پٹ چلی جاتی ہی۔ تعلیم کے معنے یہ نہیں کہ اُردو لکھنا پڑھنا آجائے اور بس۔ ایسی تعلیم تعلیم نہیں کہی جا سکتی بلکہ جہالت ہی کے لگ بھگ ہی۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ عورتیں کچھ کام کی بنیں اور دنیا کی گاڑی کے چلانے میں آپ کو سہارا دیں تو اُن کو اس بار عظیم کے گھسیٹنے کے لیئے طیار کیجیے یعنی اُن کی معلومات عامہ بڑھے اُن کے خیالات وسیع ہوں اُن کے اخلاق

درست ہوں وہ دنیا کے سنسار کی ایک سرگرم اور بکار آمد ممبر ہوں یا
وہ اپنے مرتبے۔ اپنے حقوق۔ اپنی ذمہ داریوں۔ اپنے فرائض غرض
مالہ وما علیہ سے پوری طرح واقف ہوں۔ تاکہ وہ مردوں کا ہاتھ
بٹانے کے قابل ہوں۔ اور اب تو اُن کی یہ حالت ہو کہ سوائے
اس کے کہ "آج کیا پکے گا" "گھر میں اناج ہو چکا یا آئے گا" اور کوئی
بات ایسی بھاری سمجھ میں نہیں آسکتی جو اُن سے کی جائے اور کسی معاملہ
اہم و سترگ میں اُن سے مشورہ یا رائے لینا تو درکنار۔ ان سب چیزوں
کو جب تعلیم کا مشغلہ نہیں تب ہی تو اُن کو تعویذ گنڈوں۔ ٹونے
ٹوٹکوں۔ شوہر کی شکایت۔ اِس کی بُرائی اُس کی بھلائی غیبت۔
ناشکری اور انواع و اقسام کے امراض دامن گیر ہیں۔ کہ خالی
بیٹھا بیٹھا کیا کرے اِس کوٹھی کے دہان اُس کوٹھی میں کرے اور
اگر یہ تعلیم کے کوچے میں گھس جائیں تو اِن کو ان فضولیات کے
اُدھیڑبن کی فرصت کب ملے۔ جب میرا یہ خیال ہو کہ زمانہ لٹریچر کافی
سے زیادہ ہے تو اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تو نے یہ کتاب کیوں
لکھی۔ میرا جواب یہ ہو کہ میری دونوں کتابیں اقبال دُلہن اور
حُسن معاشرت خوب چل پڑی ہیں۔ اور میں دیکھتا ہوں تو
انھوں نے اچھا اثر دکھایا ہے اس لیئے مجھے جرأت ہوئی کہ لاؤ

تیسری کتاب ایک اچھوتے مضمون پر لکھوا ور وہ یہ ہو کہ عورتیں ہی

مردوں کی بگاڑنے اور سنوارنے والیاں ہیں

بادی النظر میں یہ ایک دعویٰ بے دلیل معلوم ہوتا ہو اور اکثر عورتیں کہہ اٹھیں گی کہ "لو مردوں نے یہ اور بلا ہمارے سر منڈھی۔ بگڑیں سنوریں آپ اور نام لگائیں ہمارا" جنہیں اس کتاب کو ٹھنڈے دل سے پڑھیں اور دیکھیں کہ ہم سچ کہتے ہیں یا غلط اس کا فیصلہ میں اُن کے ہاتھ ہی چھوڑتا ہوں۔ ہم نے اس قصے میں ایک ہی گھر کی دو سگی بہنوں کے حالات قلم بند کیئے ہیں۔ ایک نے اپنے بگڑے ہوئے شوہر کو سدھار لیا۔ اور دوسری بنے بنائے شوہر کو کھو بیٹھی۔ قصہ تو یہ ضرور ہو اور قصے میں سچ اور جھوٹ دونوں پہلو ہوتے ہیں لیکن دیکھنا یہ ہو کہ آئے دن دنیا میں ایسا ہو رہا ہو یا نہیں۔ ہو رہا ہو اور ضرور ہو رہا ہو اور کثرت سے ہو رہا ہو۔ اس کتاب کے حصہ دوم میں ایک پھوہڑ گھر والی کا خاکہ اڑایا گیا ہو اس میں مبالغہ ضرور ہو لیکن کتاب کی چاشنی کے لیئے اگر ہم ایک بدتر سے بدتر بدسلیقہ عورت کو پیش نہ کرتے تو کیا کرتے۔ ہماری غرض اس کتاب کے لکھنے سے یہی ہے کہ بیاہی ہوئی عورتیں اس ہیبت ناک فوٹو سے متاثر ہوں اور جواب دُنیا میں

ازدواجی زندگی شروع کرنے والیاں ہیں وہ اُن باتوں سے جو دلوں میں تفرقہ ڈالتی ہیں اور جھلے چنگے شوہر کو دشمن بناتی ہیں محترز رہیں جس طرح تعلیمی مردم شماری ہوتی ہے اسی طرح اگر ہمارے گھروں کے اندرونی حالات اور نااتفاقی کے اسباب کی چھان بین کے لیئے ایک کمیشن بٹھائی جائے تو ہم کو اس امر کے تسلیم کرنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں کہ مردوں کے ظلم کا پلڑا جھکتا ہی رہے گا لیکن عورتیں بھی بہت سی ایسی نکلیں گی جنھوں نے شوہروں کی قدر نہ کی۔ اُن کی سنبھال نہ کی اور اُن کی محبت کو عداوت سے بدل دیا جس سے خود بھی مدت العمر تکلیف میں رہیں اور دوسرے کی بھی زندگی تلخ کی۔ ایک دلّی ہی میں ذرا ذرا سی بات پر صدہا گھر اُجڑے پڑے ہیں۔ میاں بیوی کو نہیں پوچھتے اور بیوی میاں کو۔ اُن کی زندگی بے لطف اُن کے گھر برباد۔ مرد شاید اپنے دل بہلانے کا جائز یا ناجائز کوئی اور مشغلہ نکال لیتے ہیں مگر عورتیں بیچاریاں کیا کر سکتی ہیں۔ اور جب کچھ نہیں کر سکتیں تو مجبوری سب کچھ کراتی ہے۔ اُن کو چاہیئے کہ ازدواجی زندگی کے تحفظ کی زیادہ قدر کریں اور قدم پھونک پھونک کر رکھیں کیونکہ ایک بیاہی عورت کے لیئے اس سے بڑھ کر کیا بدنصیبی ہو سکتی ہے کہ جیتے جی شوہر چھوٹ جائے اور بنا

بنا یا گھر بگڑ جائے۔

خداوند تعالیٰ مردوں کے ساتھ ہی اُن کی عورتوں کو بھی توفیق نیک دے۔ مرد بیویوں کو سچ مچ کی بیویاں اپنی شریک رنج و راحت۔ اپنی سچی ہمدرد و رفیق سمجھیں۔ عورتیں مردوں کو مردوں کی جگہ اپنا سر دھرا اپنا محافظ اپنا خیر خواہ۔ مختصر یہ کہ دنیا میں سب سے بہتر اور سب سے بڑھ کر سمجھیں۔ اور اس چند روزہ زندگی کو حسن سلوک سے بسر کریں۔ جس میں آپ بھی خوش اور خدا بھی راضی۔ برا لٹریچر اس قدر کثرت سے پھیل گیا ہو کہ عورتیں کتابوں کی طرف سے بدگمان ہیں۔ اور مرد اُن سے زیادہ پریشان۔ اشتہار سے کتاب کی حسن و خوبی کا اندازہ نہیں ہو سکتا ع

کس نگوید کہ دوغ من ترش است

لیکن ہاں مصنف کا نام کافی ضمانت ہو سکتا ہو۔ مستورات تک کتابوں کی رسائی ایک مشکل کام ہو۔ اُن کو شوق نہیں۔ مردوں کو اس طرف توجہ نہیں۔ پھر اُن کی نظر سے یہ کتاب جو خاص کر ہماری بہنوں کے لیئے ایک اُن کے سچے ہمدرد نے سوز دل اور پاک ولولہ سے لکھی ہو کیوں کر پونہچے۔ لہذا ہم ہر تہذیب یافتہ صاحب خانہ سے درخواست کرتے ہیں کہ پہلے خود اس کتاب کو اپنے

مطالعہ سے شرف و عزت بخشیں۔ اگر پسند آئے تو اپنا ہاتھ بڑھا کر زنان خانوں میں پونہچائیں۔ تاکہ مخدرات عصمت منتفع ہوں۔ اور اگر ناپسند ہو تو اپنے ہی تک رکھیں +

پارۂ در خاک معنی تخم سعی افشاندہ ام
بو کہ بعد از ما شود ایں تخم نخل باردار

فقیر حقیر بشیر کان اللہ ولوالدیہ

دہلی۔ ستمبر ۱۹۱۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا حصّہ

احوال دل و سوز نہاں کہتے ہیں * دکھ درد و الم کی داستاں کہتے ہیں
چاہو اسے تم غلط فسانہ سمجھو * اپنی بیتی یہ جان جاں کہتے ہیں

پہلی فصل میر احسن کے خاندانی حالات

قصہ کہانی تو محض فرضی ڈھکوسلوں کا نام ہی جس میں اصلیت کی بو باس نہیں جس کا سر نہ پیر محض تک سے تک ملانے کا نام قصہ ہی۔ بھلا ایسی من گھڑت اور بے ٹھور ٹھکانے باتوں پر کب دل ٹھکتا ہی۔ سچ جھوٹ جب ہی کھل جاتا ہی۔ بھلا کاغذ کی ناؤ کہیں چلی ہی جھوٹ کے پیر کہاں۔ پڑھنے والے اچھی طرح جان جاتے ہیں کہ اصل میں کچھ ہو وو نہیں محض دل سے جوڑ جوڑ کے ایک کتاب لکھ دی ہی۔

جس میں آسمان زمین کے قلابے ملا دئے ہیں۔ اور اسی سبب سے
اُس میں اثر و ثمر خاک نہیں ہوتا۔ لیکن ہم جو کچھ لکھ رہے ہیں نہ وہ اگلے
زمانے کی باتیں ہیں کہ آج اُن کی تصدیق میں دقّت ہو اور نہ ہمارے
دل کی گھڑی ہوئی داستان ہی جس میں شک و شبہ کا گمان ہو نہ ایسی
کوئی بعید القیاس بات ہی جو اُٹھائی جائے نہ دھری جائے یہ تو اسی
زمانے کا حال ہی جس کے دیکھنے والے اور جاننے والے ایک
نہیں دو نہیں خدا جھوٹ نہ بلوائے بیسیوں موجود ہیں۔ شہر سے
محلّے والوں سے جس سے چاہو شوق سے پوچھ کچھ کر لو جو کہے گا
بس یہی کہے گا کہ "ہاں بھئی۔ سنا ہم نے بھی ہی۔ بات سچّی ہی" اور اگر
آپ بھی دلّی والے ہیں تو عجب نہیں کہ آپ کے کان بھی ان واقعات
سے آشنا ہوں۔ شاہ تارا کی گلی میں گھستے ہی ذرا کوئی سو قدم آگے
چل کر داہنے ہاتھ کو جو چھوٹی سی گلی گئی ہی اس میں مُڑتے ہی سامنے
وار کو ایک دو منزلہ گمٹیا نا مکان کھڑا ہی۔ جس سے پوچھو وہ بتلا دے گا
کہ یہ میر محسن کی حویلی ہی اور اگر کوئی واقف کار مل گیا تو یہ بھی کہہ
دے گا کہ بڑے میر صاحب حیدر آباد دکن میں کسی بڑے عہدے پر
تھے اور وہاں سے بہت کچھ کما کر لائے تھے۔ ابھی انھیں مر کر کچھ
بہت دن نہیں ہوئے آدمی جزرس اور کفایت شعار تھے بہت کچھ

اپنی آل اولاد کے لیے چھوڑ گئے اور خلق کا حلق کون بند کرسکتا ہی
لوگ کہتے ہیں انھیں اس پرانی حویلی میں کچھ خزانہ بھی مل گیا تھا۔
واللہ اعلم بالصواب۔ مگر جس طرح اُجلی گزران اُن کے صاحب زادے
میر احسن کی ہو اُس سے تو امیرانہ ٹھاٹ معلوم دیتے ہیں
یا یہ بھی ممکن ہی کہ باپ کی طرح یہ بھی محتاط ہوں اور کچھ پس انداز کرلیا ہو
بہرحال ظاہر ہیں تو کرایہ مکانات کے سوائے اور کوئی ذریعہ آمدنی
کا تھا نہیں اور خرچ دیکھو تو معقول۔ ڈیوڑھی پر ایک چھوڑ دو دو آدمی
اندر مامائیں پکانے والی الگ اور اوپر کے کام کاج کی الگ۔ سواری
کے واسطے فٹن۔ بس اس زمانے میں آسودہ زندگی اسی کا نام ہی۔ اب
رہی نوابی اور امیری وہ تو خواب وخیال میں بھی نہیں۔ دلّی کے شاہ زادے
دربدر بھیک مانگتے پڑے پھرتے ہیں۔ کوئی پرسان حال نہیں۔ عام
حالت یہ ہو کہ پیٹ کو روٹی ہی تو تن کو کپڑا نہیں۔ اور جو تن کو کپڑا ہی تو
پیٹ کو روٹی نہیں۔ اب تو وہی امیر ہو جو عزت آبرو سے اپنے گھر
بیٹھا رہے اور کسی کے آگے دست سوال پھیلانا نہ پڑے۔ میر صاحب
کی اندرونی حالت کچھ بھی ہو مگر بھرم تو بڑا تھا۔ لوگ ہمیشہ دوسروں کی
دولت کا اندازہ لگانے میں بہت فیاضی سے کام لیتے ہیں اور
اپنی آمدنی ہر شخص کو قلیل اور محدود معلوم دیتی ہی۔ میر صاحب آدمی خلیق

اور بڑے ملنسار تھے۔ کچھ شعر شاعری کا بھی مذاق تھا۔ بذلہ سنج لطیفہ گو تھے۔ باتیں بڑی دلکش اور چٹپٹے دار کرتے تھے۔ اس لیئے اُن کے میل جول کا دائرہ وسیع تھا۔ پاس وضع بہت تھا جس سے ایکدفعہ صاحب سلامت ہو گئی بس سمجھیئے کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے رشتۂ اتحاد قایم ہو گیا۔ جہاں کہیں مل جائیں گے سلام میں خود ہی تقدیم کریں گے ان کے دیوان خانے میں یار دوستوں کا ایک جمگھٹا لگا رہتا تھا حقے پان سے سب کی تواضع کی جاتی تھی۔ خلاصہ یہ کہ جس سے ملتے تھے خلوص دلی سے گرویدہ ہو کر اور ٹوٹ کر۔ معاملے کے صاف دوستی کے پکے۔ اس زمانے میں ایسے لوگ کہاں ہوتے ہیں۔ گھر میں کچھ لمبا چوڑا کھٹراگ نہ تھا۔ ایک بیوی اور دو لڑکیاں۔ بیوی بھی میاں کی طرح بھلی مانس۔ سب سے ملنے جلنے صاحب سلامت رکھنے والی۔ ہنس مکھ۔ خوش خلق۔ متواضع۔ منکسر المزاج۔ باحیا۔ باتمیز۔ شرمیلی ایسی کہ محلے والے تو رہے اپنی جگہ کبھی پاس پڑوس والوں نے بھی اُن کی آواز نہیں سُنی۔ یہ بھی نہیں معلوم دیتا کہ اس گھر میں کوئی رہتا بھی ہے یا نہیں۔ دونوں لڑکیوں کو تو بچپنے میں ہم نے بھی دیکھا ہے۔ اجی دیکھنا کیسا یوں سمجھ لو کہ ہماری ہی گودیوں میں پلی اور کھیلی ہیں۔ صورت شکل کی پیاری پیاری بھولی بھالی۔ نہ ایسی خوب صورت کہ

لوگ غش کھائیں نہ ایسی کہ کوئی نام دھرے۔ گورا رنگ۔ نقشہ سڈول
قد و قامت موزوں۔ پتلی دبلی کامنی سی۔ اوپر تلے کی بہنیں ایک کو
لگا لو ایک کو چھپاؤ۔ اسی وجہ سے بعض لوگ ان کو جوڑواں سمجھتے تھے۔
اب خدا رکھے سیانی ہونے آئیں۔ پردے بیٹھ گئیں۔ اور پردہ بھی
ایسا گہرا کہ دروازے تک میں قدم رکھنے کی بندش۔ آواز سے بولنے
کی ممانعت ہے۔ بھلا کیا مجال کہ کوئی جھلک تو دیکھ لے۔ میر صاحب سے ہماری
اتنی ہی سی گہری ملاقات ہو۔ شروع سے آج تک وہی بات رہی۔ جب جی
گھبرایا گھڑی دو گھڑی دل بہلانے اُن کی بیٹھک میں جا بیٹھے غم غلط
ہو گیا۔ سارے شہر کی اچھی بُری خبریں وہاں سن لو۔ تھوڑی دیر گپ
شپ اُڑائی اپنے گھر چلے آئے۔ دل لگتا تھا تو بس میر صاحب ہی کے
پاس اور وہ حضرت ایسے چمٹتے تھے کہ چھوڑتے ہی نہ تھے۔ جب اُٹھو
ہاتھ پکڑ کر بٹھا لیتے تھے۔ ارے میاں۔ بیٹھو کہاں چلے۔ آئے دیر نہیں
جانے کا تقاضا شروع۔ دیر ہو جائے گی تو شاید جورو مارے گی۔ ابھی تو
سویرا ہی نو بھی نہیں بجے۔ غرض آندھی ہو مینہ ہو میر تو روز کا پھیرا تھا۔
اور بندہ بشر ہے اگر کسی دن کوئی کام لگ گیا اور اتفاق سے جانا نہ ہوا
تو پھر دیکھئے میر صاحب کا آدمی پر آدمی چلا آتا ہے۔ پھر جب ملیں گے تو
دوستانہ گلے شکووں کا طومار باندھ دیں گے۔ چونکہ روز کا آنا

جانا تھا اس لئے مجھ سے میر صاحب کے گھر کی کوئی بات پوشیدہ نہ تھی اور اس کے علاوہ عورتوں عورتوں میں بھی سلسلہ آمد و رفت کا تھا میر صاحب کی بیوی اصل نسل کی سیدانی سادات بارہ کی خاندان کی میر مشتقی کی بڑی صاحب زادی تھیں۔ اُن کی ذات فرمات رجاعت کا کیا پوچھنا باقی یوں بھی تھیں بڑی سلیقہ مند۔ سگھڑ۔ با مروت۔ ملنسار کم سخن اور بڑی چلن کی بیوی۔ رہے میر صاحب اُن کا کیا کہنا۔ سبحان اللہ ایسے آدمی کہاں پیدا ہوتے ہیں۔ اپنا گھر بھلا اور آپ بھلے۔ اگر کبھی شام کو ٹہلنے نکل گئے تو چاندنی چوک کا ایک چکر لگا لیا۔ ورنہ اپنے گھر سے بہتر دوسری جگہ نہ تھی۔ میر صاحب کے لڑکا تو کوئی ہوا ہی نہ تھا۔ بچے تو کئی ہوئے لیکن مر مرا گئے۔ لے دے کے صرف یہ دو لڑکیاں دکھلائی دیتی تھیں۔ بڑی کا نام فہمیدہ اور چھوٹی کا نام سنجیدہ دونوں نے محلے ہی میں حکیم نجف علی خاں صاحب کی بیوی سے قرآن شریف پڑھا اُردو لکھنا پڑھنا خود میر صاحب نے سکھایا کیوں کہ اس زمانے میں بے تعلیم کے گزیر نہیں۔ باقی رہا سینا پرونا۔ پکانا۔ ریندھنا۔ ہنر سلیقہ یہ سب کچھ ماں کی بدولت تھا جن کی ماں سارے محلے میں سگھڑ کہلائے تو بھلا اُن کی بیٹیوں کو سلیقہ نہ آئے تو کس کو آئے۔ مچھلی کے بچوں کو تیرنا کون سکھائے۔ دونوں بیٹیاں چشم بدور

ماں کے قدم بقدم تھیں۔ خدا سب کی بہو بیٹیوں پر اس گھرانے کا پرچھانواں ڈالے۔ ماں نے دونوں لڑکیوں کو خوب اٹھایا تھا۔ آیا گیا جسے دیکھو سب ہی تعریف کے پل باندھ دیتے تھے۔ صورت اور سیرت دونوں اعتبار سے لڑکیاں لاجواب تھیں اور یوں بے عیب ذات خدا کی۔ کہنے والے دبی زبان سے یہ بھی کہتے تھے کہ بڑی لڑکی مزاج کی بڑی ٹھنڈی بڑی ملنسار بہت ہی ہنس خلق ہے اور رہی تو چھوٹی بھی خاصی مگر کبھی کبھی اُسے رگ چڑھ جاتی ہے اور یوں بھی دل میں بات رکھنے والی ضدی اور گھنّی ہے۔ پڑھنے پڑھانے سینے پرونے پکانے ریندھنے کا جو شوق بڑی کو تھا چھوٹی اس کا پاسنگ بھی نہ تھی۔ عام قاعدہ ہے کہ چھوٹا بچہ چہیتا ہوتا ہے۔ مگر چاہت چاہت میں بھی فرق ہے کوئی چاہت عقل مندی کے ساتھ ہوتی ہے جو اپنی اولاد سے سب ہی کو ہوتی ہے اور کوئی چاہت اوھاوھند حماقت آمیز ہوتی ہے جسے اندھا لاڈ کہتے ہیں۔ اور اسی قسم کا لاڈ سنجیدہ کی نانی صاحب کرتی تھیں۔ اور سچ پوچھیے تو اُنھوں ہی نے جا و بے جا ناز اور چونچلے اُٹھا اُٹھا کر ایک بری بنیاد قایم کی جس کا نتیجہ اب تو نہیں مگر آگے چل کر ضرور نکلے گا ماں اس حالت سے بے خبر نہ تھی اور اسی وجہ سے چھوٹی پر تنقید اور ڈانٹ ڈپٹ زیادہ تھی مگر نانی کا حکم اُف کرنے کا نہ تھا۔ جہاں ماں نے

ڈانٹا کہ اُنھوں نے بیٹی کی فضیحتی شروع کی۔ اور اسی وجہ سے سنجیدہ
شیر ہو گئی تھی اور نانی ہی نے اس کا ستیاناس کیا اور پیٹ بھر کر
بگاڑا جب دیکھو وہ سینہ سپر ہو جاتی تھیں اور بیٹی کو اُدھیڑ کر رکھ دیتی
تھیں۔ اری لڑکی ہوش میں آ۔ اپنی لاڈو کو کبھی الا اللہ نہیں کہتی (یعنی
بڑی لڑکی کو) جب دیکھو اسی کے پیچھے پڑی رہتی ہی۔ تجھے اِس سے
خدا واسطے کا کچھ بیر ہی پڑ گیا ہی۔ اڑے ڈرے قاضی کے سر پڑے
ہم نے تجھے اسی طرح پال پوس کے اتنا بڑا کیا ہو گا۔ تو ہر کوئی
اِس طرح کا بیر کرے جب دیکھو جلی کٹی۔ جب دیکھو اُلٹی سیدھی
سُنائی ہی رہتی ہی۔ شاید یہ تیری اولاد نہ ہو گی۔ یا تو نے اسے نو مہینے
پیٹ میں نہ رکھا ہو گا۔ اتنا تو سمجھ کہ ابھی اُس کی عمر ہی کیا ہی۔ بچہ ہی
نادان جب بڑی ہو گی خود بخود سمجھ آجائے گی۔ غرض ماں بیٹیوں
کی لڑائی جب کبھی ہوتی تھی بی سنجیدہ کے کارن اور اسی وجہ سے
سنجیدہ کے مزاج کی اصلاح اور تربیت جیسی کہ چاہیئے نہ ہو سکی۔
سنجیدہ کے پیٹ میں کیا کیا گن بھرے تھے۔ ماں کے فرشتوں کو
بھی خبر نہ تھی اور یہی وجہ تھی کہ شادی کے بعد اس نے پیٹ میں سے
پاؤں نکالے۔ اور اس کا جو انجام ہوا وہ آگے چل کر آپ کے سامنے
آجائے گا۔ زمانہ دبے پاؤں نکلا چلا جاتا ہی میر صاحب کی جوانی

ڈھل گئی داڑھی کرڑ بڑی ہوگئی۔ بیوی کے چونڈے میں سفید بال آگئے کھچڑی ہوگیا۔ لڑکیاں جوکل کی بات ہی باہر اچھلتی کودتی پھرتی تھیں ماشاء اللہ اب جوان ہوگئیں۔ میرصاحب کو شاید خیال ہو یا نہ ہو ہمیں خبر نہیں مگر گھروالی کو تو ہر دم اس کا تصور پیش نظر تھا کہ ان کا ٹھور ٹھکانا کہیں ہو ہوا جائے اپنے اپنے گھر کی ہو جائیں تو میں نجنت ہوں کہ زندگی کا کیا بھروسہ ہی جو کچھ کرنا دھرنا ہی ہم اپنے رہتے کر جائیں ورنہ ہمارے بعد ان کا سمیٹنے والا کون ہی۔ اسی کی اُدھیڑ بن سیدانی کو رات دن لگی رہتی تھی اور جوں جوں دن زیادہ گزرتے جاتے وہ سہمی چلی جاتی تھیں۔ جوان لڑکیوں کا بٹھا رکھنا ایک بڑی مصیبت کا سامنا ہی۔ آج کل زمانہ کچھ ایسا بے ڈھنگا ہی کہ لڑکیاں لوھیڑ عمر کی ہوجاتی ہیں اور بر نہیں جُڑتا۔ اور یوں تو جس گھر میں بیری ہوتی ہی پتھر آتے ہی ہیں۔ اسی طرح جس گھر میں لڑکی ہوا لاؤ کا گری بڑی بات آہی جاتی ہی اور یہاں کا حال بھی یہی تھا جو بات آئی بے ڈھنگی دل لگتی اور ٹھکانے کی ایک بات بھی نہیں مشاطاؤں کے پھرتے پھرتے پاؤں چھلنی ہوجاتے ہیں مگر قرینے کا کوئی گھر نہیں ملتا۔ جہاں دیکھو کچھ نہ کچھ نفی۔ امیروں کے لڑکے آوارہ اور اوباش۔ غریبوں کے مفلس اور قلاش۔ کہیں سوکن

موجود اور جو سوکن نہیں تو دوہاجو کی بات ہے اور پانو درجن بچے اُس کے ساتھ جن کی سنبھال کی توقع غیر اور کم عمر اور ناتجربہ کار لڑکی سے رکھنا ہی فضول کسی کی ذات میں کھوٹ ہے تو کسی کی عمر طبعی کا سہ ربع حصہ گزر چکا ہے۔ اب تو جہاں دیکھیے حسن و صورت کی وہ پرچول ہے کہ آسمان کی حور اُتر آئے تو بھی خاطر تلے نہ آئے۔ کہیں مہر پہ تکرار ہے تو کہیں جہیز پہ اصرار ہے۔ غرض ع

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست

اسی طرح یہاں بھی کوئی نہ کوئی ٹپکتا ہی رہتا تھا۔ مگر ٹٹولا تو سب داغی اور عیب دار۔ لڑکیوں کی ماں آخر ہار کر تھک کر بیٹھ رہیں جیتی مکھی دیدہ و دانستہ کیسے نگلتیں جو لڑکیوں کو جھونک دیتیں۔ ایسی شادی سے تو لڑکی کو گھٹنے لگا بٹھا رکھنا بھلا کہ عمر بھر کا جلاپا تو نہ ہوگا اور امّا باوا تو کوسم کاٹی میں نہ آئیں گے۔ اسی حیص بیص میں بڑی لڑکی کو اٹھارہواں اور چھوٹی کو سولہواں برس لگ گیا۔ لڑکیوں کا نصیب کچھ ایسا ٹھس تھا کہ دلّی جیسے اتنے بڑے غدار شہر میں بھی بر نہ جڑتا تھا۔ رضیہ بیگم نے چپکے چپکے بیٹیوں کا سارا جہیز طیار کر لیا تھا۔ بچیاں چھوٹی ہی تھیں جب سے اُنھوں نے سینتنا شروع کر دیا تھا۔ لوگ کہتے بھی تھے کہ عجیب احمق ہیں کہ ان کپڑوں کے

لیئے ابھی سے جہیز اکھٹا کر رہی ہیں۔ پانی سے آگے پاڑ باندھنا یا ہوائی قلعے بنانا اسی خبط کا نام ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ کہنے والے ہی احمق تھے۔ مآل اندیش۔ سمجھ دار گھروالیاں جن کا کچا ساتھ ہوتا ہے وہ ایسا ہی کرتی ہیں۔ تھوڑا تھوڑا کرتے کرتے بہت ہوجاتا ہے اور وقت پر بڑا بوجھ ہلکا ہوجاتا ہے۔ رضیہ بیگم کی طرف سے کچھ دیر نہ تھی۔ صرف خدا کے حکم کی دیر تھی۔ برس چھ مہینے بالکل سناٹا رہا کسی طرف سے پیام وسلام نہ آیا۔ مشاطائیں بھی تھک کر بیٹھ رہیں۔ رضیہ بیگم کا جوش بھی ٹھنڈا پڑ گیا۔ دفعتہً میر صاحب کے پاس ایک پیغام کان پور کے ایک وکیل صاحب کے لڑکے کا آیا جو میر صاحب کے گہرے دوست تھے۔ لڑکا بی۔اے۔ پاس اور ڈیڑھ سو روپے کا وہیں نوکر تھا۔ ظاہرا کوئی بات اعتراض کے قابل نہ تھی میر صاحب نے بیوی کے کان میں یہ بات ڈالی۔ بیوی پردیس کا نام سن کر سناٹے میں رہ گئیں۔

میاں۔ کیوں چپ کیوں ہوگئیں؟

بیوی۔ نہیں چپ تو نہیں ہوئی تم پردیس میں دے دوگے؟

میاں۔ اجی!! ابھی لینا دینا کہاں دھرا ہے۔ رہا پردیس یہ تو تم

عورتوں کے توہمات ہیں۔ جب لڑکی اپنے گھر سے گئی تو پاس دور کا کیا دیکھنا۔ آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل۔ پھر کان پور ہی کون سی دور ہی۔ ریل نے زمین کی طنابیں کھینچ دی ہیں۔ ہفتوں کا سفر دنوں میں طے ہوتا ہی۔ تار سے منٹوں میں خبر آتی ہی۔ پیسے میں خط ادہر سے اُدہر۔ تم کیا دقیانوسی باتیں لے کر بیٹھی ہو۔ پھر بیاہے بعد تو لڑکی پرائی ہو ہی جاتی ہی۔ ماں باپ اور میکے کے تعلقات میں یوں بھی ڈھیل پڑ جاتی ہی۔

بیوی۔ اجی ہاں! یہ تو سب کچھ سچ ہی گر میں اپنی ممتا کو کیا کروں میرا تو کلیجہ ٹھکتا نہیں۔ پھر آگے تمھیں اختیار ہی۔ ہاں ناں کرنے سے پہلے تم لڑکے کے حالات تو اچھی طرح پچھوا لو۔

میاں۔ لڑکے کے حالات کیا دریافت کرنے ہیں۔ وہ کوئی غیر جگہ تھوڑی ہی لڑکا میرا دیکھا بھالا ہی۔ یہ تو شان نہ گمان کچھ اللہ ہی نے بھیج دیا ہی۔ تم اس میں کچھ پس وپیش نہ کرو۔ بس بسم اللہ کرو۔ لڑکا صورت شکل چال چلن۔ عادات واطوار سب لحاظ سے اچھا ہی۔ رہا خاندان وہ سارا کانپور جانتا ہی۔ اُن کی ہڈی بوٹی کا کیا پوچھنا! مولوی نثار احمد صاحب کا نام اظہر من الشمس ہی۔ لڑکا پڑھا لکھا اور پھر نوکر وہ بھی معقول یعنی وہیں مدرسے میں

ہیڈ ماسٹر۔ اس کو سوائے ہم کو اور چاہیئے بھی کیا۔

بیوی۔ اچھا تو جو تمہاری پسند سو میری پسند۔ کار خیر میں دیر سے کیا فائدہ۔ اچھا بسم اللہ کرو۔ خدا بھاگوان گھڑی کی بیاہ برات (بارات) کرے۔

جب کہیں بات ہوتی ہے تو یوں ہوتی ہے۔ وہ جب دینے پہ آتا ہے تو یوں چھپّر پھاڑ کے دیتا ہے۔ میاں بیوی دونوں کی مت مل گئی۔ میر صاحب کچھ تین پانچ نہیں جانتے تھے۔ بالکل سیدھے سادے مسلمان تھے۔ جس طرح صاف دلی سے وکیل صاحب نے درخواست کی تھی میر صاحب نے بھی صاف طور پہ توکلاً علی اللہ اظہار رضامندی کر دیا ورنہ اس زمانے کا لیل و نہار مقتضی اس کا ہے کہ برسوں بات کو جھلائے رکھیں۔ بیٹے والوں کے بخیے ادھیڑ کر دیں سو طرح کی بحث و پز کریں۔ اقرار نامے لکھوائیں۔ جائداد ٹٹولیں۔ پٹاری کا خرچ منہ مانگے لیں۔ مہر کا بھاری گٹھڑ لاد دیں۔ جب کہیں ہاں کریں تو کریں۔ اور اس کے ساتھ بھی ایسا احسان جتلائیں کہ جس کا کچھ ٹھکانا نہیں یا یوں سمجھو کہ لڑکے کو خرید لیا اور اپنے پندار میں ہر طرف سے ایسا جکڑ دیا ہے کہ ٹس سے مس نہ کر سکے۔ ساری عمر بیٹھا سسرال کی چوکھٹ کو سلام

کیا کرے۔ لیکن۔ تدبیر کند بندہ وتقدیر کند خندہ۔ گھوڑا اور جوڑا تقدیر سے ملتا ہی۔ مثل مشہور ہی کہ بر عرش سے اُترتا ہی۔ جتنا چھانتے ہیں اُتنا ہی کرکرا ہوتا ہی اور جو اللہ پر بھروسہ کرکے ہاتھ پکڑا دیتے ہیں اُس کا فضل شامل حال رہتا ہی اور بیڑا پار ہو جاتا ہی۔ میر صاحب بے چارے نے ایسا ہی کیا۔ اور خط وکتابت سے چند ہی دن میں سارے معاملات طے ہو گئے اور نکاح کی تاریخ عید کی اکیسویں جمعرات کا دن ٹھیر گئی۔ جس کو ابھی دو مہینے کا عرصہ تھا۔ ان دو مہینوں میں جو کچھ طیاری لڑکی والوں کو کرنی تھی کرلی اُدھر وکیل صاحب بھی ساؤنٹے ہوگئے۔ بھاری بھر کم جوڑا اور معقول چڑھاوا بن گیا۔ بلاوے پھر گئے۔ تاریخ مقررہ پر کانپور سے بارات آگئی۔ جو خانہ وراں خاں کی حویلی میں ٹھیرائی گئی۔ جہاں مہمان داری کا اہتمام پہلے ہی سے اعلیٰ پیمانے پر کیا گیا تھا۔ تاریخ ووقت مقررہ پر اصل خیر سے فہمیدہ بیگم سلمہا کی شادی خانہ آبادی سیّد نیاز احمد بی۔ اے ہیڈ ماسٹر نارمل سکول کانپور سے ایسی حسن وخوبی اور خوش انتظامی سے انجام پائی کہ شہر والے واہ واہ کرتے تھے۔ دولھا والے جہیز سے اور دُلھن والے چڑھاوے سے ایسے خوش تھے کہ باچھیں کھلی جاتی تھیں۔ اُسی دن نو بجے

رات کی اکسپرس سے دلہن بڑے بھاری اور بیش قیمت جہیز کے علاوہ سب کی دلی دعاؤں کا ڈھیر کا ڈھیر لے کر رخصت ہوئیں اور نور کے تڑکے ابھی آفتاب نہیں نکلنے پایا تھا کہ یہ شمس تاباں کانپور میں اپنی کرنیں چمکانے لگا۔ مبارک سلامت کی دھوم پڑ گئی۔

گرم بسر وقت من نشینی ٭ نازت بکشم کہ ناز نینی

رضیہ بڑی لڑکی کی طرف سے تو اب بے فکر ہو گئیں کہ اُسے گھر اور شوہر دونوں اچھے ملے وہ اپنی سسرال میں رہنے بسنے لگی اب صرف چھوٹی رہی تھی۔ خدا وہ بھی آسان کر دے گا۔

من کارِ خویش را بخدا وند کردگار ٭ بسپردہ ام کہ تا کرم او چہا کند

کوئی چھ ہی مہینے کے بعد چھوٹی کا پیام بھی آیا۔ معمولی پوچھ گچھ کے بعد اس کی رسم حنابندی بھی دلی کے دلی ہی میں ہو گئی۔ جو تشدہ پابندہ ترا با بیرم خاں کے مفتیوں کے خاندان میں جو دلی میں چوٹی کا گھرانا شمار کیا جاتا ہے مفتی نورالحق کے منجھلے لڑکے انوارالحق سے بات ٹھیر گئی۔ لڑکا ابھی علی گڈھ کالج میں پڑھ رہا تھا اُدھر سے تو یہ وجہ تھی اور ادھر ابھی میر صاحب بڑی لڑکی کے بار گراں سے سنبھلنے نہ پائے تھے۔ اس وجہ سے نہ ان کو جلدی تھی نہ اُن کو برس بھر منگنی کے بعد بھی رخصت کی نوبت نہ آئی۔ بڑی لڑکی بیاہی ہی جا چکی تھی اب

ماں ہمہ تن اس کے اصلاح مزاج کی طرف متوجہ تھی۔ مگر چوں کہ لڑکی جوان ہوگئی تھی ماں کی نصیحت کارگر نہ ہوتی تھی بلکہ اُلٹا اثر پڑتا تھا۔ اس لڑکی کے افتادِ مزاج کی طرف سے ماں کو آیندہ کا خدشہ ضرور تھا مگر یہ کیا اپنے بس کی بات تھی۔ کسی کے دل میں دل تھوڑی ڈالا جا سکتا ہے۔ ایک برس بھی باتوں ہی باتوں میں ہوا ہوگیا۔ لڑکے والوں کی طرف سے وداع کا تقاضا شروع ہوا۔ میر صاحب نے بھی خرچ برچ کا سُبیتا کرلیا۔ جہیز بھی ٹھیک ٹھاک ہوگیا۔ تاریخ ٹھیر گئی اور جس طرح بڑی کا کاج کیا تھا یہ بھی ہوا۔ رتّی برابر فرق نہ ہوا ورنہ اندیشہ تھا کہ سنجیدہ سر پھٹوّل پر تُل جائے گی۔ رضیہ بیگم کو بڑی لڑکی کی جدائی شاق تھی شکر ہے کہ چھوٹی لڑکی کو باہر دینا نہ پڑا۔ بلکہ شہر کے شہر ہی میں رہی غرض دونوں بیٹیاں اپنے اپنے گھروں میں آباد ہوگئیں والحمدللہ علیٰ ذالک

دوسری فصل بڑی لڑکی فہمیدہ کی ازدواجی زندگی

وہ کونسا عقدہ ہے جو وا ہو نہیں سکتا
ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا

بڑی لڑکی نے جو زیادہ سمجھدار سلجھے ہوئے مزاج کی تھی جب سسرال

میں جا کے قدم رکھا تو ایک نئی دنیا نظر آئی۔ چند دن تو خیر گھونگٹ میں گزرے نہ اچھے کی خبر نہ بُرے کی۔ گو دُلہن کی آنکھیں بند تھیں مگر کان تو کُھلے تھے۔ رفتہ رفتہ شرم کھلی دیکھا تو سب صورتیں اجنبی تھیں۔ اور گھر کا رنگ ڈھنگ بھی بالکل نرالا ہی تھا۔ رہے دولہا میاں ابھی تک تو دلہن کی طرف ضرورت سے زیادہ متوجہ اور گرویدہ تھے آگے کی خبر خدا ہی بہتر جانتا ہو کہ کیسی نبھے گی۔ گھر میں ساس (میمونہ بیگم) کے علاوہ تین نندیں تھیں۔ بڑی نند (سلیمہ) بیاہی ہوئی تھی مگر سُنا کہ اپنی تنگ مزاجی کے سبب میاں (سلیم) سے لڑ جھگڑ کر کئی کئی برس سے ماں کے گھٹنے لگی بیٹھی تھی۔ منجھلی (فاطمہ) گو شادی کے قابل تھی مگر ابھی کنواری تھی اور چھوٹی (رابعہ عرف چھمّو) ابھی نادان کوئی سات آٹھ برس کی جان تھی۔ فہمیدہ نے ساس کا رنگ ڈھنگ جب ہی دیکھ لیا تھا کہ بڑے بجلے مزاج کی ہیں آئے دن ماں بیٹیوں بلکہ بیٹے سے بھی جھڑپ ہوتی رہتی تھی۔ بڑی نند کو تو کلنک کا ٹیکا لگا ہی ہوا تھا۔ سسرال میں نہیں نبھ سکی جب ہی تو میکے میں آن بیٹھیں۔ منجھلی بھی دیکھنے میں خوش مزاج یا ملنسار معلوم نہ دیتی تھی۔ وہ بھی ناک چوٹی گرفتار تھی۔ اب رہی چھوٹی اول تو وہ ابھی کس شمار قطار میں تھی۔ بالکل بچہ

فہمیدہ نے پہلے اُسی کو پرچایا۔ تھوڑے ہی دنوں میں مانوس ہو گئی۔ فہمیدہ نے اُسکو اپنا مخبر بنایا اور چپکے چپکے گھر کا سارا بھید اسی سے لیا۔ سُسرے البتہ ایک معقول اور نیک منش آدمی تھے میاں تعلیم یافتہ تو تھے اور محض انگریزی خواں جیسے عموماً ہوتے ہیں یہ بھی تھے کہ بدون انگریزی کے ٹکڑا نہ توڑتے تھے۔ دن بھران مصنوعی صاحب بہادر کو اپنے بناؤ سنگھار کنگھی برش کالر نکٹائی بوٹ کی صفائی سے ہی فرصت نہ تھی۔ جز بیات کی طرف وہ کیا خاک توجہ کر سکتے تھے۔ فہمیدہ بری طرح اس مجمع میں جس کا ہر شخص ایک انوکھا مزاج رکھتا تھا آن پھنسی تھی۔ خدا ہی اس کی شرم رکھ لے۔ نادان اور ناسمجھ ہوتی تو چھکے چھوٹ جاتے گھبرا جاتی۔ اور ایک کی دس دس ماں سے لگاتی اور ابھی سے تھکا فضیحتی شروع ہو جاتی۔ لیکن وہ بڑے ٹھنڈے مزاج اور مستقل ارادے کی لڑکی تھی۔ جب اُس نے سُسرال کی دُنیا کے جغرافیے اور تاریخ پر اچھی طرح عبور حاصل کر لیا تب اُس کی اصلاح کا بیڑا اُٹھایا۔ سب سے اول اُسے یہ معلوم کر کے تعجب ہوا کہ سُسرے کی آمدنی ڈھائی تین سو روپیہ ماہانہ سے کم نہ تھی اور میاں کے ڈیڑھ سو ملا کر ساڑھے چار سو روپیہ جو کسی شریف گھر کی زندگی کی

گزران کے لیئے کچھ کم نہ تھے۔ مگر دیکھو تو ڈھاک کے تین پات
گھر میں خاک اڑ رہی ہے۔ نہ فرش فروش درست ہے نہ چار پائیاں
اور پلنگ ڈھنگ کے نہ برتن معقول۔ جدھر دیکھو بدسلیقگی جس طرف
نظر دوڑاؤ بے ڈھنگا پن۔ کھانا ہی وہ بدمزہ۔ سیٹھا۔ روکھا۔ پھیکا۔ بدرو
پ۔ اور سب سے بڑھ کر طرہ یہ کہ جتنی آمد اُس سے زیادہ خرچ۔
بھلا یہ بیل کیسے منڈھے چڑھ سکتی تھی۔ سسرے کو خبر نہیں کہ
گھر میں کیا ہو رہا ہے۔ ساس سیاہ و سفید کی مالک تھیں۔ میاں اپنی
کل آمدنی بیوی کو دے دیتے تھے اور اُلٹ کر پوچھ نہ سکتے تھے
کہ کیا ہوئی ہے۔ ہر شخص بڑی بی کے مزاج سے لرزاں اور ہراساں
تھا۔ ماماہیں گھر میں ایک چھوڑ دو دو تھیں مگر سب خائن چور اور محتاج
نگرانی۔ رہے مردانے کے نوکر وہ ٹرے اور منہ زور۔ عورتوں کو
وہ خاطر تلے کب لاتے تھے۔ ایک کہتی تھیں تو دس سناتے تھے
غرض گھر کیا تھا ایک طوفان بے تمیزی اور طغیان بدسلیقگی کا بحر
ذخار تھا۔ ایسی بگڑی ہوئی کل کو درست کرنا معمولی عقل و فراست کے
آدمی کے بس کی بات نہ تھی نہ دو چار دن کا کام تھا۔ اس کو برسوں ہی
چاہیئے تھے۔ فہمیدہ کے لیئے ممکن نہ تھا کہ وہ چلتی ہوئی کل کی
رفتار کو ایک دم اعتدال پر لے آتی وہ اس کے پرپرزوں کو

بغور دیکھ رہی تھی اور بہ تدریج واقفیت حاصل کر رہی تھی۔ سسرے سے وہ ابھی بات چیت نہیں کر سکتی تھی۔ ساس کو اتنے ار مان چونچلوں سے ہنسی خوشی بیاہ کر لائی تھیں اور خدا رکھے ماشاء اللہ ایک ہی لڑکا تھا۔ بہو کی جتنی اللہ آمین منا تیں کم تھا مگر وہ تو بہو کے قدم دھرتے ہی کچھ بھول سی گئیں۔ اول ہی اُن کا مزاج تھا جھلا اب ایک تو کریلا کڑوا اوپر سے چڑھا نیم بہو کو ایسی ٹیڑھی ٹیڑھی نگاہوں سے دیکھتی تھیں کہ نظروں ہی نظروں میں کھائے جاتی تھیں رہیں بڑی نند بجلی پسند وہ ماں سے بھی کئی ہاتھ بڑھی ہوئی تھیں۔ کبھی اُنھوں نے بھاوج سے سیدھے منہ بات بھی نہ کی اور ان کا بات نہ کرنا ہی اچھا تھا۔ بخشو بی پتی مرغی لنڈوری ہی بھلی۔ اُن کو رات دن سسرال کی شکایت اور میاں کا دکھڑا رونے سے کب فرصت تھی جو بھاوج سے مُٹ بھیڑ ہوتی۔ ہاں دور ہی دور سے آوازے توازے کستی رہتی تھیں۔ دوسروں پر ڈھال ڈھال کر ایسی گُجّی مار دیتی تھیں کہ توبہ ہی بھلی اور پھر الگ کی الگ۔ بھس میں چنگی ڈال جمالو دور کھڑی۔ جب کبھی پوچھو صاف مکر جاتی تھی توبہ توبہ میں سے یہ بات کب کہی ان کا ذکر نہ فکر وہ بات تو فلاں کی تھی اور بواز بر دستی اپنے اوپر ڈھال لے جاؤ تو اس کا علاج نہیں۔ نکٹے

کے سامنے ناک کھجائی اُس نے کہا مجھے ہی چڑایا۔ کیا خوب! اب شاید ان کے ڈر کے مارے کوئی بات بھی زبان سے نہ نکالے۔ اور منہ سی لے۔ ایسی بندی جب الگ گھر لے کے بیٹھو گی کرنا یہ گھر کچھ تمہارا ہی نہیں ہے میری ماں کا ہے۔ رہی منجھلی نند وہ بھی گھنّی اور مُسمُسی گہری تھی۔ جتنی اوپر تھی اتنی ہی نیچے تھی۔ خدا جھوٹ نہ بُلوائے گز بھر کی تو زبان تھی۔ اور کلّے دراز ایسی کہ اچھے اچھوں کا ناطقہ بند کر دیتی تھی۔ جب لڑنے پر اُترتی تھی تو ایک سانس میں ہزارہا باتیں سُنا ڈالتی تھی۔ زبان ایسی کُترتی تھی جیسے راجس کی قینچی۔ آٹھوں گانٹھ کمیت۔ پنج عیب شرعی موجود دو بدو ہو کر تو بھاوج سے ابھی لڑنے بھڑنے کی نوبت نہ آئی تھی دور ہی دور سے یہ بھی زہر اُگلنے میں کچھ کمی نہ کرتی تھی۔ اب رہ گئی چھمّو سب سے چھوٹی چوں کہ دلہن نے شروع ہی سے گانٹھ رکھا تھا۔ وہ بھاوج کی طرف تھی مگر اُسے سمجھتا ہی کون تھا اور وہ تھی کس گنتی میں۔ بڑوں بڑوں کے معاملوں میں وہ کیا دخل دے سکتی تھی۔ یہ اگر کبھی بول بھی اٹھی تو بہنوں نے ایک ایسی گھرکی دی کہ سہم گئی اور اپنا سا منہ لیکر رہ گئی۔ میاں کا حال بھی سُن لیجئے۔ اب دو لہا پنے کا روغن قاز اُتر گیا اصلی حالت نکل آئی۔ شروع شروع

کی بات نہ رہی۔ کھلم کھلا بگاڑ تو ہوا نہیں صرف اس لیئے کہ فہمیدہ نے اپنی خودداری کی وجہ سے اُس کی نوبت ہی نہ آنے دی مگر جیسا خوش گزران میاں بیوی کو گھل مِل جانا تھا وہ بات بھی نہ تھی۔ اِس رکاوٹ میں زیادہ تر دخل ساس کی ریشہ دوانی کو تھا۔ اندر ہی اندر وہ بیٹے کو لگا بجھا کر اُبھارا کرتی تھیں اور ہر بات میں نشہ دے کر بگاڑ ڈلوانے کی کوشش میں لگی رہتی تھیں کچھ تو ماں کا اُکسانا اور کچھ حضرت کے خود آزادانہ خیالات۔ بے تکاپن ستدراہ تھے۔ میاں کا اب یہ حال تھا کہ مدرسے کے وقت کے علاوہ باقی زیادہ تر وقت اُن کا مردانے ہی میں گزرتا تھا۔ یہاں تک کہ کھانا بھی باہر ہی نوش جان فرماتے تھے۔ مدرسے سے آتے منہ دھویا بھاگم بھاگ چائے پی۔ اور کپڑے بدل ہوا خوری کو نکل گئے۔ وہاں سے کبھی دس بجے کبھی گیارہ بجے رات کو آئے یا دل چاہا تو نہ بھی آئے۔ جلدی جلدی کچھ کھایا کچھ نہیں پھر جو لمبی تانی تو صبح کی خبر لائے۔ وہ بیوی سے بات چیت کرنے کا وقت ہی کون سا تھا۔ سب سے پہلے فہمیدہ نے میاں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی۔ یہ نہیں کہ ایک دم میاں کا ٹینٹوا دبا دیا۔ مرنے مارنے کو اُبل پڑیں یا منہ تھتا کر پڑ گئیں میاں سے قطع کلام کر دیا۔

لاحول ولا قوت یہ تو بیوقوفوں کا کام ہے اجی یہاں تو اور زیادہ خندہ پیشانی اور زیادہ شگفتہ خاطر مجال کیا جو ذرا تیوری پر بل آجائے یا خفگی اور ناراضگی کا شبہ بھی ہو جائے۔ میاں کو یہ کبھی کھلا ہی نہیں کہ اس کا دیر سے آنا کبھی بیوی کو ناگوار خاطر ہوا ہے بلکہ وہ دل ہی دل میں کہتا تھا کہ عجب مستغنی المزاج عورت ہے کہ کسی بات کی پرواہی نہیں کرتی۔ دیر سے آؤ تو کچھ نہیں سویرے سے آؤ تو اختیار نہ آؤ تو تمہاری خوشی۔ کسی بات کا اس پر اثر ہی نہیں ہوتا۔ لیکن اندر ہی اندر وہ منصوبے گانٹھ رہی تھی اور اس طرح بہ تدریج تدبیریں کیں کہ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوئی۔ دن بھر تو میاں گھر میں قدم ہی نہ دھرتے تھے اور رات بھی آدھی سیل سپاٹے میں گنواتے تھے۔ اور فہمیدہ کا یہ حال تھا کہ اکیلے بیٹھے اس کا دم گھبرا جاتا تھا۔ کبھی کچھ سینا لے بیٹھی کبھی کوئی کتاب پڑھنے لگی۔ کھانا لیے میاں کے انتظار میں دروازے پر نگاہ جمی رہتی تھی کبھی کبھی نیند میں جھونٹے بھی کھانے لگتی تھی۔ مگر کیا مجال جو کمر سیدھی کرلے ذرا پاؤں کی آہٹ آئی کہ جھٹ اٹھ کھڑی ہوئی۔ انگیٹھی پاس ہی دھری رہتی تھی۔ سالن گرم کیا روٹی کو تو پہلے ہی دسترخوان میں اچھی طرح لپیٹ دیا کرتی تھی کہ ٹھنڈی نہ ہو جائے۔ دسترخوان

بچھا۔ میاں کے ہاتھ دھلائے۔ میاں کھاتے رہے آپ پنکھا جھلتی رہی۔ اِدھر کھانا ختم اُدھر گلوری طیار۔ حقہ بھروا کر رکھا مامانہ ہوئی جھٹ آپ بھر دیا تب کہیں آدھی رات گئے جب کہ سارے گھر میں سناٹا رہتا تھا اور بجز خراٹوں کے کچھ آواز نہ آتی تھی تب کہیں اسے ٹکڑا اٹیڑا نصیب ہوتا تھا۔ مگر واہ رے صبر و رضا یہ اسی میں مگن اسی میں خوش اس کا یہ ماٹو تھا "جس میں میاں راضی اُسی میں ہم بھی راضی" یعنی **فنافی الزوج** کا مرتبہ حاصل ہوگیا تھا۔ ایک دن میاں کو خوش مزاج پاکر ڈرتے ڈرتے چھیڑا اور کہا کہ آپ بُرا نہ مانیں اور مجھے معاف کریں تو کچھ عرض کروں"۔

میاں۔ شوق سے کہو نا وہ کیا بات ہے۔

بیوی۔ بات تو کچھ ایسی نہیں مگر میرے دل میں کھٹک ضرور رہی تھی۔ آپ سارے دن تو باہر ہی رہتے ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ مردوں کو دنیا کے صدہا کام ہیں دن کو باہر رہیں تو کیا مضایقہ۔ مرد عورتوں کی طرح گھر گھسنے ہو بھی نہیں سکتے مگر مشکل تو یہ ہے کہ رات کا ایک بڑا حصہ بھی آپ باہر ہی کاٹ دیتے ہیں اور مجھے اکیلے پڑے پڑے ڈر لگتا ہے۔

ہو گیا ہے اور بیوی سے نہ انھیں انس ہے نہ دل بستگی بلکہ شدہ شدہ یہ بات بھی کان میں پڑی کہ چند پڑھے لکھے بدمعاشوں کی صحبت میں پھنس کر اپنی اوقات عزیز اور تن درستی ضائع کر رہے ہیں اور چوری چھپے کبھی کبھار ناچ رنگ بھی شروع ہو گیا ہے۔ بازاری عورتیں آنے جانے لگی ہیں بلکہ اڑتی پڑتی یہ بھی کن سن سنی گئی کہ شہر کی کسی طوائف کے کوٹھے تک بھی پہنچ گئے ہیں۔ اور تماش بینی کا جزو اعظم بادہ خواری کا بھی ڈھنگ پڑ گیا ہے۔ فہمیدہ ایسی بے وقوف نہ تھی کہ ہتھیلی پر سرسوں جماتی اور میاں سے دست و گریبان ہو جاتی۔ اگر ایسا کر بیٹھتی تو پھر میاں سے ہاتھ بھی دھو بیٹھتی اور رہا سہا لحاظ بھی اٹھ جاتا۔ اب جو کچھ ہو رہا تھا چھپے ڈھکے پھر ڈنکے کی چوٹ ہونے لگتا۔ فہمیدہ تیل دیکھتی تھی تیل کی دھار دیکھتی تھی "دیر آید درست آید" پر اس کا عمل تھا وہ جانتی تھی کہ جو دوڑ کے چلتا ہے وہی گرتا بھی ہے۔ میاں کو وہ پابند کرنا ضرور چاہتی تھی نہ کہ ایک دم بند کرنا۔ وہ بے موقع بات نہ کرتی تھی۔ اور زبان پہ بھول کر بھی حرف شکایت نہ لاتی تھی۔ وہ ایسی بھولی اور خالی الذہن بن گئی تھی کہ گویا میاں کے کرتوتوں کی اسے کچھ خبر ہی نہیں اس تجاہل عارفانہ میں کچھ اور ہی لطف ہے۔ وہ موقع کی متلاشی تھی کہ

بات کہوں تو خالی نہ جائے۔ وہ باتوں ہی باتوں میں میاں کو نشیب و فراز سمجھایا کرتی تھی تو کس طرح کہ طعن تشنیع و شکایت کا واہمہ بھی نہ ہو بلکہ سننے والا اُس کو خیر طلبی۔ بھلا خواہی۔ خلوص۔ ہمدردی اور محبت پر محمول کرے۔

خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں ✻ گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

ایک دن وہ کہہ رہی تھی کہ یہ جتنے تمہارے یار غار اور دوست کہلاتے ہیں (برا نہ ماننا) یہ سب ہوا کے ساتھی۔ جھوٹے۔ لباڑیے ڈینگیے۔ شیخی خورے۔ گھر کھوؤ۔ سچ پوچھو تو عزت کھوؤ۔ آبرو ڈبوؤ ہیں ان کی صحبت تمہارے حق میں سم قاتل ہی جس کا متعدی اثر آیندہ بڑی بڑی خرابیاں لانے والا ہی۔ یہ سب خود مطلبی خود غرض خوشامدی اپنی اپنی روٹی پر دال گھسیٹنے والے ہیں۔ رتی برابر تمہاری خیرخواہی ان خبیثوں میں سے کسی کے دل میں نہیں۔ میں جانتی ہوں کہ اس وقت میرا یہ کہنا تم کو اکھرتا ہو گا۔ تم ذی علم اور مرد۔ میں جاہل مطلق کندۂ ناتراش اور عورت۔ تم سے کچھ کہنا لقمان کو حکمت سکھانا اور چاند کے سامنے چراغ بتلانا ہی لیکن کیا کروں مجبور۔ بھولی دل نہیں مانتا۔ تم کو کوراہ چلتے یا بری صحبت میں بیٹھے دیکھ کر کیونکر میرا دل خوش ہو سکتا ہی۔ یاد رکھئے اور میری بات کی گرہ باندھیے

کہ اگر آج خدا نخواستہ خاک بدہن آپ کے دشمنوں پر ذرا سی بات
آن بنے تو جوان جو آپ کی دوستی کا دم بھرتے ہیں اور کہتے ہیں
کہ جہاں تمہارا پسینہ گرے گا ہم خون بہانے کو طیار ہیں یہ سب
چلتی گاڑی کے ساتھی ہیں جدھر ہوا کا رخ ہوا ادھر ان کا بھی
رخ اور اگر ذرا ہوا بگڑی تو یہ گویا چھتے پر کی چڑیاں ہیں ایک بھی تو
پاس نہ پھٹکے گا۔ تمہاری ساری عمر تحصیل علم میں گذری۔ بی۔ اے
ہو اور اب بھی علم کی ہی کشتی پر سوار ہو خود ہی پڑھتے تو دوسروں کو
پڑھاتے ہو بات کو ایک ہی ہی تو وہی مشغلہ۔ کیا تم جیسے آدمی کو
سوائے تعلیم و تعلم کے اور کوئی مشغلہ درکار ہو جو در بدر بھٹکتے
پھرتے ہو۔ اگر تم ایسی ہی نا شایستہ صحبت میں بیٹھ کر کیا کہتے ہو گے
گو تمہارے منہ پر خاطر یا لحاظ سے کوئی کچھ نہ کہے مگر پیٹھ پیچھے تو ضرور
ملامت کرتے ہوں گے۔ لکھے پڑھے آدمیوں کو کتب بینی سے
زیادہ کون سا شایستہ اور دلچسپ مشغلہ ہو سکتا ہے۔ بجائے اس کے
کہ اس صحبت بد اور خرافات میں تم اپنی اوقات عزیز ضائع کرو
اگر گھر بیٹھ کر کتابوں کا مطالعہ کیا کرو تو کیسی اچھی بات ہے۔ تمہارا دل
بھی بہل جائے اور ان موئے لنگاروں کا بھی منہ کالا ہو جائے
تم یہ نہ سمجھنا کہ میں کچھ اپنی غرض سے یہ کہتی ہوں اور اگر میری غرض

بھی ہو تو کیا مضائقہ آخر میں تمہاری بیوی ہوں مجھ سے بڑھ کر
تمہارا بھی خواہ دوسرا ہو نہیں سکتا۔ میں ہرگز یہ نہیں چاہتی کہ تم
رات دن میرے گھٹنے سے لگے بیٹھے رہو۔ نہیں نہیں۔ مرد
عورتوں کی طرح گھر میں قید تھوڑی ہی ہیں اور جو اُن کو قید کرنا چاہیے
دوسری ہے۔ بقائے صحت کے لیے تھوڑی بہت ہوا خوری اور
مشق ضروری ہے لیکن ہر چیز جو اعتدال سے کی جائے بھلی لگتی ہے
ع جو حال بڑھا حد سے وہ آخر ستم ہوا۔ میاں یہ سن کر دل میں تو
قایل کیا اگر حق پسند ہو گا تو محجوب بھی ہوا ہو گا۔ نیاز احمد آدمی
معقول پسند تھا اُس وقت کچھ ایسا جھینپا کہ جواب نہ سدھرا اور
سیدھی اور سچی بات کا جواب ہی کیا ہو سکتا تھا بمصداق عذر گناہ
بدتر از گناہ۔ وہ چپ سادھ گیا مگر اُسی وقت انفعال اُس کے بشرے
سے ظاہر ہو گیا اور دل ہی دل میں غور کرنے لگا کہ کیا کروں
اور کیا نہ کروں اگر ایک دم اپنی پالیسی بدل دوں تو لوگ کہیں گے
کہ بن پیندی کا بدھنا ہے اس کی ذاتی رائے کچھ بھی نہیں ہے جو کسی نے
کہہ دیا آمنا و صدقنا لیکن با این ہمہ اُس کا کانشنس (ایقان) اُسے
ملامت کر رہا تھا اور اُس نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ رفتہ رفتہ ان تعلقات
کو ضرور کم کرنا چاہیے۔ ادھر فہمیدہ اصلاح معیشت کی تخم پاشی

کر رہی تھی اُدھر گھر میں ایک انقلاب عظیم ہوا۔

تیسری فصل سنجیدہ کی ساس (میمونہ) کی موت

اب خواب سے چونک وقت بیداری ہے ✤ بے زاد سفر کوچ کی تیاری ہے
مر مر کے پہنچتے ہیں مسافر واں تک ✤ یہ قبر کی منزل بھی غضب بھاری ہے

میمونہ ایک عرصے سے بیمار چلی آتی تھی بڑھاپا ایسا ہے جو مرض آتا ہے پھر جاتا نہیں۔ آئے دن کچھ نہ کچھ شکایت پیدا ہی ہوتی تھی۔ دوا درمن علاج معالجے دوا دوش میں کچھ کمی نہ تھی، مگر موت سے کسی کے بس کی نہ تھی۔ فہمیدہ کے بیاہ کو دوسرا برس ختم نہ ہوا تھا کہ بڑی بی گھل گھل کے رخصت ہوئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

رحمت کا تیری امیدوار آیا ہوں ✤ منہ ڈھانپے کفن سے شرمسار آیا ہوں
آنے نہ دیا بار گنہ نے پیدل ✤ تابوت میں کاندھے پہ سوار آیا ہوں

لوگ کہتے ہوں گے کہ اچھا ہوا کانٹا نکل گیا خس کم جہاں پاک لیکن کسی کی موت پر خوشی منانا بیوقوفوں کی بات ہے۔ مگر ایمان کی تو یہ ہے کہ فہمیدہ کو ساس کے مرنے کا از حد ملال ہوا۔ گھر کا ایک بندھن تھا جو بکھر گیا۔ اپنا بڑا بوڑھا کہاں پیدا ہے گو وہ لاکھ بری تھیں مگر سب کی سردھری تو تھیں۔ اب بڑا بھاری مسئلہ یہ تصفیہ

طلب قرار پایا کہ گھر کو چلائے کون۔ قاعدے سے فہمیدہ اس کی
مستحق تھی اور اسی کا حق مرجح تھا مگر بڑی نند بھی دعویدار تھیں۔ اور
دعویدار بھی جیّد۔ بڑے میاں نثار احمد بے چارے بیوی
کے مرنے سے اور زیادہ گھروار سے کنارہ کش ہو گئے تھے
ان کو پہلے بھی گھر کے انتظامات سے کچھ سروکار نہ تھا روٹیاں
کھا لینے کے البتہ گنہ گار تھے باقی سیاہ و سفید کی مالک بڑی
بی تھیں۔ بیوی کے مرنے سے بڑے میاں کی کل بگڑ گئی۔ وہ
اس معاملے میں متردد ضرور تھے کہ اب گھر کا کاروبار کس کے
سپرد کیا جائے۔ بہو سے وہ خوش تھے اور بیٹی کی بدمزاجی سے
بھی وہ ناواقف نہ تھے۔ اُنھوں نے خیال کیا کہ اگر بیٹی کے
سپرد سب کام کاج کیا جائے تو گھر اوندھ جائے گا اور ایک ایسی
بدنظمی اور آئے دن کی لڑائی بھڑائی پھیلے گی جس کا سلجھانا ازبس
مشکل ہو گا۔ اِس سے بہتر یہی ہے کہ دلہن بیگم کے ہاتھ میں گھر کی
کنجی دیدی جائے۔ نیاز احمد اس شش و پنج میں تھا کہ کیا کرے
اور کیا نہ کرے اگر بیوی کے گھر دار حوالے کرے تو بہن جان کو
آجائے گی اور جو بہن کو دے تو پھر گھر چوپٹ۔ جو شخص اپنا جنا
بنا یا گھر اُجاڑ کر آیا ہو وہ دوسرے کا گھر کیا خاک سنبھالے گا۔

نیاز احمد دو مصیبتوں میں گرفتار تھا۔ دل اُس کا بیوی کی طرف جھکتا تھا مگر بڑی بہن کی خاطر سے خاموش تھا کہ اتنے میں بڑے میاں نے اس عقدے کو بہترین طریقے پر حل کر دیا۔ بہو اور بیٹی دونوں کو اپنی اپنی جگہ سمجھا بجھا کر فہمیدہ بیگم کو نامزد کر کے گھر کی رکی ہوئی مشین کو چلتی کر دیا۔

چوتھی فصل فہمیدہ نے گھر کا چارج لیا

تیمور نے اک مورچہ زیر دیوار * دیکھا کہ چڑھا وا نے کو لے کے سوبار
آخر سر بام سے کے پوہنچا تو کہا * مُشکل نہیں کوئی پیش ہمت دشوار

فہمیدہ کے چارج لینے کے بعد گھر کا بالکل رنگ ڈھنگ ہی بدل گیا۔ فہمیدہ نے کہیں برس سوا برس میں جا کر گھر کی بگڑی ہوئی کل کو بہزار دقت و دشواری درست کیا۔ گھر کا کل سامان از سرِ نو فراہم کرنا پڑا۔ خرچ پر سخت روک تھام کی۔ خرچ جو ادھا دھند اُٹھتا تھا اور جس کا بڑا حصہ نوکروں اور ماماؤں کے حلق میں اُترتا تھا سب کا انسداد کیا اور نوکروں کے اللّے تللّے بند کر دیئے۔ نوکر جن کو پرائی چاٹ پڑی ہوئی تھی سب ایک ایک کر کھسک گئے فہمیدہ نے نہ صرف چڑھا ہوا قرضہ سیج سیج اُتارا بلکہ اب تو خدا کے

فضل سے کچھ پس انداز بھی ہونے لگا۔ بڑی نند بے شک تیز مزاج بھی کیسی کھلی بدمزاج تھی۔ لیکن اپنے گھر کے غارت ہونے کا خوب مزہ چکھ چکی تھی جس کی تلخی اب تک زبان پر تھی اور جب سے ماں مریں اور بھاوج کی سلطنت قائم ہوئی وہ خود اپنی موت پہچان گئی۔ ناز کرنا زبردار پر اور سودا کرنا خریدار پر۔ بھاوج سے اگر وہ بگاڑ لیتی تو پھر اُس کا ٹھکانا کہاں تھا۔ ماں تو رہی نہ تھیں جو جا بے جا ناز اُٹھاتیں۔ پھر لاڈ نخرے کس پر کرتی۔ بھاوج گو گھر کی مختار تھی مگر اخلاقاً اُس نے بڑی نند کو ہی بڑا بنا رکھا تھا۔ اور کوئی کام اُس کے صلاح مشورے کے بغیر نہ کرتی تھی۔ بھاوج کے اِس خلاف توقع سلوک سے نند اور بھی نرم پڑ گئی تھیں اور اِس طرح دونوں حد اعتدال پر آ گئی تھیں اور نند بھاوجیں دونوں مل جُل کر گھر کو بہترین طریقے پر چلانے لگیں۔ فہمیدہ کو اب خدا کے فضل سے بیاہے تیسرا برس لگ گیا تھا اور اُس کے ہاں بال بچّہ ہونے والا تھا۔ دلّی سے ماں اور چھوٹی بہن دونوں زچہ خانے کے لئے آ گئی تھیں کہ خدا نے لعل سا جیتا جاگتا بیٹا دیا۔ بڑے میاں۔ پھوپیاں سب ہی کی تو باچھیں کھل گئیں۔ دل باغ باغ ہو گیا اور خود نیاز احمد کو بھی بے انتہا مسرت ہوئی کہ خدا نے تین برس کے بعد

یہ دن دکھایا۔ لڑکے کا نام وقار احمد رکھا گیا۔ چھٹی چلّہ سب رسوم دھوم دھام سے ہوئیں۔ جب بچّہ خدا رکھے دو سوا دو برس کا ہوا تو سارے گھر میں اندر باہر بس اُسی کی رونق تھی۔ دوڑا دوڑا پھرتا بنگالے کی مینا کی طرح چرغتا تھا۔ دادی جان اور پھوپھیوں کی رُوح روان تھا۔ لڑکا ایسی بھاگوان گھڑی کا پیدا ہوا کہ فہمیدہ کے دن پھر گئے اور میاں نے سیلانی پنا سیر سپاٹا باہر کا آنا جانا قطعاً چھوڑ دیا۔ رفتہ رفتہ ان کے اخوان الشیاطین کا جگھٹا بھی بادل کی طرح چھنٹ چھٹا گیا اور میاں بیوی ایسے حسن سلوک سے رہنے لگے کہ دلّی بھر میں بی فہمیدہ کا سہاگ ضرب المثل تھا۔

پانچویں فصل منجھلی نند (فاطمہ) کی شادی

ہوائے دی بھی ہو عنبر افشاں عروج بھی ہو یہ جبیں کا
نثار ہونے کی دو اجازت محل نہیں ہی نہیں نہیں کا

فہمیدہ جب گھر کی اصلاح اور بار قرض سے سبکدوش ہو گئی تو اُس نے جلدی جلدی کر منجھلی نند کا جہیز طیار کیا اور چپکے چپکے سارا سامان اکٹھا کر لیا۔ اب صرف قرینے کی بات کا انتظار تھا۔ مردوں کا یہ کام نہیں اور گھر میں سوائے فہمیدہ کے ایسا کون تھا جو

اس کام کو بحسن و خوبی سرانجام دے سکتا۔ آئے گئے سب ہی کے تو آگے اس نے ذکر کیا لیکن ٹھکانے کی بات تو ملتے ہی ملتے ملے گی۔ خدا کی قدرت کا تماشا دیکھیے وہی مثل ہوئی کہ بغل میں بچہ شہر میں ڈھنڈورا کان پور ہی میں ڈپٹی ملک الزماں کے بڑے صاحبزادے بدر الزماں سے جو ضلع مین پوری میں نہر کا تعلق دار تھا شادی ہو گئی۔ فہمیدہ نے شادی بھی ایسی رچائی کہ لوگ حیران تھے کہ اس تھوڑے سے عرصہ میں اتنا سامان کیسے جمع کیا اور پھر جہیز کیسا کہ سبحان اللہ ماشاء اللہ ایک ایک جوڑا دیکھنے کے قابل کڑھائی۔ ٹنکائی اور سلائی کیا تھی گویا آنکھوں کا تیل نکال دیا تھا۔ جوڑے کیا تھے سونے کا ڈلا سائے میں پڑے جگمگا رہے تھے۔ اور اسی طرح جہیز کی ہر چیز سلیقے کی تھی اگر میمونہ بیگم بھی زندہ ہوتیں تو بیٹی کو اس شان و شوکت اور اس اہتمام سے شاید ہی رخصت کرتیں۔ فاطمہ کا جہیز دیکھ کر فیصلہ متفقہ یہ تھا کہ "فہمیدہ سے بڑھ کر منتظم اور سگھڑ بیوی شاید ہی کوئی اور نکلے"۔ شکر خدا کا کہ فاطمہ اپنے گھر میں بہت خوش ہے اور جب میکے میں آتی ہے فہمیدہ کا دم بھرتی ہے اور سچ ہے کہ فہمیدہ بھی نندوں پر ایسی جان چھڑکتی

تھی کہ سگی بہنیں بھی قربان کی تھیں۔ درحقیقت اس سے ماں کو بھلا دیا تھا۔

چھٹی فصل۔ بڑی نند (سلیمہ) کے اُجڑے ہوئے گھر کو فہمیدہ نے از سر نو آباد کرایا

ہندو سے لڑیں نہ گبر سے بیر کریں ٭ شر سے بچیں اور شر کے عوض خیر کریں
جو کہتے ہیں یہ کہ ہے جہنم دُنیا ٭ وہ آئیں اور اس بہشت کی سیر کریں

بڑی نند کے معاملے میں کون دخل دے اور بھڑوں کے چھتے کو کون چھیڑے لیکن خدا جانے فہمیدہ نے کیسا نیک دل پایا تھا کہ وہ اِس کار خیر سے بھی غافل نہ تھی۔ پہلے تو اُس نے ٹوہ لی کہ پانی کہاں مرتا ہے اور قصور کس کا ہے؟۔ اور کوئی عورت ہوتی تو بے دیکھے بھالے جھٹ ساری خطا مرد کے سر تھوپ دیتی۔ ہم نے فرض کیا کہ مرد ہی کا قصور تھا تو پھر آخر اس مرحلے کو کسی نہ کسی طرح تو کرنا چاہیئے یا یوں ہی کھٹائی میں پڑا رہے سلیمہ کو میکے میں بیٹھے چوتھا بھر کے پانچواں برس لگ گیا تھا اور اُدھر سے کسی نے کروٹ تک نہ لی۔ یہاں سے سلسلہ جنبانی کا موقعہ نہ تھا۔ پھر آخر ہونا کیا تھا ہ۔ یہ جوانی کی عمر

کیسے کٹے گی اور یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔ فہمیدہ کبھی
رسالت میں شدت سے پہنچتی تو وہ سراسر میاں ہی کی خطا بتلاتی
تھی اور ایسا ہونا سراسر بعید القیاس تھا کہ تالی ایک ہاتھ سے
نہیں بجتی۔ ہاں یہ ضرور ہوگا کہ کوئی نرم کوئی گرم۔ فرض کیا کہ ایسی
رکاوٹ کی حالت میں اگر کہہ سن کر میل ملاپ کرا بھی دیا جائے
تو کون سے کے لیئے پھر وہی جوتیوں میں دال بٹنے لگے گی جب تک
دونوں کے دل صاف نہ ہوں یہ معاملہ روبراہ ہو نہیں سکتا۔
پہلے تو فہمیدہ نے اونچ نیچ سمجھایا اور بہت کچھ غصے کو دبایا
کیا۔ اور ہر طرح قائل معقول کیا کہ مردوں کا رتبہ بڑا ہے اور پھر شوہر کا!
اگر شوہر ظلم بھی کرے تو برداشت کرنے کے سوائے چارہ
کار ہی کیا ہے۔ اس ہلکے سے مسہل نے املتاس کے جلاب کا
کام کیا۔ سلیمہ پہلے ہی سے اپنی حالت پر متاسف تھی
اور بہت پچھتا رہی تھی۔ ماں جن کے بھروسے پر یہ سب کچھ کیا
دھرا تھا رہیں نہیں۔ باپوں کو ایسے معاملات میں کیا دخل
عورتوں کی باتیں عورتیں ہی خوب جانتی ہیں۔ وہ دل سے چاہتی
تھی کہ کوئی ثالث بالخیر بیچ میں پڑے تو میں کسی نہ کسی طرح اپنی
سسرال چلی جاؤں میکے میں اب میرا ٹھکانا کہاں۔ جہاں دو چ

گو مجھ سے بری نہیں مگر پھر بھی اپنے گھر کی بات کہاں۔ قدر نعمت
بعد زوال سلیمہ اتنے دنوں میکے میں رہ کر خود رائی اور
خودسری کا خوب مزہ چکھ چکی تھی او نگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ بہت
ہی نرم پڑ گئی۔ ؎

آں کہ شیراں را کند روبہ مزاج ٭ احتیاج ست احتیاج ست احتیاج

فہمیدہ نند کو تو ہموار کر چکی تھی مگر بڑی مشکل یہ آن پڑی کہ سلسلہ
جنبانی کس طرح کی جائے اُدھر سے تو کوئی آتا نہیں اور یہاں سے
پہل کرنا سبکی ہے۔ لوگ کہیں گے گرے پڑے کا سودا ہے
اسی سوچ بچار میں تھی کہ میاں سے ذکر کیا اُنہوں نے کانوں پر
ہاتھ دھرے کہ نا صاحب میں اس معاملے میں نہیں پڑتا۔ تم
جانو تمہارا کام جانے۔ تمہارا مطلب کیا یہ ہے کہ میں بہنوئی کی خوشامد
درآمد کروں۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے۔ فہمیدہ نے میاں کی مرضی
نہ پائی تو خاموش ہو گئی لیکن اس طرف سے غافل نہ رہی اُٹھتے
بیٹھتے اس کی فکر ایسی پڑی تھی کہ کسی کنواری کے وداع کی
نہ ہوگی۔ کہ بگڑی کا بنانا بہت مشکل ہے لیکن ہمت اور استقلال
میں خدا نے وہ برکت دی ہے کہ ساری مشکلیں آسان
ہو جاتی ہیں۔

ساتویں فصل سلیمہ کی ساس سلمیٰ بیگم سے فہمیدہ کی پہلی ملاقات وعظ میں

اشتیاقیکہ بدیدار تو دارد دل من
دل من داند و من دانم و داند دل من

ایک دن کا کیا ذکر ہو کہ مولوی محمد سلیمان صاحب پھلواروی کے وعظ میں فہمیدہ کا جانا ہوا وہاں حسن اتفاق سے سلیمہ کی ساس بھی مل گئیں۔ دونوں گلے ملیں اور وعظ کے بعد خود بخود سمدھن ہی نے ذکر چھیڑا جو پہلے ہی سے بھری بیٹھی تھیں۔ آئیں تو جائیں کہاں۔ مولوی صاحب کا وعظ تو جیسا تھا ویسا تھا ان کا لکچر البتہ دکھتی چوٹ کی ٹھیس تھی۔ بہو کی طرف سے اُن کا دل ایسا پھٹ گیا تھا کہ پانچ برس کے فصل نے بھی اس زخم کو مندمل نہ کیا۔ فہمیدہ نے دل میں کہا کہ اس وقت پرائی جگہ ان سے بحث مباحثہ کرنا ایسا ہی جیسا گرم توے پر تیل چھڑکنا کسی اور وقت پر اِس بات کو اُٹھا رکھنا مناسب ہی۔ اُس وقت تو یہ کہکر بات کو ٹال دیا کہ آپ جو کچھ ارشاد فرماتی ہیں بالکل بجا ہی۔ ساس اور ماں میں فرق ہی کیا ہی وہ ناتجربہ کار اور نادان ورنہ اس ہڈرے کو کیوں

پہونچتیں۔ ان شاء اللہ میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر ان کی طرف سے عذر معذرت اور عفو قصور چاہوں گی۔ از خورداں خطا واز بزرگاں عطا۔

سمدھن۔ اے توبہ توبہ! تم خواہ مخواہ شرمندہ کرتی ہو۔ اور کانٹوں میں گھسیٹتی ہو۔ کہیں الٹے بانس بریلی چڑھے ہیں۔ میں خود (انگلیوں پر گن کر) آج جمعہ ہے۔ ہفتہ ایک اتوار دو پیر تین منگل چار بدھ پانچ ان شاء اللہ جمعرات کو زندگی بخیر آؤں گی تم تکلیف نہ کرنا یہ گھر وہ گھر جدا تھوڑی ہی ہے۔

فہمیدہ۔ اجی اندھا کیا چاہے دو آنکھیں۔ تشریف لائیے اور ضرور آیئے۔ بھلا ہمارے نصیب ایسے کہاں کہ آپ کے قدم ہمارے غریب خانے تک آئیں۔

وعظ کے بعد فہمیدہ اپنے گھر آئی اور میاں سے ساری سرگزشت دہرائی کہ بگڑی بات بن آئی۔ میاں بھی بیوی کے اس جوڑ توڑ اور حسن تدبیر سے نہال نہال ہو گئے۔ ڈر تھا کہ کہیں بڑی نند صاحبہ یہ سن کر نہ بگڑ بیٹھیں کہ ان کو کیوں سر چڑھا کر لائیں۔ لیکن نہیں وہ بھی نیکی ہی کے دم میں تھیں۔ منہ سے تو کچھ نہ کہا مگر ان کے چہرے سے بھی کچھ یہ امر خلاف مرضی ہوتے کے

آثار معلوم نہ ہوئے۔

آٹھویں فصل سلیمہ کی ساس فہمیدہ سے ملنے آئیں اور سب معاملہ طے ہو گیا

رواق منظر چشم من آشیانۂ تست
کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست

جمعرات کے دن سویرے ہی سے فہمیدہ منتظر بیٹھی تھی کہ سمدھن اب آتی ہیں جب آتی ہیں۔ جب دوپہر ہونے آئی اور وہ نہ آئیں تو فہمیدہ نے ماما کو دوڑایا کہ بی ذرا جا کے دیکھنا کہ کیا بات ہے جو سمدھن اب تک نہ آئیں انھوں نے تو آنے کا پکا وعدہ کیا تھا۔ ماما سر پر برقعہ ڈال گئی۔ مکان کچھ دور نہ تھا الٹے ہی پاؤں واپس آ کر کہا کہ بیوی جی ظہر کی نماز پڑھ کے آئیں گی۔ فہمیدہ نے یہ سمجھ کر کہ سویرے آئیں گی دوپہر کے کھانے کا بھی انتظام کر لیا تھا وہ بے کار گیا۔ دو بجتے بجتے دروازے پر کہاروں نے آواز دی "سواری اتروالو" فہمیدہ جلدی جلدی ڈیوڑھی میں جا سمدھن کو اتروا لائی۔ پیش دالان میں گاؤ تکیے سے لگا اُن کو بٹھلایا اور خود پائیں میں بیٹھ پان بنانے لگی

گرمی کے پتے دن خس کی ٹٹیاں چھڑکی گئیں۔ فراشی پنکھا جھلا جانے لگا۔ سمدہن کئی برس کے بعد اس گھر میں آئی تھیں اور تریک کن انکھیوں سے اِدھر اُدھر دیکھتی رہیں۔ اور دل ہی دل میں کہتی رہیں۔ واہ رے سلیقہ اور ایک ہماری بہو صاحب ہیں۔ سمدہن کی زندگی میں سلمیٰ بیگم کو اس گھر میں بارہا آنے کا اتفاق ہوتا رہتا تھا اسی گھر میں جدھر دیکھو کوڑے کے ڈھیر۔ فرش اول تو ہوتا ہی نہ تھا اور اگر کسی صحنچی میں ہوا بھی تو میلی چکٹ چاندنی جس پہ ننگے پاؤں کے دھبّے اور تیل کے چکتّے ایسے کہ بیٹھنے کو بھی دل نہ چاہے۔ گاؤ تکیہ تھا تو ضرور مگر سر کے تیل سے گلوئیں کا ایک دوسرا غلاف چڑھ گیا تھا۔ پٹاری تھی مگر کتھے چونے میں لت پت۔ اُگالدان ایسا کہ تھوکنے کو بھی دل نہ چاہے۔ سیلابچی شاید کسی کونے کھدرے میں پڑی جھک مار رہی ہو گی ہم نے تو جب ہاتھ دھوئے اُٹھ کر زرہ پہ۔ یا اب یہ گھر وہ گھر ہی نہیں معلوم دیتا۔ گھر دُلہن بنا ہوا ہو۔ ہر چیز سلیقے سے اپنے اپنے قرینے سے دھری ہو۔ غرض فرش ایسا صاف ستھرا کہ دھبّے تو دھبّے سلوٹ کا بھی نام نہیں۔ سفید برف سی چاندنی بچھی ہوئی اُس پر چاروں طرف میز فرش دھرے ہوئے۔ بیچ میں گاؤ تکیہ لگا ہوا

پٹاری ہو کہ سلیقے سے سجی سجائی لال قند کی گردی اوپر سے سفید
چین کے پھول بنے اندر روئی دار گھیا بچھا ہوا کتھے چونے کی
کلھیاں صاف ستھری۔ چھالیہ باریک کتری ہوئی۔ چوگھڑا الائچیاں
ڈبیہ میں لبالب بھری۔ لگن میں ڈبیاں بٹوے پڑے ہوئے کوارے ناگر
پان قند کی صافی میں لپٹے ہوئے۔ چاندی کا خاصدان پٹاری کا
اگالدان۔ چوکی پر لوٹے ایسے چمک رہے ہیں جیسے چاندی کے
وضو کا الگ۔ پاخانے پیشاب کا جدا۔ صراحیاں کوری کوری۔ شیشہ صاف پیالے
لپٹی ہوئی لٹکنوں پر دھری۔ مٹکے گھڑونچی پر صاف ستھرے منجھے منجھائے
جن پر چینیاں ڈھکی ہوئی اوپر تام لیٹ اور ڈونگا رکھا ہوا۔ پینے کا پانی
ایک بیچ میں الگ۔ انگنائی ایسی جیسے آئینہ۔ ڈھونڈھے تو ایک تنکا
بھی نہ ملے۔ باورچی خانہ صاف۔ پاخانہ دھلا دھلایا۔ غرض پورے
گھر کو آئینہ بنا رکھا تھا جس قدر تعریف کی جائے تھوڑی ہے۔ فہمیدہ
پان وان بنا خاصدان میں گلوریاں (جن میں چاندی کی کیلوں کا
گچھا لگا ہوا تھا) اور ایک چھوٹی سی چاندی کی ڈبیہ میں رام پوری
زردہ رکھ سامنے لے جا مؤدب کھڑے ہو کر پیش کر مسند کے
سامنے بیٹھ گئی۔ تب یوں سلسلہ سخن شروع ہوا:-

فہمیدہ۔ اللہ اکبر آپ نے تو بڑی راہ دکھائی۔ دروازے کی

طرف دیکھتے دیکھتے پہر سے تو دوپہر سے پہر ہو گئے۔ میں تو سمجھی کہ
شاید آپ بھول گئیں اور آج نہ آئیں۔

سمدھن۔ نہیں بنو! بھولی وولی تو نہیں آتی ہیں صبح سویرے
ہی مگر تم جانو گھر کا کھٹراگ ایسا لگا ہوا ہے مجھے تو کہیں آنا جانا بھی
دوبھر ہے۔ میرے سوائے گھر میں رہنے سہنے والا اور
ہے کون۔ لڑکیاں ماشاءاللہ اپنے اپنے گھروں میں ہیں کبھی مہمان
داخل آنکلیں تو آنکلیں۔ رہی چھوٹی بہو وہ بچہ ہے بس گھر کا سارا کام
دھندا مجھ بڑھیا کے سر ہے جس کی وجہ سے ایسی سرگردان حیران
و پریشان رہتی ہوں کہ کچھ کہا نہیں جاتا۔ ماما کوئی ڈھنگ کی ملتی
نہیں خدا سلامت رکھے بیٹے کو جب بلا محنت و مشقت کے
وہ نوکری سے زیادہ یوں کمالیں تو نوکری کرے اُن کی بلا۔
اسی وجہ سے میں نے کہیں آنے جانے کی قسم کھالی ہے۔
پر محلے تو پر محلے میں تو ہمسائی کے ہاں کھڑے کھڑے بھی نہیں
جاسکتی۔ بہت ہوا کھڑکی میں سے جھانک لیا دو باتیں کرلیں اور
وہ بیچاری دن بھر میں کئی کئی پھیرے کرتی ہیں۔ تمہارے ہاں
آنے کے خیال سے جلدی جلدی پکوا رندھوا سب کو کھلا پلا کر
اب جاکر کہیں فراغت ملی۔ ظہر کی نماز پڑھی جب کہیں چھٹکارا ملا

اب شام کے کھانے پکانے کی فکر لگی ہوئی ہو۔ میں نہ جاؤں تو سارا گھر اوندھ جائے۔

ف۔ جی ہاں۔ گھر والیوں کے ساتھ تو سب تھپے لگے ہی ہوئے ہیں۔

س۔ نوج! اِس طرح کوئی گھر کا جنجال ہو۔ لوگ اسی دن کے لیے بہوؤں کے آنے کی خوشی مناتے ہیں کہ وہ آئیں گھر سنبھالیں اور ہم بڑے بوڑھوں کا ہاتھ بٹائیں۔ سو تم جانتی ہو کہ اُنھوں نے سسرال کے گھر کو گھر ہی نہ سمجھا اور پانچ برس ہونے آئے کہ میکا آباد کیا۔ میں ٹُنڈ مُنڈ اکیلی گھر میں پڑی رہتی ہوں۔ لڑکا اپنی نوکری پر ہے۔ بڑے میاں ہوئے نہ ہوئے برابر۔ دن بھر باہر گھر میں تو قدم ہی نہیں ٹکتا۔ جب دیکھو تو امکا بیٹھا ہے ڈھمکا بیٹھا ہے۔ بڑی رات گئے گھر میں آئے اور پڑ رہے۔ نہ اپنی کہی اور نہ دوسرے کی سُنی۔ گھر کیا ہوا سرائے ہوئی۔ چھوٹی لڑکی ہوئی نہ ہوئی برابر۔ اوّل تو وہ بچہ اُس سے میں کیا بات کروں دوسرے چراغ میں بتّی پڑی لاڈو میری تخت چڑھی جو شام سے مُردوں سے شرط باندھ کے سوتی ہے تو صبح کو بھی جھنجوڑے سے اُٹھتی ہے۔ ماما پکار رہی ہے۔ اپنے

گھر چل دیتی ہی۔ اتنا بڑا ڈھنڈار گھر اور میں اکیلی۔ پڑے پڑے رات اجیرن ہو جاتی ہی۔ اب تمھیں غور کرو کہ مجھے کس کی دلجمعی ہی۔ میرے پاؤں میں تو اس لڑکی کی ایسی بیڑی پڑی ہی کہ نہ ہلنے کی نہ جلنے کی۔ کہیں اس کا نصیبہ کھل جائے تو پھر میری اکیلی جان کا کیا ہی۔

ف۔ جی ہاں بجا ہی۔ گھر کی رونق تو آدمیوں سے ہی ہوتی ہی اکیلا نہ ہنستا بھلا نہ روتا۔

س۔ پھر میں آدمی کہاں سے لاؤں۔ تم سن تو چکیں کہ آدمی تو گھس لگانے کو بھی میسر نہیں۔ یہ کچھ میرے بس کی بات ہی بہو ہوتیں تو گھر کی رونق ہی کچھ اور ہوتی۔ مجھے کچھ بھی معلوم نہ دیتا۔ لڑکی بالیوں کی بڑی بستی ہوتی ہی۔ اور وہ موئی کوئی بات بھی ہو جس پر بگڑ بیٹھیں اور میل کا بیل بنا دیا۔ ذرا مجھے بتاؤ تو کہ وہ کون سا گھر ہی جہاں موافق اور ناموافق اتفاقات پیش نہیں آتے مگر وہی مثل ہی کہ بڈھا ڈرائے مرنے سے اور جوان ڈرائے بھاگنے سے۔ بات بات پر۔ بوا۔ گھر چھوڑا کریں تو دنیا کاہے کو بسے۔ جو بہو سسرال کو اپنا گھر نہ سمجھے اور آتے دیر نہیں کہ جانے کا تقاضا اُس سے کیا اُمید ہو سکتی ہی۔ ہاں یہی

اُمید ہو سکتی ہی جو تم دیکھ رہی ہو۔ میری تو زبان جل جائے جو میں نے انھیں آدھی بات بھی کہی ہو۔ سامنے بیٹھی ہیں نا بلاؤ پوچھ لو ایمان تو وہ بھی نہ نگل جائیں گی۔ ہاں میاں بیوی میں کیا اَن بَن رہا کرتی تھی خدا کو معلوم ہے اُن سے خفا وہ اِن سے ناراض بیکان ہاں ہمارے بھی گنہگار ہیں۔ مفت میں بات کا بتنگڑ بن گیا۔ بہو بیگم کو لاکھ سمجھاتی رہی منت خوشامد کرتی کی کرتی رہی مگر وہ جو آ بیٹں تو پھر جائیں کہاں۔ اپنی ضد اور ہٹ کی پکّی ہیں۔ اُنہوں نے بڑھیا ساس کے سفید چونڈے کی ذرا بھی شرم نہ رکھی۔ مُلّا کی دوڑ مسجد ڈولی منگا یہ جا وہ جا۔ میں منہ دیکھنی کی دیکھتی ششدر رہ گئی کہ لڑکے کو کیا جواب دوں گی۔ ایمان ہو تو جہان ہی مجھے بھی مرنا ہی میرے بھی آگے بیٹیاں ہیں مشکل یہ آن بنی ہی کہ میرے لڑکے کا مزاج بھی تیز ہی جب دونوں کا یہ حال ہو تو نباہ محال۔ ہاں ایک نرم ایک گرم ہو تو نبھ بھی جائے۔ کبھی تم نے ایک بات آئی گئی کر لی کبھی لڑکا پی گیا تو کانوں کان خبر بھی نہ ہو۔ وہ کون سے میاں بیوی ہیں جن میں شکر رنجی نہیں ہوتی۔ ہوتی ہی اور ضرور ہوتی ہی کہیں کم اور کہیں زیادہ مگر اس طرح چھٹم چھٹا تو ہم نے سُنی نہیں۔ لڑکا باہر گیا ہوا تھا جب آیا تو اُلٹا مجھ پہ

ظلم توڑنے لگا کہ تم نے جانے کیوں دیا۔ بھلا میں کیا دھینگا مُشتی کرتی۔ یا دست و گریبان ہو جاتی۔ بگڑا تو وہ بہت کہ میں ابھی جا کر گھسیٹ لاتا ہوں مگر میں نے اُسے بہت سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کیا اور خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ میں جب کبھی بولی ہوں انھیں کی طرف اور انھیں کے کارن اُن سے بھی بُری بنی اور اب بھی خدا جھوٹ نہ بلوائے بیسیوں دفعہ اُسے لعنت ملامت کی ہی لیکن اُسے کچھ ایسی جھجک سی پڑ گئی ہی کہ یہاں آنے سے جی چُراتا ہی ورنہ بیوی کا دم اب بھی بھرتا ہی۔

ف۔ آپ کو خدا نے بڑا اور بزرگ بنایا ہی وہ آپ کے بیٹے اور یہ آپ کی بہو۔ آپ دونوں کی مالک و مختار ہیں جو چاہے سو کریں۔ آپ جانتی ہیں کہ اماں جان بے چاری تو گزر گئیں یہاں بھی اب کس کا سہارا رہ گیا ہی۔ میں نے آپ کی بہو کو بہت کچھ سمجھا بجھا دیا ہی اور آپ نے تو دولھا بھائی کو پہلے ہی دھیما کر دیا ہی۔ بس اب دیر کیا ہی بسم اللہ کیجئے اور اپنی بہو کو بلوا لیجئے میکے کو جو بیاہی ہوئی لڑکی اپنا گھر سمجھے وہ نادان۔ اصل گھر تو سسرال ہی ہی جہاں عمر تیر کرنی ہی۔ ہاتھی پھرے گاؤں گاؤں جس کا ہاتھی اُسی کا ناؤں۔ ماں اور ساس بیٹی اور بہو میں فرق

ہی کیا ہے۔ ان کی ناتجربہ کاری اور سچ پوچھیے تو کم عقلی تھی جو جلدی کر بیٹھیں اور اپنا بنا بنایا گھر بگاڑ لیا۔ اب ماشاء اللہ سمجھ آگئی ہے آگے کو کان ہوئے ان شاء اللہ آپ دیکھیں گی تو ان کو آپ وہ بہو ہی نہ پائیں گی۔ بلکہ لونڈی کو آپ کی تابع داری میں عذر ہو گا اور ان کو نہ ہو گا۔

س۔ اے خدا نخواستہ لونڈی باندی کا کیا ذکر۔ مجھے تو اللہ جانے یہ داہنا ہاتھ اور اپنی لڑکیاں برابر ہیں۔

فہمیدہ اور سمدھن کی گفتگو کو سلیمہ پاس صحنچی میں بیٹھی ہوئی کان لگا کر غور سے سن رہی تھی اور دل ہی دل میں ڈر رہی تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بھابی جان ساس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر سوار کرا دیں تو کل کلاں کو طعنہ دینے میں آئے کہ بڑی ناک سے گئی تھی آخر ہار کر جھک مار کر آپ ہی آئی۔ بلایا کس نے تھا۔ بن بلائی احمق لے دوڑی صحنک کہ اتنے میں فہمیدہ نے یوں بات نکالی کہ اچھا اب تو آپ کا دل صاف ہو گیا نا یا اب بھی کچھ باقی ہے۔

سمدھن۔ لاحول ولا قوۃ۔ میرے دل میں تو پہلے کچھ تھا نہ اب ہے۔ بلاؤ میں ابھی گلے لگا لوں۔

یہ سنتے ہی فہمیدہ اُٹھی اور صحنچی میں جا بھاوج کو بلا لائی۔ اِس طرح کہ آپ آگے آگے اور وہ دبی دبائی سمٹی سمٹائی پیچھے پیچھے سلیمہ نے ساس کو جھک کر سلام کیا۔ ساس نے کھڑے ہو کر گلے لگا کر چپٹ چپٹ بلائیں لیں۔ دعا دی بوڑھ سہاگن سائیں جیئے کلیجہ ٹھنڈا رہے۔ اللہ عمر کا بچہ دے سلیمہ نے ساس کے سامنے کچھ بات نہ کی اور بات کا موقع بھی نہ تھا۔ جب تک بیٹھی رہی طرفین سے ایک عالم سکوت رہا۔ تھوڑی دیر بیٹھ سلام کر سلیمہ پھر صحنچی میں چلی گئی۔ تیسرے پہر کا وقت آیا۔ سمدھن نے عصر کی نماز پڑھی اور جانے کی طیاریاں کرنے لگیں۔

فہمیدہ۔ الٰہی خیر! آپ تو جانے کی ایسی جلدی مچا رہی ہیں جیسے کوئی دودھ پیتا بچہ گھر میں مچل رہا ہو۔ ابھی تو آپ کو آئے دیر ہی کون سی ہوئی ہے تو آپ سے دل کھول کر بات بھی نہ کر سکی۔ اوّل تو آپ اتنی اویر کرکے آئیں اور ابھی سے جانے کا تقاضا شروع کر دیا۔ یہ گھر شاید آپ کا نہیں کسی غیر کا ہے لیکن غیر ہی سہی ہو تو آپ کی ہیں۔ دوپہر کا کھانا آپ نے کھایا نہیں گھر سے نوش جان فرما کر آئیں۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہو کہ بین

سمدھیانے سے آپ کو بے کھلائے جانے دوں۔

سمدھن۔ دودھ پیتا بچہ تو میرے کوئی بھی نہیں ہاں سَو دو دو پیتوں کی وہ ایک لڑکی! اتنے بڑے دھنڈار گھر میں گھبرا رہی ہوگی۔ دن تو خیر مگر رات کو وہ ٹھیر نہیں سکتی۔ ورنہ مجھے کیا بھاگڑ لگی ہیں تو خوشی سے ٹھیر جاتی۔

ف۔ اچھا تو پھر آپ لڑکی کو ساتھ کیوں نہ لیتی آئیں؟

س۔ اے بوا۔ رسم و رواج سے لاچار ہوں۔ جان جوان لڑکی کو کہاں کہاں ساتھ لیے پھروں۔

ف۔ خیر اب بلوا لیجیے۔ مکان ایسا کون سا دور ہی دو پیسے ڈولی پر تو گھر ہی۔ آپ فرمائیں تو میں نصیبن کو دوڑا دوں۔

س۔ نہیں اب کیا موقع ہی دونوں وقت ملتے ہیں۔ بس اب تم اجازت دو پھر کبھی آجاؤں گی۔

ف۔ واہ واہ خوب! بھلا یہ کہیں ہوسکتا ہی کہ میں آپ کو بے منہ جھٹا لے جانے دوں۔ آپ چاہے برا مانیں یا بھلا۔ بن کھلائے تو میں نہ جانے دوں گی۔ مجھے وہم آتا ہی۔ خدا سلامت رکھے دولھا بھائی اور دلہن کو یہ بھی کوئی بات ہی۔ بھلا سمدھیانے سے اس طرح کوئی جاتا ہوگا۔

سمدھن جو بات جوڑنے آئی تھیں نہ توڑنے جاتے جاتے رک گئیں اور آئی اوائی ڈولی واپس کردی اور کہلا بھیجا کہ میں عشا کی نماز کے بعد آؤں گی۔ سمدھن جب سے آئیں فہمیدہ کو سکی تک نہیں مگر مامائیں ایسی سدھی ہوئی تھیں کہ اشاروں ہی اشاروں میں سب کام ہو گیا۔ بعد مغرب چھوٹے دالان میں سفید براق دسترخوان بچھا جس پر دو بڑے بڑے ہنڈکس کی ڈبل بتی کے لمپ روشن تھے۔ کھانا چنا گیا۔ بڑی نند چھوٹی نند دونوں کو بھی بلا لیا۔ اور خود اس طرح چاروں بیویاں دسترخوان پر تھیں سمدھن کے ہاتھ خود فہمیدہ نے دھلائے۔ وہ نہیں ہی نہیں کرتی رہیں مگر اس نے ایک نہ مانی اور کہا تو یہی کہ یہ تو میری عین سعادت ہے۔ گو ان لذیذ کھانوں میں ہم شریک نہ تھے مگر خیر ایک نظر جھانک تو لیں۔ آلو کا سالن جس میں بڑے بڑے آلوؤں کے دو دو قتلے تھے۔ جن کا جگہ تک لال تھا۔ شور با خوش رنگ جس پر دو دو انگل گھی کھڑا تھا۔ خوشبو ایسی جیسے دیگ کے پکے ہوئے۔ کھڑا قورمہ جس میں لمبی لمبی ثابت لال مرچیں پڑی ہوئی۔ شامی کباب جس میں ادرک۔ انڈے کی سفیدی۔ پنیر کتری ہوئی پیاز۔ ہری مرچیں۔ پودینہ بھرا ہوا تھا۔ لال لال

سرخ سرخ پھولے پھولے گرما گرم تلے ہوئے - بازار کے سیخ کے کباب جس پر ادرک اور پیاز کے بال سے باریک لچھے کترے ہوئے - ہری مرچیں اور نیبو اور کھٹائی پڑی ہوئی - پراٹھے دعوت خانی گیہوں کے پرت دار سفید لال چتیاں پڑی ہوئی - چپاتیاں ایسی کہ کوے کے پر کو باندھ کے اڑا دو دو گوشتہ قورمہ پلاؤ پیلی بھیت کے چانولوں کا جس میں زعفران کے سوا ثابت انڈے بھی پڑے ہوئے تھے - زردہ - بالائی - مٹھائیوں میں - قلاقند - موتی پاگ - ملائی کے لڈو - دہی کے خورے - سرکہ کی میٹھی چٹنی - دھوپ لیموں کا اچار - ہری مرچیں کترے ہوتے نیبو (لیموں) سب کھانے خوشبو سے لذیذ معلوم دیتے تھے - ہم کو تو کون کھلاتا مگر دور سے دیکھ کر جی ہمارا بھی للچایا - ادھر کھانا ختم ہوا اُدھر نصیبن ایک بیسن دانی میں بیسن اور مرادآبادی چلمچی اور آفتابہ جیسے چاندی کا ڈلا لائی سب ہاتھ دھلائے - کھانا ختم ہوتے ہی پانوں کی گلوریاں طیار - کھانے کے بعد دلہن اور چھوٹی لڑکی پھر ہٹ گئیں - سمدھن سے فہمیدہ نے خود چھیڑا کہ ہاں تو جناب پھر کیا رہی ؟

سمدھن - (چیندرا کر) کس بات کی کیا رہی ؟

ف۔ ای وہی آپ کی بہو کا معاملہ۔

س۔ ای معاملہ واللہ کا ہے کا۔ کچھ خدانخواستہ دلوں میں بیر تھوڑی ہی۔ بسم اللہ میرے ساتھ کردو میں سر آنکھوں پر بٹھا کر ابھی لیئے جاتی ہوں۔

فہمیدہ نے دل میں سوچا کہ یہ تو گرے پڑے کا سودا ہوا ایسا نہ ہو کہ مجھے بات دینی آجائے۔ خلق کا حلق کس نے بند کیا ہی۔ لوگ کہیں گے کہ بھاوج نے اپنی خاطر نند کو گھر سے نکال باہر کیا۔ نیکی برباد گنہ لازم۔ فہمیدہ نے سمدھن سے کہا کہ پھر اسمیں مجھے کیا عذر ہو سکتا ہی۔ مال آپ کا ہی جب چاہے شوق سے لے جائیں۔ آنکھوں سکھ کلیجے ٹھنڈک ہم تو یہی چاہتے ہیں کہ یہ کسی طرح اپنے گھر میں آباد ہوں۔ میں آپ کو اپنی ماں کی جگہ سمجھتی ہوں۔ آپ عمر عقل ہر اعتبار سے مجھ سے بڑی ہیں۔ مجھے تو اسمیں کچھ بھی عذر نہیں ابھی ساتھ کر دیتی مگر بات وہ ہونی چاہیئے جس پر لوگ نام نہ دہریں۔ پانچ برس سے یہ روٹھی بیٹھی ہیں یکایک ان کا اس طرح چلا جانا کچھ دل کو نہیں بھاتا غالباً آپ بھی میری رائے سے متفق ہوں گی۔

س۔ پھر صاف صاف کہو نا کہ تم چاہتی کیا ہو۔ مجھے رات زیادہ

ہوتی ہو۔

ف میں آپ کے سامنے کیا عرض کرسکتی ہوں۔ ماشاء اللہ آپ دنیا کے نشیب و فراز سے مجھ سے کہیں زیادہ واقف ہیں آپ کے آگے بٹی بیٹیاں ہیں میرا معاملہ ہوکا ہو۔ بھلی کی تو خدا نے اور بری کی تو بندے لے۔ میں اس طرح جیجیا نے اِن کو بھیج دوں گی تو کل کلاں کو لوگ سبھی ہی کہیں گے کہ آخر بھاوج تھی نا نند کو نہ دیکھ سکی سسرال میں پہنچوا دیا۔ تو اِس سے ناحق میرے میاں کے دل میں بھی میری طرف سے بل پڑے گا۔ میری صلاح یہ ہی کہ دُنیا جہان کا جو دستور ہو وہ کیا جائے۔ یعنی دولہا بھائی گھڑے آئیں اور اپنے ساتھ سوار کرا کے لے جائیں چشم ماروشن دل ماشاد۔

س ۔ (کچھ دیر سوچ کر) اچھا تو میں لڑکے سے کہوں گی دیکھوں وہ اِس بات پر راضی ہوتا ہی یا نہیں۔

ف ۔ کہنے سننے کو تو میں جانتی نہیں۔ آپ دل پر لیں تو کچھ بات نہیں۔ دولھا بھائی ماشاء اللہ سمجھ دار ہیں۔ وہ آپ کے کہنے سے کب باہر ہیں۔

مشکل ز توجہ تو آساں ٭ آساں ز تغافل تو مشکل

س۔ ہاں ہاں ہزار حصے تو وہ میری مانے گا پھر بھی میں اُس کا عندیہ تو لے لوں۔

ف۔ پھر بات تو کچھ ڈھا ہی میں رہی نا آپ کے ہاتھ ساری بات ہے آپ ہم سب کی بڑی ہیں۔

س۔ ہاں تو میں کہہ تو رہی ہوں ناکہ ان شاء اللہ لڑکے کو کل بھجوا دوں گی۔

اتنے میں کہاروں نے آواز دی "ڈولی آ گئی ہے سوار ہو جاؤ"

فہمیدہ دروازے تک ساتھ گئی اور سمدھن ہنسی خوشی سوار ہو گئیں۔

نویں فصل۔ سلیمہ کے شوہر (سلیم) کا ماں کے سمجھانے سے سسرال جانا اور بیوی کو منانا

رکاؤ خوب نہیں طبع کی روانی میں
کہ بو فساد کی آتی ہے بندپانی میں

ماں اتنی رات گئے گھر پہنچیں کہ سلیم سو گیا تھا۔ چھوٹی بہن سے اُس نے پوچھا اماں آج کہاں گئی ہیں اور کب تک آئیں گی بہن نے کہا مجھے تو خبر نہیں۔ سلیم صبح سویرے ماں کے پاس گیا سلام

کیا اور بیٹھ گیا۔

بیٹا۔ اماں۔ آپ کہاں گئی تھیں اور رات کب آئیں؟

ماں۔ تم جانتے ہو کہ میں کہیں آؤں نہ جاؤں۔ بھلا مجھے گھر سے نکلنے کی فرصت ہے؟ جمعہ کو وعظ میں گئی تھی وہاں تمہاری سلیچ مل گئیں وہ تو کچھ ایسی ملنسار لڑکی ہے کہ میں کیا کہوں اُس کے اصرار پر کل میں تمہاری سُسرال چلی گئی تھی۔

بیٹا۔ میری سُسرال!

ماں۔ ہاں تمہاری سُسرال۔ خیر تو ہے سُسرال کے نام سے تم نے کان کیوں کھڑے کیے۔ خدا رکھے ماشاء اللہ سُسرال تمہاری بیوی کے دم سے ہے۔ اللہ تم دونوں کا جوڑا سلامت رکھے گھس پس پُرانا ہوا تم نے بیوی کو چھوڑ رکھا ہے مگر مجھے تو بن نہیں آتی۔ تمہاری خانہ بربادی مجھ سے دیکھی نہیں جاتی۔ ہر چیز کی آخر ایک انتہا ہوتی ہے۔ اللہ اکبر پانچ برس تک تم نے کروٹ نہ لی۔ تم نے بیوی کی طرف سے پتھر کا کلیجہ کر لیا۔ میاں بُرا نہ ماننا تم نے تو بجوڑوں کو بھی مات کیا۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ میں بہو کی حمایت لے رہی ہوں۔ تم سے وہ ہیں اُن سے تم نہیں ہو۔ میاں بیوی میں کھٹ پٹ ہو بھی جایا کرتی ہے مگر اِس طرح اگر میاں بات بات پہ

بیویوں کو چھوڑ دیا کریں تو بس دنیا کا کارخانہ تو چل چکا۔

بیٹا۔ تو میں نے چھوڑا تھوڑی ہی۔

ماں۔ چہ خوش! چھوڑنے کے سر پر شاید کچھ سینگ ہوتے ہیں۔

بیٹا۔ تو اس میں میرا کیا قصور؟

ماں۔ وہ کسی کا بھی قصور ہو تمہارا یا اُن کا اس سے بحث نہیں لیکن تم مرد ہو خدا نے تم کو برتری دی ہی۔ مردوں کا دل بڑا ہوتا ہی عورتوں کا دل ننھا سا۔ اگر بیوی سے خطا بھی ہوئی تھی تو وہیں آئی گئی کر دینا تھا کہ اس طرح ناک نہ کٹتی۔ یہ رشتے دشمناگی کے تھوڑی ہیں کہ بات کو گرہ باندھ لیں۔

بیٹا۔ تو کیا میں نے اُن کو نکالا یا وہ باوجود آپ کی ممانعت کے خود چلی گئیں۔

ماں۔ اری تو بھئی میں یہی تو کہتی ہوں کہ اگر اُس لڑکی میں ذرا بھی عقل ہوتی تو یہ نوبت ہی نہ آتی۔ تم نے اُس کی گھڑی بھر کی بیوقوفی اور غور ہی جوش کا یہ بدلہ لیا کہ پانچ برس کو ٹیخ دیا۔ میں نے لاکھ سر پٹخا۔ بارہا تم کو سمجھایا مگر تم نے اُدھر کا رستہ ہی چلنا چھوڑ دیا۔ تم الگ رہے ہیں وہ الگ رہی گئی۔ لوگ کہتے ہیں کہ ساری کارستانی ساس کی ہی ہی۔ میں نے ہی گھر کھوایا اور خدا بہتر جانتا ہی یا تم

جانتے ہو کہ میں نے تم میاں بیوی کے معاملہ میں شروع ہی
سے دخل نہیں دیا۔ تم دونوں خدا جانے کیا لڑے کیا جھگڑے
میرے فرشتوں کو بھی خبر نہیں اور بلا پڑی میرے سر۔
بٹیا۔ اچھا تو آپ بہو سے مل لیں؟
ماں۔ ملنے کو دشمنا گی ہی کب تھی تم نے دل کڑا کر لیا۔ میں ایسا
دل کہاں سے لاؤں۔ خدا تین گناہ معاف کرتا ہے تم بندے ہو کر
ایک گناہ بشرطیکہ وہ گناہ بھی ہو معاف نہیں کر سکتے۔ اور بات کو اس طرح
پکڑ لیا ہے کہ کسی طرح دل سے نکلتی ہی نہیں۔ بٹیا۔ درعفو لذتیست کہ
در انتقام نیست۔ حالی نے کیسی اچھی رباعی لکھی ہے:۔
موسیٰ نے یہ کی عرض کہ اے بارِ خدا ✤ مقبول ترا کون ہے بندوں میں سوا
ارشاد ہوا بندہ ہمارا وہ ہے ✤ جو لے سکے اور نہ لے بدی کا بدلا
حدیث شریف میں بھی آیا ہے خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِنِسَاءِکُمْ۔ (تم میں
سب میں اچھا وہ ہے جو اپنی عورتوں سے اچھا ہے)
بٹیا۔ تو پھر آخر آپ کیا کرآئیں؟
ماں۔ میں کیا کرتی کراتی۔ کرو نہ کرو تم۔ بیوی تمہاری بگڑے تم۔
میں بے چاری کس شمار قطار میں ہاں آٹے کے ساتھ گھن ضرور
پس گیا۔

بیٹا- تو میں کیا کروں- کیا آپ کا یہ مطلب ہے کہ میں اُن کے آگے ہاتھ جوڑوں ناک رگڑوں؟

ماں- کون کہتا ہے کہ تم ہاتھ جوڑو ناک رگڑو- کیا تمھارے نزدیک بس یہی ایک طریقہ میل ملاپ کا ہے؟

بیٹا- تو پھر آپ ہی بتلایئے نا کہ یوں کہ میں کرنے کو حاضر ہوں-

ماں- میں نے تمھاری دُلہن کو دیکھا اُن کے بھی نتھنے ڈھیلے پڑ گئے کمان اتر گئی ہے ندامت- انفعال شرمساری۔ اُن کے چہرے مہرے چال ڈھال سے مترشح ہے- اگر غیرت مند ہیں گی تو کبھی ایسا نہ کریں گی- یہ سزا اُن کے لیے کچھ کم نہ تھی- جہاں تک میرا خیال ہے وہ کان اینٹھیں گی اور ایسا پھر کبھی نہ کریں گی-

بیٹا- اچھا پھر آپ لے آئی ہوتیں نا-

ماں- ہاں میں تو ضرور لے آتی مگر پھر میں نے یہ سوچا کہ پہلے تمہارے کان پر یہ بات ڈال دینی مناسب ہے اور دوسرے یہ کہ میاں بیوی کا معاملہ کچھ میاں بیوی ہی سے خوب سلجھتا ہے- دو میں تیسرا آنکھوں میں ٹھیکرا- تم خود چلے جاؤ اور بیوی کو سوار کرا لاؤ- مگر دندناتے پھنپھناتے نہ جانا کہ چل تو جلال تو آئی بلا کو ٹال تو- پچھلی باتوں کو تو بیٹا تہ کر دو اور اب آگے کو احتیاط کرو- لڑو بھڑو مگر پھر

ایک کے ایک ہو جاؤ۔ ایسا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ خدا اڑتی رات کرے بچھڑتی نہ کرے۔

سلیم ماں کی گفتگو نہایت غور سے سنتا رہا۔ دل اسکا بھی پسیج گیا تھا۔ پھوڑا پکا ہوا تھا بس ذرا سی ٹھیس کی ضرورت تھی۔ کہ پھوٹ بڑا۔ ماں کے کہنے کی دیر تھی کہ اسی دن مغرب کو سسرال جا پہنچا جذبۂ دل کامرے ہوگا اثر آپ سے آپ + آہی جائیں گے کبھی وہ مرے گھر آپ سے آپ پانچ برس ہو گئے تھے کہ اس نے اس چوکھٹ پر قدم نہ دھرا تھا وہاں اب اسے کوئی جانتا وانتا بھی نہ تھا۔ ڈیوڑھی پر جو آدمی تھا اُس نے پوچھا میاں کیا کہہ کر خبر کروں۔ سلیم نے کہا کہ تم ماما کو تو بلاؤ۔ ماما جو باہر نکلی تو وہ پرانی قدیم بڑھیا نصیبن تھی جس نے سلیمہ کو کھلایا تھا۔ دیکھتے ہی اُلٹے پاؤں پھری اور جا کر بہو بیگم سے کہا کہ بیوی دولہا میاں آئے ہیں۔ فہمیدہ ان کے یکایک آجانے سے سٹپٹا گئی حیران تھی کہ اب کیا کرے۔ غرض جلدی جلدی پردہ کرا اُنھیں کوٹھے والے کمرے میں جو سجا سجایا تھا بلا کر بٹھلایا۔ غنیمت ہو کہ رات زیادہ نہیں گئی تھی سویرا ہی تھا۔ بازار سے کباب۔ ربڑی۔ دو چار قسم کی مٹھائی جھٹ منگوالی۔ گھر میں دو سالن تو معمولاً پکتے ہی تھے جھٹ سوئیاں ڈال لیں اور کھانے کا انتظام

کرلیا۔ سلیم دیر تک اکیلا بیٹھا رہا بات کون کرے۔ فہمیدہ کی ہوت میں کبھی آئے ہی نہیں۔ اور آتے بھی تو پردہ تھا۔ منجھلی سالی اپنی سسرال گئی ہوئی تھی گھر میں لے دے کے بس یہی دو عورتیں تھیں فہمیدہ یا سلیمہ اور ایک چھمّو سو وہ تو بچہ ہی تھی۔ بارے اتنے میں نیاز احمد آ گئے۔ فہمیدہ نے اُن کو آتے ہی کوٹھے پر بھیجا کہ جاؤ دیکھو تو بڑی دیر سے تمہارے بہنوئی کوٹھے پر اکیلے بیٹھے ہیں نیاز احمد نے کپڑے بھی نہیں اُتارے ویسے ہی کوٹھے پر چڑھ گیا اور سالے بہنوئی کی خوب باتیں ہونے لگیں مسا کر گھنٹا سوا گھنٹا سلیم بیٹھا ہوگا کہ اُس نے جانے کی اجازت چاہی۔ فہمیدہ نے ماما سے کہلا بھیجا کہ دولہا بھائی کو میرا آداب کہنا کہ برسوں میں تو آپ نے کرم کیا بھلا جتنے برس آپ تشریف نہیں لائے کم سے کم اُتنے گھنٹے تو آپ مہربانی کرکے بیٹھیں یہ تو آنا نہ ہوا چھدا اُتارنا ہوا۔ آپ تو ایسا گھبرا رہے ہیں کہ گویا یہ گھر گھر ہی نہیں۔ قصور معاف گھر وہی جہاں بیوی ہو۔ اب رات زیادہ آگئی ہی میں آپ کو جانے نہ دوں گی۔ میں سمدھن کو ابھی کہلائے بھیجتی ہوں کہ میں نے دولہامیاں کو روک لیا ہے۔ رات کو یہیں آرام کیجئے اور غریبوں کی دال روٹی تناول فرمائیے۔ سلیم اِس

ارادے سے تو آیا نہ تھا کہ رات کو یہیں رہ پڑے گا تو وہ سمجھا تھا کہ رات کو سوار کرا لاؤں گا لیکن یہ بھی کیا کوئی منہ کا نوالا تھا کوئی کام بھی ڈھنگ سر اچھا معلوم ہوتا ہی۔ سلیم کے اصرار سے وہ پھسل پڑا۔ من چاہے منڈیا ہلائے کا مضمون ہی۔ فہمیدہ نے ادھر تو کھانے دانے کا ٹھیک ٹھاک کر لیا اور ادھر نند کو بنا سنوار دلہن بنا دیا۔ دو خوانوں میں کھانا بھجوایا ماما کوٹھے پر خوان لے کر چڑھی اور اس کے پیچھے ہی سلیمہ بھی دبے پاؤں ٹھٹکتی ہوئی گئی اور کونے سے لگ کر بدن چرا کر بیٹھ گئی بھلا منہ کیا تھا جو چار آنکھیں کر سکتی اس کا دل خود دھک دھک کر رہا تھا کہ دیکھئے کیسی کچھ لتاڑ پڑتی ہی۔ ماما دسترخوان چمچ صراحی گلاس سیلابچی لوٹا رکھ ہٹ گئی۔ پھر ہمیں خبر نہیں کہ میاں بیوی کی کیا بات چیت ہوئی اتنا البتہ معلوم ہوا کہ کھانا ہنسی خوشی دونوں نے کھایا۔ برسوں کے بچھڑے ہوئے خدا شکر ہی کہ مل گئے اور فہمیدہ کی بدولت یہ بگڑا اگھڑا ایا گھر بن گیا۔

گئے وہ دن کہ ناداں نہ غیروں کی وفاداری
کیا کرتے تھے تم تقریر ہم خاموش رہتے تھے
بس اب بگڑے پہ کیا شرمندگی جانے دو مل جاؤ

قسم لو ہم سے گر یہ بھی کہیں کیوں ہم نہ کہتے تھے

صبح سویرے ناشتے کے بعد سلیم اپنی دلہن کو ڈولی سوار کرا کے اپنے گھر لے گیا۔ الٰہی تیرا شکر کہ یہ مرحلہ اس عمدگی سے اختتام کو پہونچا۔

وہ دن اور آج کا دن پھر ہم نے کسی کے منہ نہیں سنا کہ میاں بیوی میں کوئی بات ہوئی ہو جس سے سنا یہی سنا کہ میاں بیوی کا دم بھرتے ہیں اور بیوی میاں کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ یا وہ بے لطفی اور تنفر۔ یا یہ فریفتگی اور شغف۔ خدا کی شان اُس کی رحمت کے قربان۔ اب اس گھر کی خوشی کی تکمیل میں اگر کسر تھی تو صرف ایک اولاد کی تھی سو وہ بھی ہم نے سنا کہ تین برس کے اندر ہی اندر پہلے لڑکا اور پھر لڑکی اللہ نے دی۔ اب کیا پوچھنا تھا میاں بیوی شاد گھر آباد۔ دن عید رات شب برات۔ بی سلیمہ گھی کے چراغ جلا رہی تھیں اور وہی میاں سلیم جو بیوی کے نام سے کانوں پر ہاتھ دھرتے تھے آج بیوی کے پاؤں دھو دھو کے پیتے تھے یا صاف کیوں نہیں کہتے کہ کوڑی کا غلام تھے۔

شکر کہ جنازہ بہ منزل رسید

زورق امید بہ ساحل رسید

دسویں فصل۔ حمیدہ کے شوہر نیاز احمد کیا تھے اور کیا ہو گئے

کچھ نہ پوچھو شباب کا عالم
کیا کہوں کچھ عجب زمانہ تھا

جو آدمی بڑی عمر میں جا کر بگڑتا ہے اُس کا سنورنا از بس مشکل ہوتا ہے
نیاز احمد کو شادی سے کچھ ہی پہلے دنیا کی ہوا یا یوں کہو کہ بُری
صحبت کی ہوا لگی تھی ورنہ وہ بے چارہ تین پانچ کیا جانے۔ خدا بھلا
کرے اس زمانے کے یار دوستوں کا کہ وہ بلا کی طرح چمٹ گئے
اور اُنہوں نے پیٹ بھر کر بگاڑا۔ بازاری عورتوں کے جال سے
نکلنا کچھ آسان کام نہیں۔ جو ان کے کوٹھے پر چڑھا پھر اُس کا اُترنا محال ہے
گھر والیوں کو نہ یہ بناؤ سنگھار آتا ہے جو دل گھسیٹ لیں نہ اُن کی زبان
میں وہ جادو ہے جو سر چڑھ کے بولے۔ وہ ہرجائی دیدہ ہوائی یہ منہ ماری
شرم و حیا کی دیوی۔ وہ چھلبل اور نینا سے نینا لڑانے والیاں۔ ان کی
آنکھ شرم کے مارے اوپر سے نیچے نہ اُٹھے۔ وہ چھری کٹاری سے
دل و جگر کو مجروح کرنے والیاں۔ یہ خود شوہروں پر جان نثار کرنے
والیاں۔ وہ آبرو باختہ عزت و آبرو پر پانی پھیرنے والیاں یہ مرنے

بھرنے والیاں دھن دولت کی جونک یہ اُس کی محافظ و نگہبان۔ وہ ٹیڑھی بانکی یہ سیدھی سادی۔ وہ شر گھر جھانکنے والیاں۔ یہ ایک ہی در پر جان دینے والیاں۔ وہ مکار و غدار جفا کار۔ یہ تابعدار و جاں نثار وفاشعار۔ وہ شوخ و تشنگ یہ بالکل یک رنگ خلاصہ یہ کہ وہ آفت جان اور یہ شوہروں پر قربان۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ نثار احمد کو شاہدان بازاری کا چٹخارہ لگ گیا تھا۔ گھر والی کب خاطر تلے آتی تھی۔ وہ ڈھونڈتا تھا ناز و نیاز نخرے ادا انداز غمزہ اور کرشمے۔ یہاں سادگی میں لاکھ بناؤ۔ گھر کی بہو بیٹیاں یہ چھل بٹے کیا جانیں۔ وہ پرائے مردوں کو پھنسنے والیاں۔ ان میں اپنے ہی مردوں کی سنبھال کی قابلیت نہیں۔ اس آوارگی کے سوائے شراب کی لت بھی پڑ چلی تھی۔ جب دیکھو آنکھیں چڑھی ہوئی مخمور نشے میں چور۔ روپیہ پیسے کی یہ حالت تھی کہ اِدھر تنخواہ آئی اُدھر ختم خرچ زیادہ آمدنی کم۔

قرار در کف آزادگاں ندارد مال ✤ چو صبر در دل عاشق و آب در غربال

بیوی سے وہ ملتا جلتا ضرور تھا مگر بات کرتا تھا اُکھڑی اُکھڑی بیٹھتا تھا یہاں اور دل تھا وہاں۔ اگر فہمیدہ سمجھدار اور دور اندیش نہ ہوتی جیسا کہ آج کل کی بیویوں کا قاعدہ ہے اور لڑنے بھڑنے پر اُتر آتی

تو یقین مانئیے کہ میاں سے ہمیشہ ہمیشہ کو ہاتھ دہو بیٹھتی۔

زہر اُگلے کوئی تو کیجے باتیں شیریں
فتنے کو جہاں تلک ہو دیجے تسکین

اس عارضے کا علاج بالمثل نہیں
غصہ غصے کو اور بھڑکاتا ہو

وہ تھی تو لڑکی ناتجربہ کار مگر خدا نے اُسے عقل کی دولت سے مالامال کیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ ذرا میں نے سختی کی یا کوئی سی بات خلاف مرضی کہی تو لیکن یہ بھڑکا ہوا کبوتر تڑپ کر ہاتھ سے نکل جائے گا۔ ان سب باتوں کو وہ دیکھتی تھی مگر کیا مجال کہ کسی کے آگے منہ سے بھاپ نکالے یا میاں کے منہ در منہ کچھ کہے۔ جوں جوں میاں کھنچتے گئے ووں ووں بیوی جھکتی گئی۔ اپنے تئیے کو مارا اپنی راحت و آرام کو قربان کیا۔ کبھی میاں پر اس بات کو ظاہر بھی نہ ہونے دیا کہ اسے کچھ ان کے کرتوتوں کی خبر ہو۔ جب اور جس حالت میں اور جس وقت میاں گھر میں آئے نہایت خندہ پیشانی سے اُن کو لیا جو کہا سو مانا کبھی میاں کی بات نہ کاٹی۔ وہ بات ہی نہ کہی جس سے میاں کا دل دکھے۔ فہمیدہ بگاڑ۔ لڑائی اور دباؤ سے میاں پر قابو حاصل کرنا نہیں چاہتی تھی۔ بلکہ اطاعت۔ خدمت گزاری اور فرمان برداری سے۔ جب خوش مزاج پایا مخالفانہ طور پر نہیں۔ شکایت کے طور پر نہیں۔ طعن و تشنیع سے نہیں۔ جلی کٹی باتوں سے نہیں۔ بلکہ

خیر خواہانہ۔ ہمدردانہ۔ مخلصانہ طریقے پر محض بطور حکایت نہایت نرمی۔ نہایت منّت سماجت عجز و الحاح سے نشیب و فراز سمجھایا جب دیکھا کہ بات بڑھتی اور ناگوار خاطر ہوتی ہو وہیں اُسے چھوڑ دوسری بات چھیڑ دی۔ پھر جب کبھی موقع و محل دیکھا سلسلہ جنبانی کی۔ غرض مزاج داری اور سانپ کا کھلانا دونوں یکساں ہیں۔ ع از صحبت شاہاں پرحذر باید بود کہ گاہے بسلامے برنجند و گاہے بہ دشنامے خلعت دہند۔ کبھی نرمی کی تو کبھی ذرا کی ذرا گرمی۔

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن * کہ جاہا سپر باید انداختن

یہ کام فہمیدہ ہی کا تھا کہ اپنی دانشمندی اور فراست سے بگڑے ہوئے شوہر کو سانچے میں ڈھال لیا۔ جتنے یار تھے سب اغیار ہو گئے۔ اُنہوں نے جانا چھوڑا اُنہوں نے آنا۔ اب یہ نوبت تھی کہ مدرسہ بھلا اور گھر بھلا۔ گھر سے باہر قدم نہ دھرتے تھے۔ نیاز احمد وہ نیاز احمد ہی نہ رہا اُن کے لنگوٹیا یاروں نے آوازے توازے کسنے شروع کیے۔ یہ سنتا تھا اور پی جاتا تھا۔ شروع شروع تو گھر پر بڑا اھلا رہا مگر جب ان لوگوں نے دیکھا کہ یہ بتے پر سے اکھڑ گیا اور اس کی ایسی قلب ماہیت ہو گئی کہ ع ان تلوں تیل ہی نہ تھا گویا۔ تو نا امید ہو گئے اور ہار کر جھک مار کر بیٹھ رہے۔ سانپ نکل گیا ہو اب

لکیر پیٹا کرو اور یہی کہا کیجیے کہ" ہار وا سونے کی چڑیا ہاتھ سے نکل گئی
نیاز احمد کی وضع قطع یہ تھی۔ ڈاڑھی صفاچٹ گھٹی گھٹائی۔ صبح اٹھتے
ہی سب سے پہلے ہر روز چہرے اور اُسترے سے لڑائی۔ مونچھیں
بڑی بڑی لمبی لمبی۔ ایسا معلوم دیتا تھا جیسے عین مین گلہری کی دُمیں
لٹک رہی ہیں۔ سر سے پا تک فیشن کے دلدادہ۔ انگریزوں کی ہو بہو
تقلید پر آمادہ۔ نہانا بھی اسی طرح کا تھا کہ مرغابی کی طرح ٹب میں ڈبکیاں
لگا رہے ہیں۔ جیب میں گھڑی عینک آنکھوں پر چڑھی۔ پتلون کے
سوا سر پر ہیٹ اور ہاتھ میں ٹینس بیٹ۔ منہ میں سگرٹ چال میں
کھٹ پٹ۔ کالر اور نکٹائی ہو خدا جانے دل میں کیا سمائی ہے۔ انگریز
کوئی پٹیا تا نہیں مگر یہ بھی کچھ شرماتا نہیں۔ اُن سے دور دور اور انہوں سے
نفور۔ گو مطعون ہیں مگر پھر بھی اپنی وضع پر مفتون ہیں۔ اب ڈاڑھی مونچھوں
کا چھجا گھٹ کر ایک ذرا سی خوشنما کنگنی رہ گئی ہے۔ نماز جسے وہ پہلے
اُٹھک بیٹھک کہتا تھا۔ پہلے تو دیکھا دیکھی اور شرما شرمی گنڈے دار
پڑھنے لگا اور تو وہ پابندی تھی کہ کیا مجال کہ ایک وقت کی بھی ناغہ
ہو جائے۔ روزے اس کے نزدیک ایام جاہلیت کی تقلید اور فاقے
مرنا تھا۔ رمضان کے آنے کے ہفتہ عشرہ اول ہی خلاصے بٹے
کٹے بیٹھے ہیں مگر درد سر اور اختلاج قلب کا بہانا ہے۔ بھلا اس جھوٹ کا

کچھ ٹھکانا ہی۔ غرض سارا رمضان بیماری میں کٹا روزوں کے پاس نہ پھٹکا عید کیا آئی اپنے ساتھ ہی ساتھ تن درستی لائی۔ بے علاج اچھے ہو گئے نہ وہ درد سر رہا نہ اختلاج۔

ہلالِ عید بر اوج فلک ہویدا شد * کلید میکدہ گم گشتہ بود پیدا شد

اب دیکھیے نہ صرف رمضان شریف کے تیسوں روزے رکھتا تھا بلکہ تراویح بھی ساتھ۔ جمعہ کی نماز کبھی ناغہ نہیں جامع مسجد کی صف اول میں موجود۔ شغل ہی تو بس تسبیح و درود۔ پرانے یار غاروں سے اگر کہیں دو چار ہو گئے علیک سلیک کر کترا گیا۔ یا ناچ گانے کے بغیر نیند حرام تھی۔ یا آج ناچ گانا ہی سرے سے حرام تھا۔ چوک کا چکر لگانا یا کسی کے کوٹھے پر آنا جانا نعوذ باللہ اب تو جس شادی میں مجلس عیش و نشاط ہو وہاں بھی قدم نہ دھرے استغفر اللہ۔ غرض بیوی کی بدولت نیاز احمد رند مشرب اب نیکے اور سکّے مولوی بن گئے۔ انگریزی وضع کا وہ غلو نہ رہا۔ پتلون جا کر چوڑی موری کا پائجامہ ٹانگوں میں آگیا ہیٹ غایب گھر میں دو پلیا اور باہر آنے جانے کے لیے ترکی ٹوپی۔ غرض انگریزی وضع کی ترکی تمام ہوئی۔ بہت کچھ بلند پروازی کی اور اب تو اپنے باپ دادا کے پرانے ڈھرے پر لگ گئے پچاس پچاس اور ستر ستر روپیہ کا سوٹ جا کر اب معمولی شیر دانیاں زیب تن

ہیں۔ بوٹ ایک دو جوڑی ہیں ضرور مگر کبھی کبھار ان کی باری آتی ہے۔
ورنہ عموماً وصلی کی سلیم شاہی جوتی اور وہ بھی کا مدار یا آبدار و مدار ہی
مختصر یہ کہ کرستان سے پکّے مسلمان۔ کرانی سب بے معنی سے شریف و
نجیب بامعنی بن گئے۔ نیاز احمد اب ایک چاہنے والا شوہر اور
شفیق باپ تھا۔ وہ سب حال رخصت ہوا جو ناپاک شناپ تھا۔ ان کے
ایک یار غار میاں کلّن زردوز کو ایک دن کارخانے میں ہم نے
کہتے سُنا "آماں ! (ارے میاں) تم نے بھی سویرے سویرے
کس مردود کا نام لیا۔ وہ نکھٹو لنڈا جواب مولوی نیاز احمد بنا ہے۔
لاحول پڑھو لاحول۔ خدا کسی کی ایسی مٹی پلید نہ کرے۔ مرگئے مردود
جن کی فاتحہ نہ درود۔ وہ تو اب جورو کا کوڑیا غلام بن گیا ہے سُنا ہے
کہ وہ کان پکڑ کر اُٹھاتی بٹھاتی ہے۔ گھر گھسنا۔ بے شرم بے حیا۔ خبیث
جورو اُسی کو تو انوکھی ملی ہے۔ بس لٹو ہیں بس نہیں چلتا کہ گلے میں
تعویذ بنا کے لٹکا لے۔ خدا جانے کہاں کی چڑیل لپٹ گئی ہے کہ چکر گھما
بنا دیا ہے۔ بھلا چنگا آدمی جنّت بن گیا ہے۔ ذرا آپ کی شکل و شمائل تو ملاحظہ
فرمائیے ماشاء اللہ عنایت نو برس رہا ہے پہلے دیکھو چہرہ کیسا بارونق
تھا۔ اب خیر سے آپ نے بکرے کی سی ڈاڑھی بھی لٹکالی ہے جو اُن کو
یا اُن کی بیگم صاحب کو ہی بھلی لگتی ہوگی ہم کو تو ایک آن نہیں بھاتی

ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی جلاہا ابھی کارگاہ میں سے نکلا چلا آتا ہے۔
لب کسر رہ گئی ہو تو صرف یہ کہ آواز لگانے کی دیر ہے دستر خوان لگا ہٹ جائیں
(رجامیں) چھپی ہوئی سے لو۔ بھلا یہ تو کہو کہ دین کی ٹھیکیداری پر یہ کوڑا
کرکٹ کیا بھلا لگتا ہے (توبہ توبہ) قرآن میں بھی تو آیا ہے کلا سوف تعلمون
(تعلمون) یعنی کلے کو صاف رکھو۔ مونچھیں دیکھیے کیسی بھری بھری
چہرے کی رونق تھیں اُسے اس نے اس طرح چھنٹوایا جیسے کمپنی باغ
کی گھانس چھانٹی جاتی ہے۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ جیسے آپ کے لب مبارک کو
کوئی کھنکھجورا لپٹ گیا ہے۔ بھائی صاحب تمہارے سر کی قسم بھی توبہ ہے تک
ڈاڑھی کا صفایا نہ کریں۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے ٹھوڑی پر منوں کا بوجھ ایسا
معلوم (معلوم) ہوتا ہے کہ ...... کو نوچ کے پھینک دوں۔ تو آپ
شام کو بن ٹھن کے اپنے شانوں کو تولتے چوڑے چکلے سینے کو
دیکھتے تنے اکڑے نکلتے تھے یا اب دیکھیے فقیروں کا سا لمبا کرتہ
اوپر سے ایک صدری عمامہ بندھا ہوا جو آپ کے سر پر بعینہ گدھے والے
کی پگڑی معلوم دیتا ہے لدا ہوا اور مرے پر سو دُرّے ہاتھ میں تسبیح بھی
لٹک رہی ہے۔ آدمی سے جانور بن گیا۔ آپ ہی بتلائیے یہ آدمیوں
کی شکل ہے یا اسے عجایب گھر کے پنجرے میں بند کرنا چاہیے۔ اب تو
جب دیکھیے محلے کی مسجد میں موجود پورا قل اعوذ بن گیا ہے۔ خدا جانے

وہ اس کی گھر والی نوکری بھی کیسے کرنے دیتی ہو اُس کا بس چلے تو نجوّ کو ایک دم نگاہ سے اوجھل نہ ہونے دے۔ یار! اگر میری مانے تو اسے مجھا (جامع) مسجد کا امام بنوا دے نماز خوب پڑھایا کریگا دوسرا۔ بھائی صاحب اس سے وہاں بھی پوری پڑ چکی۔ وراس.... کو امامت کون دیئے دے ہو ہاں یار موذّنی البتہ (البتہ) خوب کرے گا۔ گلا پھاڑ پھاڑ کر پانچوں وقت اللہ میاں کو پکارا کرے گا۔ خاصے ہنستے بولتے رونق محفل آدمی کو پاگل بنا دیا۔ نیاز احمد کے پرانے دوستوں کو اس سونے کی چڑیا کے دام فریب سے نکل جانے کا جتنا افسوس ہو کم تھا۔ ایسی دودھاری گائے کہاں ملتی ہے۔ روپیہ اُس کا برباد ہو مزہ اڑائیں یہ لچّے۔ ع

چو احمق در جہاں باقیست مفلس کس نمی ماند

بیوی بے چاری پر جو کچھ تبرا یہ لوگ نہ کریں کم حقیقت میں اس مجلس اوباشی کا پریزیڈنٹ ہی جب نہ رہا تو گویا سپاہ بے سردار رہی یا تن بے جان۔ اس طرح فہمیدہ نے ان زندوں کو مردہ اور محفل کو کانا کر دیا۔ جلے تو پھپھولے پھوڑا ہی کرتے ہیں یہ لوگ جو کچھ نہ کہیں تھوڑا۔ کوئی برس سوا برس ہونے آیا کہ وکیل صاحب نے فالج سے انتقال کیا۔ نیاز احمد کو باپ کی وفات کا بہت صدمہ ہوا

مگر دنیا میں سدا کسی کے ماباپ نہیں جیتے۔ صبر آتے آتے آگیا۔
ان کے مرنے سے گھر کی آمدنی میں اکٹھے تین سو روپے ماہانہ
کا گھاٹا آیا۔ اب کورے ڈیڑھ سو ہی رہ گئے اس میں اتنے بڑے
گھر کا چلنا دشوار۔ نیاز احمد سٹپٹا گئے کہ اب کیا ہوگا۔ فہمیدہ
نے واقعی اس گھر کو ایسا چلایا کہ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوئی
جیسا کارخانہ چلتا تھا بلا کم و کاست چلتا رہا۔ خدا جانے کیا کتر بیونت
کی جو سکھ بندھی کی بندھی رہی۔ ہاں اتنا تو ضرور ہوگا کہ جتنی چادر دیکھیے
اُتنے ہی پاؤں پھیلائیے نامعلوم طور پر اندرونی اخراجات میں
کچھ تخفیف کردی ہو تو کردی ہو۔ البتہ پہلے کچھ پس انداز ہوتا رہتا تھا
اور اب برابر سرابر معاملہ آ اترا۔ سُسرے کی زندگی ہی میں فہمیدہ
نے بہت کچھ روپیہ پس انداز کرکے بنک میں جمع کردیا تھا جس کی
نثار احمد کو کانوں کان خبر نہ تھی پھر بھی فہمیدہ بعض وقت
ریوڑی کے پھیر میں آ ہی جاتی تھی۔ اور خداوند کریم سے جو
روزی رساں ہے دست بدعا تھی کہ اللہ میری شرم رکھ لے۔
اس وقت زیادہ فکر چھمّو کی شادی کی تھی کہ وہ اب ماشاءاللہ شادی
کے قابل ہوگئی تھی۔ کہ خدا کی کریمی دیکھیے کہ شان نہ گمان اسلامیہ
کالج ڈیرہ دون میں سرکار عالیہ علیا حضرت جناب بیگم

صاحبہ فرماں روائے بھوپال دام اقبالہا کے فرزند رشید جناب پرنس حمید اللہ خاں بہادر بنوا رہے تھے اُن کو ایک مسلمان اور لایق پرنسپل کی ضرورت تھی۔ اسی تلاش میں تھے کہ جناب معظم کی نگاہ ان پہ پڑی فوراً ان کو مقرر کر دیا۔ اب اصل خیر سے مسٹر نیاز احمد اسلامیہ کالج کے پرنسپل ہیں۔ اور پانسو روپے کی معقول تنخواہ پاتے ہیں اور پھر کان پور کی مچپاہٹ کی گرمی سے نجات پا کر اب نینی تال کی جاں فزا اور روح افزا آب وہوا میں کالج کے احاطے کے اندر ایک وسیع اور مرتفع کوٹھی میں براج رہے ہیں۔ داتا کے دینے کے سو ہاتھ وکیل صاحب کی آمدنی پوری ہوئی سو ہوئی اور پچاس کماتے میں ملے۔

خدا گر بہ حکمت ببندد درے * کشاید لفضل و کرم دیگرے

الٰہی! جیسے ان کے دن پھر خدا ہمارے تمہارے بھی دن پھیرے۔ آمین۔ وقار احمد کا بھائی بہار احمد بھی نینی تال میں پیدا ہوا اور تیسرے کی امید ہے۔ ان میاں بیوی کی زندگی بہتوں زندگی کا نمونہ اور قابل تقلید ہے ان کی داستان سراسر نصیحت آمیز و مفید ہے فہمیدہ کو اب صرف رابعہ کی شادی کی فکر دامن گیر ہے سو وہ بھی خدا آسان کرے گا اور جو جیئے گا وہ دیکھ لے گا کہ فہمیدہ کی تعلیم و

تربیت خوبو نے اس لڑکی پر کیا اثر کیا ہی اور کچھ شک نہیں کہ خوش نصیب ہوگا وہ گھر جس میں کہ اس کے قدم جائیں گے۔ اور یقین کامل ہی کہ رابعہ اگر فہمیدہ سے بہتر اور برتر بیوی نہ ثابت ہوگی تو کسی طرح کم تر بھی نہ ہوگی۔ ماحصل اس طول طویل داستان کا صرف یہی ہی کہ خدا کے فضل و کرم سے جن گھرانوں میں جھگڑے لڑائیاں ہیں مٹ جائیں میاں بیوی ایک جان دو قالب ہو جائیں جب تو زندگی کی بہار ہی ورنہ مٹی پلید ہی۔ میاں دیکھو جان سے بے زار بیوی دیکھو ذلیل و خوار ان دونوں کی آئے دن کی کشمکش میں بچّے بے چارے دو عملی کا شکار حالت اُن کی زار و نزار۔

فہمیدہ سے ہماری ایک بات

ای ماؤ بہنو بیٹیو! دنیا کی عزّت تم سے ہی
ملکوں کی بستی ہو تمھیں قوموں کی عزّت تم سے ہی
تم گھر کی ہو شہزادیاں شہروں کی ہو آبادیاں
غمگیں دلوں کی شادیاں دکھ سکھ میں راحت تم سے ہی
تم ہو تو عزّت ہی وطن تم بن ہی ویرانہ چمن ٭ ٭
ہو دیس یا پردیس جینے کی حلاوت تم سے ہی

نیکی کی تم تصویر ہو عفت کی تم تدبیر ہو
ہو دین کی تم پاسباں ایماں سلامت تم سے ہے

فطرت تمہاری ہے حیا طینت میں ہے مہر و وفا
گھٹی میں ہے صبر و رضا انساں عبارت تم سے ہے

مردوں میں ست والے تھے جو ست بیٹھے اپنا کب کا کھو
دنیا میں اے ستونتیو لے دے کے اب ست تم سے ہے

مونس ہو خاوندوں کی تم غمخوار فرزندوں کی تم
تم بن ہے گھر ویران سب گھر بھر میں برکت تم سے ہے

تم آس ہو بیمار کی ڈھارس ہو تم بیکار کی
دولت ہو تم نادار کی عسرت میں عشرت تم سے ہے

آتی ہو اکثر بے طلب دنیا میں جب آتی ہو تم
پر موہنی سے اپنی یاں گھر بھر پہ چھا جاتی ہو تم

(حالی)

حصّۂ دوم

گیارہویں فصل چھوٹی لڑکی سنجیدہ کی ازدواجی زندگی

لذتِ درد سے معمور ہی افسانہ مرا   مے اندوہ سے لبریز ہی پیمانہ مرا
محو فریاد ہی ہردم دل دیوانہ مرا   غم و آلام سے آباد ہی ویرانہ مرا

حسرتیں کتنی تڑپتی ہیں مرے سینے میں
مضطرب کتنے ہیں جوہر مرے آئینے میں

یاس و حرماں کا ہی ہر وقت وہاں لب پہ ہجوم   وقفِ ناکامیِ جاوید ہی قلب مغموم
مزرعِ عیش سے کچھ ایسی چلی بادِ سموم   برق خرمن نے کیا گلشن ہستی معدوم

غنچۂ دل صفت لالۂ صحرائی ہی
دودِ آہ دل پر سوز سے سودائی ہی

نالے بے تاب ہیں سینے سے نکلنے کے لیے   اشک طوفان اٹھاتے ہیں اُبلنے کے لیے
دل پرشور ہی بیتاب مچلنے کے لیے   درد اٹھتا ہی کلیجہ مرا ملنے کے لیے

شرح ایں قصۂ جاں سوز نہ گفتن تا کے
سوختم سوختم ایں راز نہفتن تا کے

اب سنجیدہ بیگم کا حال سنیئے۔ گو دونوں بہنیں ایک ہی ماں کی جائی تھیں اور ایک ہی طریقے پر تعلیم و تربیت پائی تھی مگر دونوں میں شروع ہی سے آسمان زمین کا فرق تھا۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست · در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

فہمیدہ جتنی نیک مزاج اور سمجھ دار تھی اتنی ہی یہ شریر اور طرار تھی۔ بہنوں بہنوں کی کبھی بنی ہی نہیں۔ جب دیکھو پہل سنجیدہ ہی کی طرف سے ہوتی تھی۔ بڑی بہت طرح دے جاتی تھی۔ مگر چھوٹی بلا کی طرح سے نیچے جھاڑ کے ایسی پیچھے پڑ جاتی کہ جان چھڑانی مشکل ہو جاتی تھی۔ ماں کو تو شروع ہی سے یہ خاطر تلے نہ لاتی تھی ایک وہ کہنی تھیں تو نانی کے بھرّاٹے پر دس یہ سناتی تھی۔ وہ بے چاری اپنا سا منہ لے کر رہ جاتی تھیں۔ جب دیکھو یہی شکایت تھی کہ بڑی آپا کے ساتھ یہ کیا اور وہ کیا۔ جب دیکھو اپنی جہیتی ہی کی پچ کرتی ہیں۔ میں شاید ان کے پیٹ کی نہیں کسی چوڑی چماری کی جنی ہوں۔ یہ تو انھیں بخشوائے گی۔ ماں کا جو دقر تھا آپ سن چکیں باپ بے چارے خود الگ تھلگ رہتے تھے۔ لڑکیوں اور خاص کر بڑی لڑکیوں کے حال کی مردوں کو کیا خبر اس کو تو کچھ عورتیں ہی خوب جانتی ہیں۔ ہر وقت کی لڑائی بات بات پر بگاڑ

غرض کسی سے سیدھے منہ بات کرنا جانتی ہی نہ تھی۔ فہمیدہ نے جو کچھ پڑھا لکھا اپنے ذاتی شوق سے سنجیدہ نے زبردستی مارے باندھے سے۔ بڑی پڑھنے لکھنے سینے پرونے پکانے رینْدھنے میں مشاق یہ بے ہنری بے سلیقگی اور شرارت میں چو بند و چالاک۔ لوگ کہتے تھے کہ ابھی کیا ہی بچہ ہی آگے چل کر جب گھرداری کا بوجھ پڑیگا سنبھل جائے گی۔ لیکن یہ لوگ نہ سمجھے کہ ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات۔ پوت کے پاؤں تو پالنے ہی میں دکھلائی دیتے ہیں یہ بیل خدا ہی کرے جو منڈھے چڑھے۔ آثار تو بُرے ہی نظر آتے ہیں۔ فہمیدہ کی نسبت اسے گھر اچھا ملا تھا اور جو مشکلات اُس کو پیش آئیں اس کو اُس کا ایک شمہ بھی نہیں۔ اگر یہ ذرا ہوش سے کام لیتی تو لعلوں کی لعل بنی رہتی اور فہمیدہ سے بازی لے جاتی۔ مگر بے چاری کیا کرے اپنے مزاج سے لاچار (ناچار) تھی۔ ماں باپ کے گھر میں تو سب چل گئی مگر سسرال میں یہی باتیں جو یہاں بچپنا اور بھول پن کہہ کر ٹال دی جاتی ہیں وہاں شرارت اور اکھڑے پن بلکہ بدذاتی پر ڈھال لی جاتی تھیں۔ سسرال میں قدم دھرتے ہی اُس نے وہ رونا دھونا شروع کیا اور ایسا پاکھنڈ مچایا کہ کیسی طرح سامان ہی میں نہ آتی تھی۔ ان لاڈو کا دل کسی طرح سسرال

میں لگا ہی نہیں۔ جب دیکھو میکے جانے کا تقاضا نہ بھیجو تو منہ پھلا انٹوائی کھٹوائی لے کر پڑ گئیں آج میں درد ہی کل دل میں کسک ہی۔ سر چکرا رہا ہی۔ مغز کی ڈبیہ میں دھمک ہی۔ سچ ہی اس میں کیا شک ہی۔ غرض لڑکی کیا تھی مخزن الامراض تھی۔ سسرال میں آئے دن بیمار میکے میں جا کے دیکھو تو طرّار فرّاٹے بھر رہی ہی۔ شروع شروع تو ساس نے طرح دی سمجھی کہ بچی ہی اوپری لوگوں میں گھبراتی ہی۔ دل لگتے ہی لگتے لگے گا۔ دولھا نے بھی سختی کرنی مناسب نہ سمجھی ڈھیل چھوڑ دی۔ جب تک میکے میں ہیں خوش جہاں سسرال سے ڈولی آنے کا نام سنا کہ رو رو کے آنکھیں سجھا لیں۔ ماں لاکھ سمجھاتی تھی کہ دیکھ بڑی بہن کو وہ پردیس میں کالے کوسوں بیاہی ہی برسوں میں پھیرا کرتی ہی۔ وہ بھی اِدھر آئی اُدھر چلی کبھی مہینے دو مہینے بھی جم کر رہنا نصیب نہ ہوا اور تم تو ماشاء اللہ شہر کے شہر میں ہو۔ سسرال اور میکہ گھر آنگن ہی۔ خدا رکھے ماشاء اللہ آئے دن کا آنا جانا پھر یہ مکتب کے بچوں کی طرح اتنی بڑی ہو کر ٹسوے کیا بہاتی ہی۔ تجھے شرم نہیں آتی۔ بیوی بنّو اگر تمھارا یہی حال رہا تو میں خدانخواستہ تم سسرال کو کھو کر رہو گی۔ جانا نہ ہوا موا بلائے جان ہو گیا۔ غرض ڈانٹ ڈپٹ کر ڈولی میں ٹھونس ٹھانس اسے کسی نہ

کسی طرح بھیج تو دیتے تھے مگر وہاں وہی حال کہ آتے دیر نہیں
اور جانے کا تقاضا سوار۔ ابھی گھونگٹ بھی نہیں اٹھا تھا کہ میاں سے
کئی جھڑپ ہو چکیں۔ وہ کہتا تھا یہاں رہو یہ کہتی تھی کہ ہونی نہیں جو
میں یہاں رہوں۔ بلکہ تم بھی چل کر وہیں رہو۔ دولہا بے چارہ
عجب کشمکش میں تھا کہ نہ دلہن پر جبر کر سکتا تھا نہ یہ ہو سکتا تھا کہ بیوی
کے پیچھے پڑا پڑا پھرے۔ غرض یہ بہت برا ہوا کہ شروع ہی سے
بے لطفی کی بنیاد پڑ گئی۔ فہمیدہ کی طرح ساس نندیں ان کی بھی تھیں
ساس بے چاری کے بھی ایک چھوٹا سا تھا بڑی منت مرادوں ارمان
چونچلوں سے بہو لائیں اور سمجھی تھیں کہ وہ میرا ہاتھ بٹائے گی اور
مجھے دسراہٹ ہو جائے گی۔ لڑکیاں اپنے اپنے گھر کی تھیں
چھٹے چھ ماہے کہیں مہمان داخل نکلیں۔ اسی واسطے بیٹیوں کو
پرایا دھن کہتے ہیں۔ اور سچ کہتے ہیں۔ رہی بہو وہ البتہ گھر کی
رونق ہوتی ہے۔ اب گھر میں بڑی بی اور چھوٹی لڑکی کے سوائے
اور کوئی نہ تھا یا اب یہ حضرت تشریف لائیں جن کا ابھی گھونگٹ بھی
نہیں اٹھا تھا کہ بلوں بلوں پڑ گئی۔ شرم وحیا کو بالائے طاق رکھ
طباق سا منہ کھول دیا۔ خیر یہاں تک بھی کچھ مضایقہ نہ تھا۔ فرمایشیں
بھی شروع ہو گئیں۔ آج یہ لا دو کل وہ لا دو۔ نئی نئی دلہن تھی میاں نے

تعمیل فرمایشات میں دیر نہ کی منہ سے نکلنے کی دیر تھی کہ چیز حاضر۔ لیکن جو چیز لایا خاطر تلے نہ آئی۔ ناک بھوؤں چڑھا اس میں ہزاروں کیڑے دیئے۔ میاں کا دل کھٹا ہو گیا۔ سمجھا کہ کو دن محض ہے۔

بارھویں فصل۔ چھوٹی نند صغیرہ عرف چھٹکن سے پہلی جھڑپ

روئیے گا ذرا طبیعت کو
کہیں ایسا نہ ہو کہ خفت ہو

سب سے پہلے مورچے پر چھوٹی نند تھی۔ جسے پیار سے چھٹکن چھٹکن پکارتے تھے۔ اصل نام شاید صغیرہ تھا جس کی عمر اب کوئی آٹھ نو برس کی ہو گی۔ بچے ہی دلہنوں کے پاس زیادہ گھسے رہتے ہیں۔ یہ بھی بھاوج کو چمٹنے لگی۔ دو ایک مرتبہ تو سنجیدہ نے چپکے چپکے جھڑک دیا۔ بے رخی کرنے لگی منہ نہ لگایا۔ ایک دفعہ کلے پر ایسی زبردست چٹکی لی کہ وہ بلبلا اٹھی اور روتی ہوئی بھائی کے پاس گئی۔ بھائی نے پوچھا کیوں رو رہی ہے۔ کیا کسی نے مارا؟

چھٹکن۔ بھابی دلہن نے میرا کلا توڑ لیا۔

بھائی۔ ایں کیوں؟ کیا پاگل ہیں یا سڑن۔ ضرور تونے شرارت کی ہوگی۔ تو ہے بڑی چپلی تجھ سے نچلا تو بیٹھا نہیں جاتا۔

چھٹکن۔ نہیں بھائی! اللہ کی قسم میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ ذرا سا اُن کے دوپٹے کو ہاتھ لگ گیا تھا اُنہوں نے کہا میرے کان نوچ ڈالے۔ لہو لہان کر دیئے۔ اللہ کرے بجی تو لوٹ جائے اور میرے گلے کا گُلگُتا بھر لیا اور اس زور سے چٹکی لی کہ میری آنکھوں میں تارے ٹوٹ گئے۔ آپ دیکھیے تو کیسا نیل پڑا ہے۔

انوار الحق (سنجیدہ کا شوہر) اب ذرا سی بات کا کیا طول دیتا اور کیا کرتا۔ خون سے گھونٹ پی کر چپ ہو گیا۔ بہن کو گود میں بٹھا کر پیار کیا اور کہا بُرا ہوا جا ہم تیری بھابی کو سمجھا دیں گے۔ پھر وہ ایسا شکریں کی بات رفت گزشت ہو گئی۔ انوار جب رات کو گھر میں آیا اُسے بالکل خیال نہ تھا نہ ایسی خفیف بات کو وہ مُنہ پر رکھنا چاہتا تھا مگر گھر میں قدم دھرتے ہی ابھی وہ ٹکے بھی نہ تھے خود ہی دُلہن نے شکایت شروع کی کہ تمھاری چھوٹی بہن بہت شریر ہے اس فتنی نے میرا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ جب آتی ہے ایک اودھم ڈال دیتی ہے۔ یہ توڑ وہ پھوڑ۔ اسے الٹ اُسے پلٹ۔ تلے کی زمین اوپر کر ڈالتی ہے۔ نچلا اُس سے بیٹھا ہی نہیں جاتا۔ میں بچہ سمجھ کر طرح دے جاتی تھی۔

کیسا بتمیز اور بیہودہ اُٹھایا ہی کہ دیدہ نہ شنید۔ لڑکی کیا ہی بھونچال ہی۔ خدا پناہ دے۔ آج وہ خدانخواستہ مجھ پر پل پڑی۔ بٹاری کو ایکدم چھیڑے جاتی تھی۔ میں نے رسان سے منع کیا بس اتنا کہنا تھا کہ اُس نے میرا دوپٹہ اس زور سے گھسیٹا کہ خیر دوپٹہ پھٹا تو پھٹا جوتی سے مگر میرے کان کی لوک چر گئی۔ میں بہتیرا منع کرتی کی کرتی رہی مگر وہ شیطانی کیا سنتی۔ بلا کی طرح چمٹ ہی تو گئی اور میرا دوپٹہ لیر لیر کر ڈالا۔ تمہاری بہن ہی تمھیں اختیار ہی اور اُسے سر چڑھاؤ خدا کرے باوا کی ڈاڑھی اور اماں کا چونڈا کھسوٹے مگر مجھے یہ لاڈ ایک آن نہیں بھاتا۔ ادب نہ قاعدہ لوٹھے کا لوٹھا ہو گئی ہی۔ موئی سنڈ مسنڈ ہرونگی سٹلو۔ ایک کے تو میں نے اُس کمبخت کو صرف تمہارے لحاظ سے چھوڑ دیا۔ بھلا اب تو وہ میرے گھر میں قدم دہرے ٹانگیں پکڑ کے چیر ڈالوں گی۔ بڑی بچاری کہیں کی آئی۔ مجھے اُس کی صورت زہر لگتی ہی۔ میں اپنی سگی بہن کی تو روادار ہوں نہیں یہ ہی کس باغ کی مولی۔ کچھا پنے آپ کو بہت سمجھتی ہوگی تو سہی جو میں بھی اس کے تکلے کے سے بل نہ نکالوں تو میرا نام سنجیدہ نہیں۔ تمھیں نے اس کا کھو جھر ا کھویا ہی۔ اجی بولو نا یہ بھی خوب بات ہی کہ گھنی سا دھ گئے۔ کیا تمھیں اونچا سنائی دیتا ہی۔ نورالحق

کے منہ سے ابھی تک ایک بات بھی نہ نکلی تھی نہ صفائی کا موقع
دیا گیا کہ اتنی بڑی فردِ جرم لگادی گئی اور بے چاری بچی کو تو جو جو
نہ کہنا تھا وہ کہہ سُن کر دل ٹھنڈا کر لیا مگر غصہ جب بھی نہ اُترا۔ اگر
کہیں انوار بہن کی طرف سے ذرا بھی بولے تو پھر اُس کی خود
خیر نہ تھی۔ حضرت کے بھی لتے لے ڈالتی۔ خیر بات رفع دفع ہوگئی
ع رسید بود بلائے ولے بخیر گزشت۔

نہ سنو گر بُرا کہے کوئی ✤ نہ کہو گر بُرا کرے کوئی
روک لو گر غلط چلے کوئی ✤ بخش دو گر خطا کرے کوئی

تیرہویں فصل۔ اُسی سے دوسری جھڑپ

ہر دم آزردگی غیر سبب را چہ علاج
ما ز لطف تو گزشتیم غضب را چہ علاج

بچّی تھی وہ سمجھ دو چار دن تو رکی رہی مگر ایک گھر کا رہنا سہنا یہ بات
نبھ کیسے سکتی تھی۔ بُرا آدمی ہو تو کان پکڑ لے پھر بھول کر بھی اُدھر کا
رُخ نہ کرے۔ یہ ٹھیری بچہ اُس دن کی بات بھول بسر گئی پھر بھاوج
کے گلے کا ہار ہوگئی جب دیکھو وہیں گھسی رہتی تھی۔ لیکن سنجیدہ
کی تنگ مزاجی کہاں جائے۔ چور چوری سے گیا تو کیا ہیرا پھیری

سے بھی گیا۔ پھر ایک دن شفقت پھیرا۔ اب کا وار پہلے سے
بھی زبردست تھا۔ ایسا دُہتڑ کھینچ مارا کہ پیٹھ پر پانچوں اُنگلیاں
اُبھر آئیں۔ بچّی تڑپ گئی اور طُرفہ یہ کہ ماں ہیں کہ والان میں بیٹھی دیکھ
رہی ہیں۔ مگر دم بخود ہیں۔ بھڑوں کے چھتّے کو کون چھیڑے زبردست
مارے اور رونے نہ دے۔ ہاں اتنا ضرور ہوا کہ چھٹکن سے
پوچھا کہ مُردار پھر تو گھسی۔ کچھ شرارت کی جو پٹی۔ اچھّا ہوا نامراد تیرا علاج
یہی ہے بے غیرت کم بخت۔
چھٹکن (روکر) میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ بھابی جان نے
زبردستی مارا۔ اتفاق سے میرے پیر کی ٹھوکر لگی اور اُگال دان
اُلٹ گیا تھا۔ مگر تھا صاف چاندنی واندنی کچھ خراب تھوڑی ہوئی
خدا جانے کِس بات پر بھری بیٹھی تھیں ناحق کا غصّہ مجھ پر آتارا۔
صالحہ۔ (انوار الحق کی ماں) دم بخود رہ گئیں۔ دم نہ مارو شکر گزار رو۔
.... میں ڈھیلا ڈالو تو چھینٹیں اپنے ہی اوپر آتی ہیں۔ اِس
کلّہ دراز کے مُنہ لگنے سے کیا فائدہ۔ لوگ کہیں گے چار دن کی دلہن
سے لڑنے لگیں۔ وہ تو سستی چھوٹ جائیں گی اور میں مفت میں
دھرلی جاؤں گی۔ وہ ابھی اسی اُدھیڑ بن میں تھیں کہ بہو بیگم صاحب
خود چڑھ آئیں۔ ساس دیکھ کر ہک دبک رہ گئیں۔

جو مدعی بنے اُس کے نہ مدعی بنیئے
جو ناسزا کہے اُس کو نہ ناسزا کہیئے

بہو۔ امّاں جان آپ نے اس چھوٹی لپاٹن کی تو سن لی ذرا میری بھی تو سُنئے۔ جب میں بارہا اسے منع کر چکی کہ میرے کمرے میں نہ گھُسے تو پھر یہ تو زبردستی کی لڑائی مول لینی ہوئی کہ جب دیکھو دندناتی آئی اور میری چیزیں توڑ پھوڑ گئی۔ میرا نقصان بھی ہو تو بھی میں الا اللہ زبان سے نہ کہوں۔ منع بھی نہ کروں۔ یہ تو بڑا ظلم ہوا۔ اگال دان کی تو اس نے گھڑلی ہے وہ جو طاق میں گھنٹہ رکھا ہے اُس کی سوئیاں پھرائے جاتی تھی میں نے اسے وہاں سے ہٹا دیا تو کیا بُرا کیا یہ اس نے مجھ پر صریح طوفان لیا ہے۔ اب کیسی چپ کھڑی ہے۔ گویا کچھ جانتی ہی نہیں۔ اری چڑیل شفتل بول نا۔ میرا بس چلتا تو ابھی تجھے اس طوفان بندی کا ایسا مزہ چکھاتی کہ تو بھی ساری عمر کو یاد رکھتی۔ جوتیاں مارتے مارتے تجھے فرش کر دیتی۔ مگر کروں کیا امّاں جان کا پاس ادب مانع ہے۔

ساس نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس کے منہ لگ کر اپنی عزت کون کھوئے۔ ہاں اپنی لڑکی کے جانے آنے کی قطعی بندش کر دی۔ اُس دن سے چھٹکن کے بھی کان ہوئے۔ مار کے آگے بھوت بھاگتا ہے

اور یہ تو معصوم بچی تھی کچھ ایسی ڈر گئی کہ بھاوج کی صورت دیکھ کر اس کا دم ہی تو نکل جاتا تھا۔ وہ دن اور آج کا دن اُدھر کا راستہ چلنا بھی چھوڑ دیا۔

درحقیقت لڑکا تھا بڑا نیک مزاج اور سمجھ دار۔ مفتیوں کا گھرانا وہاں کے تقدس کا کیا ٹھکانا۔ وہاں کا بچہ بچہ نیک نہادی اور پاکبازی کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا۔ کیونکہ صحبت نیک میں پلا ہوا تھا۔ انوار بے چارہ نہ کچھ کہہ سکتا تھا نہ کسی کی سُن سکتا تھا بیوی ملی ایسی کہ جیت بھی اُسی کی اور پٹ بھی اُسی کی۔ دوسرے لڑکوں کی طرح کا اگر یہ ہوتا تو گھڑی بھر میں بیوی کو مزہ چکھا دیتا۔ مگر یہاں کا تو وہی حال تھا کہ خاطر مروت عفو و درگزر لڑکے کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری گئی تھی۔ ٹیڑھی اُنگلی کیئے بغیر گھی نہیں نکلتا ایسے مردوں کی عورتیں تو شیر ہوا ہی چاہیں۔ نوکر چاکر یہ نہ تھا ابھی تو مدرسہ ہی کی ہوا کھا رہا تھا۔ گرمیوں کی چھٹیوں میں آیا تھا کوئی مہینے ہی بھر بعد یہ بیڑی اسکے پاؤں میں ڈال دی گئی۔ کوئی مہینا سوا مہینا اس کشمکش میں گزرا کہ وہ علی گڈھ چل دیا۔ اب کیا تھا میدان خالی جب دولہا ہی کے سامنے دُلہن کا دیدہ ہوائی تھا تو اب تو رہا سہا ڈر بھی نہ رہا۔ میاں اُدھر گئے اور بیوی اِدھر۔ لاکھ ماں نے پٹختی ہواری کم بخت سسرال جا مگر اس کے

کان پر جوں نہیں چلتی کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ معاملہ کیا ہے۔ نہ منہ سے بولتی ہے نہ سر سے کھیلتی ہے۔ مبہوت سی بنی بیٹھی رہتی ہے۔ سسرال سے ڈولی آئی اور بیرنگ واپس۔ ساس بلا بلا کر تھک گئیں۔ ماں کہہ کہہ کر بیزار ہوگئیں۔ اب ہاتھ پکڑ کر گھر سے نکال دینا صرف باقی تھا جب بہت لعنت ملامت کی کہ اری تیرا ستیا ناس جائے تیری سمجھ کیسی اوندھی ہے اور سسرال جانے کے نام سے تیرا دم کیوں فنا ہوتا ہے۔ تو صاحب زادی بولیں تو یہ بولیں کہ "واہ خوب یہ تم نے کیا میری چڑ نکالی ہے۔ سب مجھے ہر وقت چھیڑ خانی اچھی نہیں معلوم دیتی۔ بڑی تمہاری کیا اچھی لگتی ہیں۔ اب تم نے کہا تو کہا بار دگر خبردار جو تم نے اس بات کو چھیڑا۔ میں وہاں جا کر کیا کروں۔ اس بڑھیا ڈھڈو کی تو صورت سے مجھے بیزارئ ہے (سبحان اللہ ساس کا کیا وقر ہے۔ شاباش!) اور وہ (یعنی شوہر) تو ہیں نہیں پھر میں جا کر کیا کروں۔ بات تو معقول تھی۔ ساس تو گویا کچھ ہو ئیں ہی نہیں"

ماں۔ اری نامراد! تو یہ تو بتا کہ یہاں رہ کر تو سارے دن کیا کیا کرتی ہے۔ ایسی ہی شادی تجھے دو بھر تھی تو بول کیوں نہ اٹھی کہ میں تیرا بیاہ ہی نہ کرتی۔

بیٹی۔ اور بیاہ شاید میں نے کہہ کر کروایا تھا۔ تم پر ہی میرا بوجھ تھا

جو کوئیں میں دھکا دے دیا۔ اب رہا یہ کہ میں یہاں کیا کرتی ہوں تو جو ساری عمر کرتی رہی وہی اب بھی کرتی ہوں۔ آج میں اس گھر میں کوئی نئی تھوڑی آئی ہوں۔ خدا میری طرح کسی کا بے ٹھکانا نے خراب نہ کرے۔ نہ یہاں ٹھکانا نہ وہاں۔ وہاں ساس گو دسے ڈالتی ہے یہاں سگی ماں کا یہ حال ہے کہ میری دو روٹیاں اُن پر وبال ہیں جب دیکھو دھکے دے دے کے گھر سے نکالتی ہیں۔ کسی کی ماں نوچ ایسی ہو صدقے میں اتاری تھی وہ متیا اور میری چوٹی اٹھی پڑے ایسی قطامہ ساس کو سو دفعہ وار پھیر کر پھینک دوں۔

صاحب زادی کی زبان آپ نے ملاحظہ فرمائی یہ زبان ہے یا شرارۂ آتش۔ یہ زبان ہے یا برق صاعق۔ ماں اس نالایق کے منہ کیا لگتی مگر اُس کو مفر نہ تھا سخت سُست سنتی جاتی تھی مگر صلاح نیک دینے سے باز نہ آتی تھی۔ ماں کے علاوہ آئے گئے سب ہی نے تو سمجھایا اور لعنت ملامت کی مگر ع چکنے گھڑے پر بوند پڑی اور پھسل پڑی۔ وہی مرغی کی ایک ٹانگ ہر وقت کا ٹھنک کر یہی کہنا کہ "ہم تو نہیں جاتے" لیکن بکتی اور سر دھنتی ہی رہی ماں نے زبردستی دھکیل دھکال کے سُسرال بھجوایا پر بھجوایا۔ خدا خدا کر کے بہو گھر میں آئیں ساس بچاری ہیں کہ خاطر کے مارے بچھی جاتی ہیں

بہو ہیں کہ کوئی بات خاطر تلے نہیں لاتیں۔ غرض کانٹوں پر ایک ہفتہ جوں توں کرکے کاٹا اور پھر گردان کبوتر کی طرح چھتری پر موجود۔ یہی بارے باندھے کا سودا رہا۔ نہ بہو نے ساس کے دل میں گھر کیا نہ ساس نے بہو کو دل کھول کے دیکھا۔ اِدھر تناؤ اُدھر رکاوٹ۔ یہاں خلوص اُدھر بناوٹ۔ اسی طرح با دل ناخواستہ پا بدست دگرے دست بدست دگرے سسرال آتی جاتی رہی مگر جب تک وہاں رہتی نہ کسی سے بولتی نہ چالتی اور کچھ کبھی بولیں تو ایسی کہ جیسے کوئی کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے۔ نہ کسی کام کو ہاتھ لگاتی دن بھر اپنے کمرے میں گھسی رہتی۔ اسے خبر نہیں کہ صبح کدھر ہوتی ہے اور شام کدھر۔ کھانا سامنے آیا پہلے تو واپس کر دیا کہ مجھے بھوک نہیں۔ میرے سر میں درد ہے۔ کبھی کھایا تو اس طرح کہ منہ چھٹال کھڑی ہوگئی۔ کبھی ماما کے منہ پر رکھ دیا کہ "یہ موا اُبالا سالن موری کی کیچڑ جیسا شور بانسوت یاتی میرے حلق سے نہیں اترتا۔ یہ چپاتیاں ہیں یا نان بائی کے ٹکڑے" ہر چیز میں کرید کر عیب نکالتی۔ ع خوئے بدرا بہانہ بسیار سسرال کی زمین ہی سے اسے نفرت تھی۔ جب دلہن بننے میں یہ حال تھا تو آگے خدا ہی خیر کرے۔ ساس نے پٹاری اس خیال سے الگ کر دی تھی کہ شاید میری پٹاری سے

شرم کے مارے پان نہ کھائیں۔ لیکن وہ پٹاری اوندھی پڑی تھی
گھر سے گلوریاں منگواتی اور کھاتی۔ اپنی پٹاری کو ہاتھ نہ لگاتی۔
ماں سے کہلا بھیجا کہ لو اور سسرال بھجواؤ۔ میں ایسا پان ہی کون سا
کھاتی ہوں مگر میری خوشدامن صاحبہ کو وہ بھی ناگوار ہوا اور میری
پٹاری الگ کردی۔ گویا میں حلال خوری تھی کہ اُن کی پٹاری میرے
ہاتھ لگانے سے گندی ہوجاتی۔ لو صاحب نیکی کا بدلہ بدی اسی کا
نام ہے۔ بات کیا تھی اور بنا کیا لی۔ ذرا اس اوندھی سمجھ کو دیکھئے۔ ساس
بچاری کا خوشامد کرتے کرتے منہ خشک ہوا جاتا تھا اور بہو سے کہ جواب دیں
بھی نہیں وہ بہو کو پاس گھسیٹنا چاہتی تھیں اور یہ اُن سے دور بھاگتی
تھی۔ ہر وقت نکتوڑے لیتی رہتی تھی۔ تیوری کا بل کسی وقت اُترتا ہی
نہ تھا جب دیکھو نعل در آتش بھری اور بپھری بیٹھی ہیں۔ ابھی خدا
رکھے دلہن کو سسرال سے کوئی خطاب نہ ملا تھا مگر بیشک خداوندی
سے ساس کو "بڑھیا ڈھڈو" کا معزز خطاب مل گیا یعنی اُلٹی گنگا
بہنے لگی۔ سچ کہا ہے باادب بانصیب بے ادب بے نصیب۔

ادب تاجیست از فضل الٰہی * بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

آگے چل کر خدا جانے ساس بے چاری کی کیا گت بنے اس بڈھے
چونڈے کی شرم اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔

دسمبر کی چھٹیوں میں لڑکے کے آنے کی خبر تھی۔ ساس نے کہلا بھیجا کہ اصل خیر سے جمعرات کو تیسرے پہر لڑکا آئے گا۔ تم لڑکی کو سویرے ہی سے بھجوا دینا۔ ماں جمعرات کی صبح ہی سے متقاضی تھی کہہ کہہ کر ہار گئی۔ تیسرے پہر تک تو اس نے سر بھی نہ دھویا جب کہیں ماں نے پکڑ کر بٹھایا اور سر دھلایا کپڑے بدلوائے پھر بھی مغرب ہوگئی جب کہیں یہ نا جو سسرال سدھاریں۔ لڑکا زمانہ ہوا کہ آ بھی چکا تھا۔ اس نے آتے ہی ماں سے پوچھا اپن دلہن نہیں آئیں؟

ماں۔ اب آتی ہی ہوں گی۔

چودھویں فصل۔ سنجیدہ کی بڑی نند سے اُس کے بچے کے کارن لڑائی

لگے منہ بھی چڑانے دیتے دیتے گالیاں صاحب
زباں بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجے دہن بگڑا

دلہن ڈولی سے اتریں تو چاہیئے تھا کہ ساس کو جا کر سلام کرتیں لیکن بڑے دالانوں کی طرف سے پیٹھ موڑ اپنے کمرے میں اس طرح گھس گئیں جیسے کہ کوئی روٹھا ہوا ہوتا ہے۔ ساس نے اس بات کا خیال بھی نہیں کیا۔ اور سمجھی کہ بالکل بچی ہے ادب قاعدے سے ناواقف

بہو کو آتے دیکھ خود اُٹھ کمرے میں گئیں۔ اُن کو بارے خدا نے اتنی توفیق دی کہ ساس کو آتے دیکھ بیٹھے بیٹھے دو انگلیاں ماتھے پر رکھ لیں۔ ساس نے گلے لگایا۔ دعا دی۔ بھائی کے آنے کی سُنکر دونوں نندیں بھی جو شہر ہی میں بیاہی ہوئی تھیں آگئی تھیں مگر بھاوج کے مزاج سے ڈر کر دور ہی دور بیٹھیں اور چھٹکن بھی پاس نہ پھٹکی۔ ہوّا کے پاس کون جائے۔ رات کو جب لڑکا گھر میں آیا تو کچھ صاف بات تو سُنائی نہیں دی مگر بڑی رات تک باتوں کی آواز چلی آتی تھی دُلہن کی تالو سے زبان نہیں لگی۔ لڑکا ہوں ہوں ہاں ہاں کرتا جاتا تھا خدا جانے کہ کتنے دنوں کے بچھڑے ہوئے ملے تھے کہ شکایتوں کے دفتر کھول ڈالے اور میاں کا مغز چاٹ گئی۔ اور وہ کیا باتیں تھیں کہ جن کا سلسلہ ہی ختم نہ ہو چکتا تھا۔ لڑکا کبھی اِن باتوں کو دہراتا نہ تھا معلوم ہو تو کیسے ہو۔ بڑی نندیں بہتیرا اچھڑکتی تھیں کہ بھاوج اُن سے سیدھے مُنہ بات کرے اور گھل مل جائیں مگر ملنے کے ساتھ کوئی ملتا ہی سیدھے مُنہ بات تو کرتی ہی نہ تھی۔ ملتا کوئی کیا خاک۔

جھکے آپ سے اُس سے جھک جائیے * رُکے آپ سے اُس سے رُک جائیے

دو تین دن خیریت سے گزرے۔ بڑی نند کا بچہ کوئی چھ سات برس کا انگنائی میں گیند کھیل رہا تھا۔ دُلہن صاحب تختوں پر بیٹھی

ہوئی تھیں۔ قضائے کردگار وہ گیند اُچھل کر دُلہن کی گود میں جا پڑی
اُنہوں نے ایک ایسی چیخ ماری کہ گویا چھت پر سے سانپ گر پڑا۔ اور
لال پیلی ہوگئیں۔ ایک کہی نہ دو لڑکے کا ہاتھ پکڑ کے دو تین تھپڑ
ایسے زور زور سے رسید کیئے کہ بچہ کا منہ لال ہوگیا۔ اور بلبلا اٹھا۔
اُس کی ماں بھی سامنے چبوترے پر بیٹھی دیکھ رہی تھی وہ بیچاری کچھ
نہ بولی خون کے سے گھونٹ پی کر رہ گئی۔ اور اُلٹے میاں کے آتے
ہی دُلہن نے ٹسوے بہانے شروع کیئے کہ "صاحب میرا گذارا
تو بس اس گھر میں ہو چکا۔ آج تو تمہارے بھانجے نے مجھے مار ڈالا تھا
خدا جانے میری تقدیر میں کس کس کی جوتیاں کھانی لکھی ہیں۔ بس تو
اس گھر میں یا تو تمہاری بہنیں ہی رہیں یا میں ہی رہوں۔ بھلا اُس بچے
کاٹے کی مجال تھی کہ سیدھی تاک کر گیند کھینچ مارتا جب تک تمہاری بہن کا
اشارہ نہ ہوتا۔ وہ سامنے بیٹھی تکتی رہیں بھتیجے کو منہ سے الا اللہ
نہ کہا بلکہ اور ہنسنے لگیں۔ کیا کہوں میں نے تمہارا بڑا لحاظ کیا۔ ورنہ چھاتی
چڑھ کر اُس جوانا مرگ کا ڈیڑھ چلو لہو پی جاتی۔ اُس نے مجھے سمجھا
کیا ہے۔ کیا میں کسی کی لونڈی باندی ہوں کہ جو آیا مار لیا۔ ابھی کل کی بات ہے
کہ تمہاری لاڈو چھوٹے نے میرا کان کھسوٹ ڈالا اور تم نے کچھ بھی نہ کہا
اور گھنی سادھ گئے سبب ہی تو یہ لونڈا بھی شیر ہوا۔ اگر تم اُس کو اُسی وقت

ڈانٹ دیتے تو اس کی کیا مجال جو اس طرح زور سے میرے سینے پر تاک کر گیند مارتا۔ اللہ کی قسم جب سے میرے سینے میں ایسا درد ہونے لگا کہ پیٹ میں سانس نہیں سماتا۔

میاں۔ تم بھی کیا باتیں کرتی ہو۔ یہ ایک اتفاقی بات تھی۔ کچھ جان بوجھ کر ایسا تھوڑی کیا ہوگا۔ کیا تمہارے اُس کے کچھ بیر تھا؟

دُلہن۔ جی ہاں! گھٹنے جب جھکیں گے تو پیٹ کو ہی لگیں گے۔ تم تو اپنی بھینا کی حمایت لو ہی گے۔ جب ہی تو ان سب کی نظروں میں ہیٹی حقیر اور ذلیل ہوں۔ لونڈی کی قدر ہو اور میری نہیں۔ تم لاڈ چونچلے اٹھاؤ تمہارا بھانجا ہے۔ اس کی جوتیاں کھاؤ۔ میرا وہ کون؟ رہا یہ تو شاید تم نے نہیں سُنا کہ "ساس نند موری جنم کی بیرن" خدا خدا کر کے رات کے ساتھ لڑائی بھی ختم ہوئی۔ صبح سویرے بڑی بہن نے ماں سے کہا کہ "لو بی اماں! میں تو جاتی ہوں۔ اِس خواہ مخواہ کی لڑائی کی مجھے برداشت نہیں۔ میں اپنے بچّے کو کیوں کسی کے دانتوں چڑھانے لگی" ماں نے بڑی لڑکی کو بہت سمجھایا مگر وہ ایک نہ مانی اور کھڑے کھڑے اپنی سُسرال چلی گئی۔ خیر وہ گئی تو گئی آج نہ جاتی کل جاتی۔ گھر کی بیٹی تھی پھر مَن جائے گی لیکن یہاں دوسرا ہی طوفان برپا ہوا۔ دیکھا تو دُلہن اپنا بچھونا سمیٹ رہی ہیں اور گٹھری بندھ رہی ہے

اور ڈولی منگوائی گئی ہو۔ ساس بے چاری منہ ماری کا دم ناک میں تھا وہ بولی نہ چالی مفت کی گنہگار وہ بھی کہاں تک صبر کرتیں آخر نہ رہا گیا۔ بہو سے پوچھا کہ "یہ گٹھری مٹھڑی کیوں باندھ رہی ہو"؟

بہو۔ میرا جی گھبرا رہا ہو۔ میں تو اپنے گھر جاؤں گی۔

ساس۔ ابھی تمھیں آئے آج تیسرا ہی دن ہوا اور تمہارے دولہا اصل خیر سے پرسوں سدھارنے والے ہیں۔ پھر تمہارا جانا کیسا؟

بہو۔ کیسا ویسا تو میں جانتی نہیں۔ مجھے ان سے کیا وہ جب چاہے جائیں۔ میرا جی آپ برا ہو رہا ہو۔ رات سے مجھے چار تو دست آ چکے ہیں اور دو قئیں ہوئیں اور اب بھی جی چھپن ہو۔ یہاں میری خبر لینے والا کون ہو۔ کسی نے الٹ کر دوائی ٹھنڈائی کی بھی خبر نہ لی۔ تو میں کیا مر جاؤں؟

ساس۔ خیر خیر مانگو! کیسی بری فال نکالتی ہو۔ مریں تمہارے دشمن تم نے ذرا خبر تو کی ہوتی۔ لو میں ابھی عرق گلاب اور سونف منگوا کر ٹھنڈائی بنواتی ہوں۔ وہ بات ہی کون سی ہو۔ گھبرانے کی بات نہیں طبیعت ابھی درست ہو جائے گی۔

بہو۔ میرے خبر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ تم کو نہیں سوجھتا کہ میں نے رات کو کھانا بھی نہیں کھایا۔

ساس۔ کھانا تو یوں بھی تم جو ہی جم کھاتی ہو میں سمجھی کہ یوں ہی نہ کھایا

ہو گا۔ مجھ نگوڑی کو کیا خبر کہ تمہارے دشمنوں کی طبیعت بدمزہ ہی۔

غرض ساس کے اصرار پر کچھ پھیکی کے دم میں تھیں کہ بیٹھ گئیں دو دن اور اُنھوں نے کانٹوں پر کاٹے نہ کسی سے بول نہ چال۔ تیسرے دن میاں اِدھر علی گڈھ سدھارے اور بیوی اُدھر اپنے میکے جا دھمکیں۔

پندرہویں فصل۔ پہلی عید پر سنجیدہ کا منجھلی نند کے کارن شوہر سے لڑنا

رنج کی جب گفتگو ہونے لگی ✤ آپ سے تم تم سے تو ہونے لگی
چاہیئے پیغام بر دونوں طرف ✤ لطف کیا جب دوبدو ہونے لگی

دو مہینے کے بعد عید پر پھر انوار دہلی آیا۔ ہمیں خبر نہیں کہ دو مہینے تک دُلہن نے سُسرال کا پھیرا کیا یا نہیں۔ ہاں مگر اب تو وہ سُسرال میں موجود تھیں۔ بڑی نند تو اُس دن سے آئی نہیں مگر منجھلی آئی ہوئی تھی۔ عید پر کوئی دو دن پہلے انوار بیوی کے لیئے لاہور کی دریائی کا پائجامہ اور ڈھاکہ پاٹن کا دوپٹہ اور کرتے کے لیئے لکھنؤ کی چکن لایا اور ساتھ ہی منجھلی اور چھوٹی بہن کے لیئے بھی ایک ایک پائجامے کا ٹکڑا لایا۔ اتفاقاً وہ سب ایک ہی پوٹلی میں بندھے ہوئے تھے۔ خوشی

خوشی پوٹلی بیوی کے سامنے رکھ دی۔ اوّل تو اُنہوں نے دیکھی ہی
نہیں کہ ہی کیا بلا۔ جب دولہا نے مُنہ چھوڑ کر کہا کہ میں عید کے لیے
تمھارے واسطے کپڑے لایا ہوں ذرا دیکھو تو سہی۔ تب کہیں وہ
ذرا کی ذرا پلٹیں مگر پھر بھی نہایت بے اعتنائی سے ناک بھوں چڑھا کر
وہ پُٹلیا اس طرح کھولی جیسے سپیرا سانپ کی پٹاری سنبھل سنبھل کے
کھولتا ہی کہ کہیں ناگ پھنپھنا کے کاٹ نہ لے۔ پوٹلی کیا تھی گویا اس میں
سانپ بچھو بھرے تھے۔ خیر بادل نخواستہ اُنہوں نے ترچھے ہی
ترچھے بیٹھے اوپر ہی سے دو اُنگلیوں سے ایک ٹکڑا ادھر اُدھر دیکھا کچھ
نہیں مگر کچھ بولیں نہیں کہ اچھے ہیں یا بُرے۔ ان کی بدشامت آئے
تو اُنہوں نے کہا کہ اس میں ایک ایک ٹکڑا مخملی آیا اور چھینٹ کے
پائجامے کا بھی ہی۔ یہ سننا تھا کہ مزاج کا ٹمپریچر (حرارت غریزی) ایک
دم بلڈ ہیٹ (یعنی گرمی کا سب سے بڑھا ہوا درجہ۔ جو حرارت دموی
کہلاتا ہی) پر جا پہنچا۔

دُلہن۔ میں تو سمجھی تھی کہ میرے لیے کپڑے لائے ہو۔ جب اس
میں تمہاری بہنوں کا کپڑا بھی تھا تو تمہیں یہاں لانا کیا ضرور تھا وہیں
کیوں نہ لے گئے۔ اس خواہ مخواہ کی چھیڑ خانی سے کیا فائدہ؟

دولہا۔ اس میں چھیڑ خانی کی کیا بات ہی۔ اجی! تم صرف تنیچے کے دو

ٹکڑے الگ کر دو میں اُن کو دے دوں گا۔ باقی تین ٹکڑے تمہارے ہیں۔ وہ جو سبز رنگ کی دریائی ہو وہ تمہارا پائجامہ ہو اور اودے اور لال رنگ کے ٹکڑے اُن دونوں کے ہیں۔

دُلہن۔ میری سمجھ میں یہ تمہاری تقسیم وقسیم کا حساب نہیں آتا کہ یہ اُن کو دو وہ تم لو۔ چہ خوش۔ میری طرف سے تم سب ہی لے جاؤ اور اُن کو دے دو میرا کیا ہی۔ کہیں وہ خوش ہو جائیں۔ میرے پاس خدا کے دیئے بہت سے کپڑے ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر ہیں۔ اِس موئی دریائی کی بھی کوئی حقیقت ہی۔ یہ بھی کوئی پہناوا ہی گنواریوں کا۔ تم اُن کو دو جن کو جُڑتا نہیں۔

دولھا۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہی کہ سیدھی بات کو بھی تم اُلٹی کر دیتی ہو۔

دُلہن۔ ہاں ہاں! میری تو ساری ہی باتیں تم کو اُلٹی لگتی ہیں۔ اور اماں بہینا کی باتیں سب سیدھی۔ وہ چاہے جو کچھ ظلم توڑیں سب روا ہیں اُن کو بارہ خون معاف اور ہم کو منہ سے بھاپ نکالنے کا حکم نہیں۔ ایک تمہاری اماں دوسرے تمہاری بہنیں جو ہیں سو یہ میں بے چاری کس شمار قطار میں۔ تین میں نہ تیرہ میں سُتلی کی گرہ میں۔ میرا اُن کا کیا ساجھا۔ اور کیا باٹیا۔ فوج میں کسی کے صدقے سلے کا کپڑا پہنوں۔ اپنی ایڑی

چوٹی پر سے اُن کو وار کے پھینکوں۔

دولہا۔ لاحول ولاقوۃ۔ تمہاری بھی عجب اوندھی مت ہے۔ بال کی کھال نکالتی ہو۔ ہوا سے لڑتی ہو۔

دُلہن۔ میری اوندھی مت نہ ہوتی تو تمہارے ہاں تقدیر کیوں پھوٹتی لڑائی بھڑائی سے میں خود کوسوں بھاگتی ہوں۔ تم خود تو لڑائی کی بات نکالتے ہو اور زبردستی مجھ پر ڈال دیتے ہو۔

دولہا۔ اجی میں نے تو خدا کی قسم جو کوئی لڑائی کی بات بھی کی ہو۔

دُلہن۔ بس جھوٹی قسمیں میرے سامنے مت کھایا کرو۔ ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہیں۔ اور کیا لڑائی کے سر پہ کچھ سینگ ہوتے ہیں۔ تم کو چاہیے تھا کہ میرے حصّے کا جو کچھ بھی ہوتا تھوڑا یا بہت الگ لاتے اور اپنی چہیتیوں کا الگ۔

دولہا۔ اچھا تو اب الگ کر لو نا اس میں ایسی کون سی مشکل ہے۔

دُلہن۔ ہاں تمہارے نزدیک مشکل ہی نہیں۔ مجھے یہ ساجھے کی ہنڈیا ایک آن نہیں بھاتی۔ میں کیوں کسی کے صدقے میں پہننے اوڑھنے لگی۔ چاہے دُنیا اِدھر کی اُدھر ہو جائے میں تو اِس کپڑے کا پائجامہ وائجامہ بنائی بنوتی نہیں۔ تم شوق سے ساری کی ساری گٹھری اُٹھا لے جاؤ اور یہ بھی میری طرف سے اُنہیں کو دے دو کہ کہیں

اُن کے کلیجے میں ٹھنڈک تو پڑے۔ مَیں برابر دیکھ رہی ہوں کہ اوّل تو تم کبھی کوئی چیز میرے لیئے لاتے ہی نہیں اور جو کبھی میرے تقاضے پر لائے بھی تو وہ دیکھ کر جل بھن جاتی ہیں۔ موئی نندیں نہ ہوئیں بلائے جان ہوئیں۔ میری تقدیر کی سوکنیں ہوئیں۔ وہ بھی ایک ہو تو خیر بھئی کوئی صبر بھی کرلے خدا کا غضب تین تین۔ جب دیکھو میکے میں ٹھسی ہوئی ہیں اور ہمارے میکے جانے پر اعتراض۔ یہ مہینوں رہیں تو آنکھوں سُکھ کلیجے ٹھنڈک۔ اور میں ایک دن کو بھی چلی جاؤں تو ہیٹک پیا پڑ جائے۔ یہ آئے دن کی دانتا کلکل تو مجھ بدنصیب کے دم کے ساتھ ہی۔ یہ لغلی گھوسنے مجھے جینے تھوڑی دیں گے۔ یہ پاپ تو جب ہی کٹے گا کہ جب مَیں مروں گی۔ سو اللہ میاں نے میری رسّی کچھ ایسی دراز کر دی ہی کہ مجھے موت بھی تو نہیں آتی۔ خدا کرے مجھے دوسری عید دیکھنی نصیب نہ ہو۔ **انوارالحق** اگر ذرا بھی بولتا تو عید وید جا کر محرّم بن جاتا۔ دُم دبا کر چلتا بنا۔ پوٹلی وہیں کی وہیں رہی۔ نہ ان کے کپڑے بنے نہ اُن کے۔ منجھلی بہن کے کان بہرے تھوڑی تھے نہ دُلہن آہستہ آہستہ کہہ رہی تھیں۔ آہستہ بولے وہ جسے کسی کا ڈر ہو وہ تو ایسی بنکار رہی تھیں کہ دروازے کے باہر آواز جا رہی تھی۔ اُس نے سب کچھ سُن لیا۔ اُس نے کہا: "بھائی تم نے تو

غضب ہی کیا کہ میرے کارن برس کے برس دن مفت کی لڑائی مول لی۔ ناحق تم ہمارے پائجاموں کا ٹکڑا لا کر گنہگار بن گئے۔ جب تم کو اُن کی عادت معلوم ہی تو پھر ایسی بات ہی کیوں کرو جس میں رنج بڑھے" اتنا کہنا تھا کہ آندھی کی طرح دُلہن کمرے کے باہر نکل آئیں اور پوٹلی کھول سارے کپڑوں کو جھر جھر پھاڑ دھجیاں بکھیر دیں اور کہا کہ "لو اب تو ٹھنڈک پڑی نا۔ یہ کہہ کر کھڑی پڑی پیٹنے لگیں اور رونا تو اُن کا ایسا چلتا ہوا نسخہ تھا کہ بات بات پر جھڑی لگ جاتی تھی۔ غرض رو رو کر آنکھیں اُلٹا لیں۔ منجھلی نند نے دم نہ مارا کہ بات اور بڑھے گی ورنہ وہ بھی کچھ کم [illegible] دراز نہ تھی۔ مگر خدا بُرے سے پالا نڈالے ان حضرت سے سب ہی تو ڈرتے تھے۔ اس طرح منجھلی نند سے بھی بگاڑ ہو گیا۔ اور تینوں نندوں کو باری باری سے اُنہوں نے کنوئیں جھکا دیئے اور ایسا کفر توڑا کہ یاد کریں گی اب صرف ساس رہ گئیں جن کے بڑھاپے کا شاید کچھ لحاظ ہو گا۔ جو اب تک بالواسطہ تو اُن پر یورش ہوتی رہی لیکن شکر خدا کا کہ دوبدو کی ابھی نوبت نہیں آئی سو بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔ آج سے کل دور نہیں۔

ایسی حالت میں بھلا کھانا کیا کھاتیں۔ لاکھ میاں نے سمجھایا خوشامد کی

بگڑا بھی مگر ایک بات منہ سے نکل گئی پھر کیا مجال کہ اس میں فرق آ جائے
لیکن کھانا ہی ایک ایسی چیز ہے جو کسی سے چھٹتی نہیں دوسرے
دن پھر منہ سے کچھ نہ کہا۔ کھانے لگیں مگر دل ہی دل میں کڑھتی رہیں۔ عید نزدیک آگئی۔
تیسرے دن عید تھی اور ایسے لوگ ایسے ہی موقع کی لڑائی جھگڑے
کے واسطے تاک کر لگا رکھتے ہیں۔ ساس سمجھیں کہ بس ہو گیا
صبح سویرے دودھ سویوں کی تیاری شروع ہوئی۔ مرد نہا دھو کر
عیدگاہ جانے کی تیاری کرنے لگے۔ لیکن دلہن کے کمرے کے
کواڑ آج بند ہی ہیں ابھی تک کھلے ہی نہیں۔ آٹھ بج گئے اور وہاں
ذرا بھی ہل چل نہیں۔ چوڑی والی بیچاری صبح سویرے سے چوڑیاں
لے کر بیٹھی ہے کہ دلہن بیگم پہلے پہن لیں تو پھر کوئی اور پہنے ورنہ
پھر بھی لڑائی کے لیے اچھا خاصا ہاتھ آ جائے گا۔ آخر ساس نے
دروازوں پر دھپ دھپ کی۔ پہلے تو کچھ جواب ہی نہ ملا کوئی دس
منٹ کے بعد بہو صاحبہ نے چٹخنی کھولی تب کہیں ساس کی مشکل
آسان ہوئی۔ سلام ولام بالائے طاق۔ ساس نے ہی پہل کی
اور کہا "بوا تو کیا اب تک تم سو رہی تھیں۔ شاید آج سویرے آنکھ
نہیں کھلی۔ (جواب ندارد) اے دلہن! برس کے برس دن تو تم خدا کے
واسطے سوگ نہ پھیلاؤ۔ مجھے وہم آتا ہے۔ شاید پرسوں کی بات تمہارے

تمھارے دل میں کھٹک رہی ہے۔ تو یہ تو کوئی ایسی بات نہ تھی تم کو جو کہنا تھا تم کہہ چکیں اُن کو جو کہنا تھا وہ کہہ چکے اب باقی کیا رہا چلو غصہ حرام ہے غصے کو تھوک ڈالو اُٹھو جلدی نہا لو غسل خانے میں پانی طیار ہے۔ چوڑیاں پہنو چوڑی والی صبح سے تمھارے انتظار میں بیٹھی ہے کہ پہلے تم چوڑیاں پہن لو تو پھر اور پہنیں۔ کنگھی چوٹی کرو کپڑے بدلو۔ اے لو تم نے تو ابھی تک مہندی بھی نہیں لگائی۔ سفید ہاتھ کیسے بُرے لگ رہے ہیں۔ میں سمجھی رات کو ہی لگالی ہوگی خیر کیا مضائقہ ہے اب بھی لگا سکتی ہو۔ فرید آباد کی مہندی گندھی ہوئی رکھی ہے ایک گھنٹے میں رچ جائے گی۔ جلدی سے تم چوڑیاں پہنو اور میں مہندی لائی۔"

بہو۔ (رکے بھرائی ہوئی آواز سے) مجھے نہ لو ہر طرح آج مہندی تو میں نہیں لگاتی اور نہ میں نہاؤں۔ چوڑیاں میری قسم اچھی خاصی ہیں۔ میں اور پہن کر کیا کروں گی۔ رہے کپڑے۔ بس یہی اچھے خاصے ہیں میرے لیئے کون سا تو اور جوڑا رکھا ہے جو بدلوں۔

ساس نے بہت کچھ دل ہاتھ میں لینا چاہا مگر وہ ہو کہ منہ ہی نہیں لگاتی۔ آخر بڑی بی اپنا سا منہ لے کر چلی گئیں۔ غرض پہلی عید کو اس ہٹیلی اور ضدن نے یوں کرکرا کر دیا۔ عید گاہ سے واپس آکر انوار نے

آکر دُلہن کو دیکھا تو مُنہ پہاڑ سر جھنکاڑ سمجھہ گیا کہ لڑنے پر تُلی بیٹھی ہے
بولا نہ چالا باہر ملنے ملانے چلا گیا۔ یہ تیسرے پہر اپنے میکے
تشریف لے گئیں اور انوار صبح کو علی گڈھ۔

سولھویں فصل چھمّو اور جُمیا سہیلیوں کا بی جیجن کو لاکر سنجیدہ کو لٹوانا

نہ غیروں کی وساطت [illegible]
یہ ہیں آپ کی [illegible]

لڑکے کو خیر سے علی گڈھ سدھارے تیسرا مہینا لگ گیا تھا اور دُلہن بھی جب ہی کی میکے گئی ہوئی تھیں۔ بڑی بی (ساس) نے کہا کہ یہ کیا بات ہو سب کے تو دُلہن سے بڑی بی تاکید کر [illegible] پر بھی نہ آئیں۔ [illegible] تو وہ کچھ ایسی بگڑ گئی ہیں کہ خدا ہی کرے گا جو آئیں۔ آخر بڑی بی نے ماما کو سمدھن کے پاس یہ کہلا کے بھجوایا کہ میرا دل دُلہن کو دیکھنے کو بہت چاہتا ہے جب میں نے بُلوایا کچھ نہ کچھ عذر کر دیا اب تو جا کر بھی تیسرا مہینا ہے دو چار دن کے لیئے بھی تو ضرور بھیج دو۔ رضیہ بیگم ماشاء اللہ ایک سمجھدار عورت تھیں لڑکی کے حیلے حوالے کچھ نہ سُنے اور اُسی دن بھیج دیا۔ دُلہن چلی تو گئیں

مگر وہی ماش کے آٹے کی طرح اینٹھی ہوئی سانپ کی طرح بل
کھاتی ہوئی۔ مگر پھر بھی ساس کا دل شاد و شاد ہو گیا۔ بچے بہو کے گھر بس
جانے کی تمنا تو پوری ہو گئی۔ ہیں بہتیری اللہ آمین بیاہی۔ مگر وہ تھیں کہ
کسی طرح سامان ہی میں نہ آتی تھیں۔ جوں جوں خاطر مدارات ہوتی
جاتی تھی اُن کا دماغ فلک ہفتم پر چڑھتا جاتا تھا۔ وہ اپنے دل میں
سمجھتی تھی کہ میں ہوں ہی کچھ انوکھی چیز کوئی بات خاطر تلے ہی نہ لاتی
تھی جب دیکھو منہ بنا ہوا۔ اپنے کمرے میں بند نہ کسی سے بات
نہ چیت نہ کسی کے اچھے کی خبر نہ بُرے کی۔ اس طرح تو اچھا خاصا
آدمی بھی باؤلا ہو جائے۔ سرکار بھی مجرم کو ایک ہفتے سے زیادہ
قید تنہائی میں نہیں رکھتی اور اس نے زبردستی کی تنہائی اپنے سر
مول لی تھی۔ سب سے الگ تھلگ جب دیکھو منہ لپیٹے پڑی ہیں۔ یہیں
حیرت ہو کہ اس کا دن کیسے کٹتا ہو گا۔ لکھنے پڑھنے کا اسے شوق
نہیں۔ کتاب کبھی دیکھتی نہیں۔ سوئی کبھی ہاتھ میں پکڑتی نہیں۔
پھر خدا جانے کیا کیا کرتی تھی۔ جب ہی تو اس کو دن پہاڑ اور رات
اجیرن ہو جاتی تھی اور دل سے میٹھی باتیں کیا کرتی تھی۔ ہم مدت سے
اس کوشش میں تھے کہ آخر اس بھگوڑے پن اور اس رُکھائی کا
سبب کیا تھا کہ چھٹی میکے اور وہاں اچھی طرح ہنسنا بولنا

ٹھٹھا مذاق جو دنیا جہان کا قاعدہ ہے سب ہی کچھ کرتا تھا۔ پر سسرال تو
میں آکر شیطان سوا ہو جاتا تھا اور مشکل ہو جاتا تھا۔ تھوڑی سی تحقیق
کوشش سے پتہ چلا کہ کنوارپنے کی دو تین سہیلیوں کی بابت انھیں
گدگدی اٹھی تھی سسرال میں نہ انھیں آزادی سے جا سکتی تھی نہ وہ
ہر وقت جا سکتی تھیں۔ اور وہ سہیلیاں بھی اگر مستقلاً آ جاتی ہیں
تو کیا مضایقہ تھا شوق سے آ جا سکتی تھیں منع کرنے والا کون تھا مگر
یہ تو آوے کا آوا ہی اوندھا تھا کوئی سقنی تھی تو کوئی چڑیہاری۔
کوئی تنبولن تو کوئی دھوبن۔ حتیٰ کہ حلال خوری کی نواسی بھی آپ کی
مشیر خاص تھی۔ اور ان میں ہیڈ سہیلی پنہاری کی لڑکی جھمو اور
حلال خوری کی نواسی چھپا تھیں جو مقدمۃ الجیش کا کام دیتی تھیں۔
انھیں کے ہاتھ میں ان کی کنجی تھی۔ ماں بہت روکتی ٹوکتی رہتی تھی۔
کئی بار انھیں سہیلیوں پر ماں سے لڑائی بھی ہوئی لیکن سنجیدہ نے
ملنا جلنا چھوڑا پر نہ چھوڑا۔ شادی کے بعد سے بادی کی طرح یہ سب
چھنٹ گئیں لیکن صرف جھمو اور چھپا رہ گئیں ان سے ایسی گانٹھ
چھنی تھی کہ وہ سسرال تک کی خبر لیتی تھیں۔ میکے سے برابر عورتوں
کے آنے جانے کا تانتا لگا ہی رہتا تھا سسرال میں بھی روک ٹوک
نہ تھی۔ شوق سے آئیں منع کون کرتا تھا۔ ساس کے فرشتوں کو بھی

خبر نہ تھی کہ بنائے فساد یہی دونوں بد ذاتیں ہیں ورنہ وہ شاید روک ٹوک بھی کرتیں مگر ان کی آمد و رفت کو بند کرنا کچھ آسان کام نہ تھا۔ ناخن سے گوشت کا جدا کرنا اور تن سے روح کا نکلنا آسان تھا اور ان اُڑ لگنیوں کا چھٹنا مشکل۔ سنجیدہ نے اب بیاہے بعد کچھ نیا رنگ نکالا تھا جس سے دیکھو میاں کی شکایت ساس کی بُرائی نندوں کی نفرینیاں۔ بس جب دیکھو اسی کی دُھن لگی ہوئی تھی۔ دیوانہ راہوئے بس است۔ اور اس بات کی متلاشی تھی کہ کوئی ایسا گنڈا تعویذ کر دے کہ میاں پاؤں خاک ہو جائے۔ اور ساس کی زبان کل جائے۔ اور نندیں گھر سے دور دفان ہو جائیں۔ سو نندوں کو تو ان کی زبان کی قینچی نے پہلے ہی قطع و برید کر دی تھی اَب ضرورت کسی اور تدبیر کی باقی نہ رہی تھی۔ البتہ میاں اور ساس ابھی پوری طرح قابو میں نہ آئے تھے جھمّو اور جمیا دونوں بیاہی ہوئی پر کالۂ آتش تھیں جن کی گز گز بھر کی زبان تھی جھمّو تو برس کے اندر ہی اندر میاں سے طلاق لے اپنے گھر آن بیٹھی تھی۔ جمیا کے شوہر نے طلاق تو نہ دی تھی مگر اُدھر میں لٹکا رکھا تھا۔ نہ خود آتا تھا نہ اُسے بُلاتا تھا۔ پھر ایسی ناہموار سہیلیوں سے جب دانت کاٹی روٹی ہو تو پھر تقدیر کیوں نہ کھوٹی ہو یہی دونوں رانڈ وار اور ہم درد تھیں۔ میاں کا اُکھڑنا اور ساس کا پٹنا انھیں کے

آگے رو بیا جاتا تھا اور یہ اپنی اپنی بساط کے موافق صلاح و مشورہ دیتی تھیں۔ یہ اسی صلاح و مشورے کا نتیجہ تھا جو ایسی شستہ و مدبّرانہ باتیں ظاہر ہوا ورنہ سنجیدہ سچ پوچھیے تو اپنی ذات سے ایسی بُری نہ تھی بھولے پن میں تو اچھے اچھے آجاتے ہیں۔ اور یہ تو لڑکی تھی۔ آدمی کا تشیلان تو آدمی ہی ہوتا ہے۔ اسی واسطے تو کہتے ہیں کہ بُری اور رذیل صحبت سے بچو۔ سنجیدہ کدھر بھٹک رہی ہے۔ کہاں کی جھمو اور کدھر کی جمیا۔ کالی بھلی نہ سفید دونوں کو مارو ایک ہی کھیت۔ اچھی مثل مشہور ہے پیش حکیم مرو پیش تجربہ کار برو۔ ہم سے پوچھنے میں کیا تامل ہے؟ ہمارا نسخہ بہت آسان اور اکسیر کا حکم رکھتا ہے بلکہ وہ کوئی سچ مچ کا نسخہ بھی نہیں بس ایک چٹکلا ہے جس میں نہ دوا دوش کی ضرورت ہے نہ ایک پیسہ پیسے کا صرف۔ کرکے دیکھو اگر تمہارے میاں زن مرید نہ ہوجائیں تو پھر کی سزا وہ ہماری۔ اور وہ یہ ہے۔

ٹونا ٹامنا اری سکھی بھول نہ کیجے کوئے

آسا اپنے پی کی کیجے جو اپنے بس ہوئے

جھمو اور جمیا انھیں دونوں کو تلملی لگی ہوئی تھی کہیں سے گھیر گھار کر ایک جبن کو لائیں۔ وہ دنیا بھر کی حرافہ جج مچ تو خاک بھی نہیں کیا صرف لمبا کرتہ اور ہاتھ میں تسبیح ضرور تھی جس پر وہ تسبیح پھیروں ستر کو گھیروں

پڑھا کرتی تھی۔ اور اُس کا بس یہی کام تھا کہ بیوقوف عورتوں کو دام فریب میں لاکر سر مونڈا کرتی تھی۔ بی چھجن کا قدم آیا اور بی جھمو نے لاکر ملا یا۔ بہت کچھ تعریف بڑھاوے چڑھاوے دیئے کہ یہ ایسی اور ویسی۔ پیرانی تھی پہنچ و مریدانی بی پرانند۔ چھجن ساری داستان جھمو کی زبانی سُن چکی تھی۔ اور وہ اپنا پلان (کیا کرنے والی ہے) بھی دل میں ٹھیرا چکی تھی اب اُس کے دُہرانے کی کیا ضرورت سنجیدہ کس بات کی طالب تھی آپ بھی جانتی ہیں اور ہم بھی جن کی صورت سوال اور طرز عمل شاہد حال تھا۔ بالآخر مرید چھجن نے کہا کہ اجی لو یہ کون سی بڑی بات ہے ان شاء اللہ تعالیٰ (جاہل عورتیں یوں ہی بولتی ہیں) کان پکڑ کر کہتی ہوں خدا کے حکم سے اور اُس کے رسول مقبول کے طفیل سے اور خانہ کعبہ کی برکت سے تمہارے میاں کو تو میں منٹوں میں ایسا کر دوں گی کہ کان پکڑ کے اُٹھاؤ بٹھاؤ۔ رہی تمہاری ساس وہ بڑھیا جن ہو اُس کا قابو میں آنا ذرا ٹیڑھی کھیر ہے مگر میں ایسا چلا کھینچوں گی اور ماں بیٹوں میں ایسی جلتوائی ڈلوا دوں گی کہ بیٹا ماں کی صورت سے بیزار ہو جائے بلکہ اُس کا حکم ہوا (آسمان کی طرف اشارہ کر کے) تو چٹیا پکڑ کر گھر سے نکال دے تو نہی اور اگر یہ نہ ہوا بندہ بشر ہے تو تم دیکھ لینا کہ اب سے وہ تمہارے نام کو نہیں

جانے کی جگہ میں سے کسی نام کا قفل تیار کرا کے اندھے کنوئیں میں ڈلوا
دوں گی کہ [illegible] بیٹھی کی بیٹھی رہ گئیں رکھیے
سے سچ کر دکھاؤں گی۔ ورنہ ویسے تو کچھ بڑی بات نہیں چٹکی بجاتے میں ہو جاتے
ہیں تعویذ گنڈے بنا دوں گی اُسے کہیں چوکھٹ میں ایسی جگہ گاڑ دینا
کہ ان کا پاؤں اس پر ایک دفعہ بھی تو پڑ جائے پھر دیکھنا کیا مزہ آتا ہے وہ
آپس میں ہی کٹ مریں گی ججّن کی اس مکمل تقریر سے بھولی بھالی
سنجیدہ لوٹ ہو گئی اور سمجھی کہ بس خاطر خواہ کام بن گیا اور ججّن سے
گڑگڑا کر کہا کہ اچھی بی ججّن اگر تم خدا واسطے ایسی تدبیر کرو گی تو میں
تمہاری بن داموں کی لونڈی بن جاؤں گی۔ اور خدا نے چاہا تو تمہیں
خوش کر دوں گی۔ مگر خبردار۔ دیوار ہم گوش دارد کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو
حتّی کہ میری اماں جان کے کان میں بھی اس کی بھنک نہ پہنچے۔ ورنہ
وہ قیامت توڑ ماریں گی۔ ججّن نہیں نہیں تم اطمینان رکھو بھلا ایسی
باتیں کسی سے کہنے کے قابل ہوتی ہیں۔ اور ایسی ہی میں پیٹ کی
ہلکی ہوتی تو میرا گزارا تو تم امیروں میں خدا سلامت رکھے میری سرکاروں
کو ایک دم نہ ہوتا۔ ابھی تو میں نے نواب صفدر جنگ کی لڑکی
کے واسطے گنڈا تعویذ کروایا۔ جس کے میاں نے اُسے میکے میں
کئی برس سے بٹھا دیا تھا الٹ کے بات بھی نہ پوچھتا تھا اور یا یہ ہوا کہ

چلا بھی پورا نہ ہونے پایا کہ میاں سر کے بل آ کر بیوی کی ہزار منت خوشامد عذر معذرت کر کے لے گئے۔ مگر یہ باتیں کچھ آناً فاناً تو ہوتی نہیں دیر ضرور لگتی ہے اور دیر کے ساتھ خرچ بھی بہت ہے۔ سنجیدہ (کچھ سوچ کے) آخر کیا خرچ ہوگا معلوم تو ہو۔ کتنے روپیے اور کتنے دن لگیں گے۔

چھمن۔ اے یہی کوئی ایک چلا اور کیا کوئی برس دو برس۔ رہا خرچ وہ تمہاری حیثیت پر موقوف ہے جتنا بھی دو اس کام کے لیے تھوڑا ہی ہے جتنا گوڑ ڈالو گی اُتنا ہی میٹھا ہوگا۔ اور بیوی تم سوچو تو کہ جس کا اُجڑا ہوا گھر بسے گا وہ تو اپنی کھال بھی اُتار کر دے دے گا لیکن میں خود یہ نہیں چاہتی کہ کسی کو مونڈوں یا مسوسوں۔ میرا یہ کام نہیں ہے نہ میں کہیں آؤں جاؤں۔ تمہاری سہیلیوں نے میرا ناک میں دم کر دیا۔ اور میری دہلیز کی مٹی لے ڈالی اور زبردستی گھسیٹ لائی ہیں۔ میں نے بھی خدا واسطے اس کارِ خیر میں ہاتھ ڈالا کہ ثواب کا کام ہے۔ کام بنتا ہے تیرا میرا بگڑتا کیا ہے۔

سنجیدہ۔ اچھا تو صاف صاف کہو نا کہ کیا دینا دلانا ہوگا۔

چھمن۔ اے ہوگا کیا۔ یہی کوئی سو دو سو اور کیا ہزار پانسو۔ کچھ مجھے آگے دے کے تمہیں لٹوانا تھوڑی ہے سب مجھے تو ایک کوڑی بھی اس میں سے رکھنی حرام ہے۔ یہ تو صرف نذر و نیاز کا ہے۔ خدا وہ دن لائے کہ جب بامراد

تم اپنے میاں کے گھر میں آباد ہو اور تمھاری ساس چڑیل کا منہ کالا ہو جائے تو جو تم اپنے ہاتھ سے اٹھا کر مجھے دے دوگی وہ تو مجھے حلال ورنہ یوں تو مجھے ایک کوڑی بھی حرام ہو۔

سنجیدہ۔ دو سو کا نام سُن کر ذرا سوچ میں گئی کہ اتنے بہت سے روپیے کہاں سے آئیں گے۔ دس پانچ کی بات ہو تو خیر کہیں سے بھی دیدیتی

چجن سمجھ گئی کہ مچھلی کو ندا نگل گئی ہے اب مار لیا۔

چجن۔ اچھا بی لو تو میں جاؤں مجھے تو کام بہت ہے۔ ایک دم کو چھٹکارا نہیں۔ پتھر پڑیں میری بھول پر آج میں نے نواب بیگم کے پاس جانے کا وعدہ کیا تھا وہ کئی کئی دن سے بلا رہی تھیں اُن کے بچے کچھ اوپری خلل ہو گیا ہے۔ جاؤں اور اُس پر دم کر آؤں۔

سنجیدہ۔ اے ذرا تو بیٹھو چلی جانا ایسی بھی کیا بھاگڑ پڑی ہے۔

چجن۔ نا بیٹا۔ مجھے اِس وقت تو جانے ہی دو بیگم صاحب انتظار کر رہی ہوں گی۔ کہہ رہی ہوں گی کہ وعدہ کر کے نہیں آئی۔

سنجیدہ۔ اچھا تو پھر کب آؤ گی؟

چجن (شوق بڑھانے کو) لو میرا آنا ایسا کیا آسان ہے۔ میری اکیلی جان کے پیچھے سیکڑوں کام لگے پڑے ہیں۔ سر کھجانے کی مہلت نہیں۔ دیکھو کسی وقت آؤں گی۔

سنجیدہ۔ اچھی خدا کے واسطے جلدی پھیرا کرنا۔

چجّن۔ پن کٹی میں پان کوٹ بہت سی چھالیا ڈال چٹکی بھر زردہ پھکس کلّے میں پان ٹھونس برقعہ سنبھال یہ جا وہ جا۔

سنجیدہ کو اب کم سے کم سو روپیئے فراہم کرنے کی نئی فکر لگی کس کو رازدار بنائے کون ایسا ہی جو بھر مٹھی روپیہ پکڑا دے گا۔ اماں سے مانگوں ہونی نہیں کہ وہ دیں اور کوئی نظر آتا نہیں۔ پھر آخر کیا کروں یہ کام تو مجھے کسی حال بھی کرنا ہی ہی۔ ایسا کیوں نہ کروں کہ جھمّو کی معرفت اپنی تو گریاں گروی ڈلوا دوں۔ کسی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہوگی۔ جب اللہ میرے دن پھیرے گا اور ساس کا منہ کالا ہو جائے گا تو پھر سارا گھر بار میرے ہی ہاتھ میں ہوگا خرچ برچ میں اُٹھاؤں گی ان کا چھڑا لینا کیا مشکل ہی۔ یہ کہہ جھمّو کو بلا دو ڈھائی سو کی تو گریاں نکال حوالے کیں کہ تو کہیں انھیں سو روپیئے بدل گروی رکھوا دے۔

جھمّو۔ گروی گانٹھے میں کیا جانوں نا بیوی میرے سے یہ جوکھم کا کام نا ہووادہ کل کلاں کو بات کھل جائے اور میں دھرلی جاؤں تو تم تو الگ نکس چوکھی جاؤ گی سامت (شامت) میرے آوے گی۔

سنجیدہ۔ اری میں بتاؤں سیدھی چاندنی چوک چلی جا اور گھنٹہ گھر کے پاس بہت سے صراف بیٹھتے ہیں جو گروی گانٹھے ہی کا بیوپار

کرتے ہیں وہاں کسی کے ہاں بھی رکھوا دیجو۔ ایسا کون سا بڑا کام ہے جو
تیرا دم نکلا جاتا ہے۔ تیرے ایسے ہی ڈرپوک پنے نے میاں سے طلاق
دلوائی اور ہاتھ کا کھل جانا۔ جوتی سے کھل جاتے ہیں تو موجود
ہوں نا بھلا کسی کی کیا مجال ہے جو تجھے آدھی بات بھی کہہ سکے اور ہاتھ
لگانا تو بڑی بات ہے میں اپنا لہو پانی ایک کر دوں۔

چھمو۔ دنیا بھر کی چھٹی بدمعاش بھی پرزہ۔ نوکریاں سے عراتے ہیں
بیا پونچی اور سو روپے ہیں گروی رکھ کر پچیس تو خود لیے اور پچھتر لا ان کے
حوالے کیے۔

سنجیدہ۔ روپے دیکھتے ہی آ گئی۔

چھمو۔ ہاں آ گئی۔ اور بند کی بند روپیوں کی پوٹلی ان کے ہاتھ میں دی
پر اسے انہیں اتنی عقل آ گئی کہ اسی کے سامنے گن لیا تو سو کی جگہ
پچھتر نکلے۔

سنجیدہ۔ اور پچیس؟

چھمو۔ اے چھوٹی بیگم موئے صراف نے پچاس کی ہی آنکی بھئی کئی
جنگلوں میں نے دکھلائیں جو دیکھو پچاس کا ہی مال بتلاوے ہے تم تو
دیکھو بھی کہ دو اڑھائی سو کا مال ہے۔ آخر ایک بڑی کوٹھی میں گئی جو کسو
مارواڑی کی ہے چھنامل والوں کی کوٹھی کے سامنے واں نے بھی ہتیار

ہیل محبت کا توڑ ھی اور بہت مشکل سے پون سو روپئے دیئے۔ میرے تو پھرتے پھرتے گوڑے بھی ٹوٹ گئے۔

سنجیدہ۔ ای واہ خوب یہ بھی کوئی بات ہو۔ لو غضب خدا میری لوگریاں تو ابھی بالکل نئی کی نئی ہیں میرے سسرے ہی نے تو ڈھائی سو روپیئے کی لے کے دی ہیں۔ خوب پچاس کی آنکیں۔ تجھے عورت ذات دیکھ موئے مارواڑی نے ڈر ڈرالیا ہوگا۔ مارواڑیوں کی ذات بھی غضب کی چھل سٹّے باز ہوتی ہو۔ خیر مجھے بیچنا تھوڑی ہیں ہیں تو خدا نے چاہا تو پندرہ بیس ہی دن میں چھڑا لوں گی۔ اب رہی پچیس کی کمی وہ میں کہیں نہ کہیں سے بھی پوری کر دوں گی۔

جھمّو کے ہاں اُس دن عید تھی بھر مٹھی پچیس روپیئے کی نقدی ہاتھ لگی۔ خوب رت جگا منایا ڈھولن پٹا گلگلے تلے۔ اُس دن سے بی حجن ایسی غایب ہوئیں کہ جیسے گدھے کے سر سے سینگ کنوؤں میں بانس ڈلوائے مگر اُن کا کہیں پتہ نہیں۔ اور سنجیدہ ہیں کہ جھمّو اور چمپا کو روز بھیجتی ہیں کہ جس طرح بنے حجن کو ڈھونڈ کر لاؤ حجن بارہ گھاٹ کا پانی پیئے ہوئے اس لیئے ٹل گئی کہ ایک طرف تو اُس کی بے غرضی معلوم ہووے اور دوسری طرف بیوی کا شوق بڑھے۔ ایک آدھ دفعہ ملی تو بھی یہ کہہ کر ٹال دیا کہ تو چل میں آؤں گی۔ میں اسی کام کی

فکر میں لگی ہوئی ہوں مگر نہ آئی۔ اتنے میں ان کا سسرال جانا ہو گیا اب وہاں یہ آزادی کہاں لیکن عقل جب اوندھی ہوتی ہے تو کچھ سوجھتا نہیں سسرال جاتے جاتے چھمو سے تاکید کر گئیں کہ چمن کو وہیں لے آنا۔ اور آپ سے کہیں مل جائے تو خبردار اُسے چھوڑیو نہیں لے ہی کر آئیو۔ اس وصیل پر ہیں یگیں پر چھمو کو بھی ملی بھاگت تھی کہ جتنی دیر ہوا تھا ہونا اچھا۔ چمن نے جب چھمو سے سن لیا کہ اب معاملہ طیار ہے تو وہ اُس وقت ملنے پہونچیں۔ دور سے دیکھتے ہی سنجیدہ نے دونوں کو اشارہ سے اپنے کمرے میں بلا لیا۔ یہ بھی نظر بچا کر داخل ہو گئیں دیر تک صلاح و مشورہ ہوتا رہا آخر کار چمن نے کہا کہ یہاں ایک لمبا بزرگ حضرت ننگی شاہ صاحب بہرے بھرے کی درگاہ میں بیٹھے ہیں کوئی سو برس سے اوپر ہی اوپر کی عمر ہو گی۔ اُن کے پاس خلقت کا ایک ہجوم لگا رہتا ہے کسی دن رات کے وخت (وقت) جا کر جا کر میں اُن سے تعویذ لے آؤں گی۔

سنجیدہ۔ اوہ تم اب تک گئی بھی نہیں۔ میں تو سمجھی تھی کہ تم نے سب کام کا ٹھیک ٹھاک کر لیا ہو گا۔

چمن۔ ای کیا تم نے منہ کا لوالا سمجھ لیا ہے۔ جلدی کام شیطان کا اور دھیرے کام رحمٰن کا۔ سب مجھے تو ہتیلی پر سرسوں جمائی آتی نہیں میں

تمھارے ہی کام میں لگی ہوئی تھی۔ کوئی بے کار تھوڑی بیٹھی تھی۔ نوکر تو ہیں نے تمہارا اُن سے چھیڑ ہی دیا ہے اور کان پسیا ڈال ہی دی ہے۔ حضرت سُن کر وہ تک مراقبے میں گئے مگر ابھی کچھ فرمایا نہیں۔

سنجیدہ۔ اچھا تو ہی جلدی کر و تمہاری مساوات میں تو میرا بنا بنایا کام بگڑا جاتا ہے۔ اگر جو دو گل کے لیے کچھ چاہیے تو لیتی جاؤ۔

چھجن۔ ہاں چاہیے کیوں نہیں حضرت تو روپیہ پیسے کو چھوتے تک نہیں۔ جو آتا ہے اِدھر کا اُدھر خیرات کر دیا۔ مگر بالفعل بہت نہیں صرف سو روپیے دے دو تو کام چلتا ہے۔ باقی پھر دیکھا جائے گا۔

سنجیدہ تو سو روپیے کی پوٹلی پہلے ہی سے لیے بیٹھی تھی خوشی خوشی حوالے کر دی۔ چھجن روپیے تہبا داغیں پائیں وہ تو بھاگتی چلتی ہوئیں چھجو نے راستے میں کہا اور میرا ایک ؟" چھجن۔ اری چڑیل ! ابھی یہ کیا حق وقت کا ہے کا۔ لے یہ دو روپیے اور اپنے منہ کو جُھبسا لگا۔ آگے جب کام بن جائے گا تو میں تجھے خوش کر دوں گی۔ مری کیوں جاوے ہے۔ جھمو نے دو روپیے لے اپنے لہنگے کے نیفے میں اُڑس یہ جا وہ جا۔ بی چھجن نے خدا اُن کو غارت کرے پھر کوئی دو ہفتے کا غوطہ لگایا۔ بارے اب کے خود ہی تشریف لائیں۔ اتفاق سے سنجیدہ اس دفعہ

بھی سسرال ہی میں تھی وہاں جاتے یہ کنیاتی تھی مگر لالچ بری بلا ہے جوں توں کر کے گئی سنجیدہ بیگم کے نام پر ادھار کھائے بیٹھی تھی دیکھتے ہی شاد شاد ہو گئی اور سمجھی کہ بس اب مشکل آسان ہو جائے گی بیگم کچھ ایسی بوکھلائی ہوئی آئیں کہ کوئی آدھ گھنٹے تو اُن کے حواس درست نہیں ہوئے۔ جب ایک دو گلوریاں نگل چکیں اور برف کے ٹھنڈے پانی کے دو گلاس پیا سے چڑھا گئیں تب کہیں یوں مخاطب ہوئیں کہ اس وقت میں سبزی منڈی کے پار سے چلی آرہی ہوں نگوڑی ٹرین (ٹریم) تو ملی نہیں اور پیدل مجھ سے اتنی دور چلا نہیں جاتا موئے اکے والوں سے دماغ کھپا کھپا کے چڑھے ہوئے ہیں کہ چار آنے اُس نے پہلے رکھوا لیے جب آیا گرمی اس بلا کی پڑ رہی ہے کہ میرا سر چکرا گیا۔ نوج اس چلچلاتی دھوپ میں کوئی نکلے۔ اللہ جانتا ہے یہ صرف تمھاری ہی خاطر تھی جو میں اس وقت نکلی ورنہ اس غضب کی دھوپ میں تو چیل بھی انڈا چھوڑ دیتی ہے۔ اوّل تو میں کسی سے وعدہ نہیں کرتی اور اگر زبان دے دی تو پھر جانو پتھر کی لکیر ہو گئی۔ تمھارے ہی کام میں سرگرداں اور پریشان تھی خدا خدا کر کے آج وہ کام بن گیا اور اللہ کے ماری جاؤں کہ اُس نے مجھے تم سے سرخ رو

کیا اللہ نے میری شرم رکھ لی۔ خدا جانتا ہے مجھے تمہاری کچھ ایسی محبت پڑ گئی ہے کہ کچھ کہہ نہیں سکتی۔ تمہاری صورت میری لڑکی شبراتن سے ملتی جلتی ہے۔ عین مین مجھے وہی شبیہ نظر آتی ہے۔ تم کو جب دیکھ لیتی ہوں میری مامتا ٹھنڈی ہو جاتی ہے ورنہ وہ بے چاری یہاں کہاں سیکڑوں کوس دور پردیس میں ہے۔ آدا اُس ملک کا بھلا سا نام ہے۔ میری یاد پر پتھر پڑیں کیسی ستری بہتری ہو گئی ہوں بہتیرا یاد کرتی ہوں اس وقت دھیان میں نہیں آتا۔

سنجیدہ (بے صبری سے بات کاٹ کر) اے بی تم مطلب کی بات کہو نا میرے پیٹ میں تو چوہے دوڑ رہے ہیں۔

جھجن نے (بہت اطمینان سے) بٹوا کھولا اور اُس میں خدا جانے کیا کیا الا بلا بھری تھی اُس میں سے ٹٹول کر دو تعویذ نکالے اور ایک تعویذ دے کر کہا کہ۔ بیٹی! جب اصل خیر سے تمہارے دولھا آئیں تو جمعرات کے دن اور نوچندی جمعرات ہو تو بہت ہی اچھا ہے۔ نہا دھو کے خوشبو لگا کر مغرب کی نماز کے بعد دو نفل شکرانے کے پڑھ کر بسم اللہ کر کے یہ تعویذ جس پر لکیر بنی ہوئی ہے اپنے داہنے بازو پر باندھ لینا ہاں یہ تو میں کہنا بھول گئی پہلے تعویذ کو لوبان کی دھونی دینا پھر اوپر سے موم لپیٹ کر موم جامے میں منڈھ کر پاک و صاف کپڑے کا

غلاف چڑھا لینا جب باندھنا۔ اور یہ الائچیاں پڑھی ہوئی ہیں میاں کو
جب پان دینا وودانے اس کے بھی ڈال دینا۔ اس کے بعد ایک
پوٹلی میں سے دو پڑے اور نکالے ایک میں لوبان اور کالا دانہ ملا
ہوا تھا اس کی دھونی سوتے وقت روز برابر چالیس دن لینا۔ دیکھو ناغہ
نہ ہو۔ اور دوسرے پوڑے میں گندھک ہے کر چھے میں آگ لے کر
اس میں کی آدھی اُس میں ڈال دینا۔ ٹھیک دوپہر کے وقت اور
اُس کے دھوئیں کا رُخ اپنی ساس کی طرف کر دینا۔ یہ عمل منگل منگل
برابر چار منگل کرنا۔ اور یہ جو دوسرا تعویذ جس پر نیلا دھاگا لپٹا ہوا ہے
یہ تمھاری نندوں کی خبر لے گا جیسا میں پہلے تم سے کہہ چکی اسے
کسی ایسی جگہ بالشت بھر زمین کھود کر گاڑنا کہ جہاں آتے جاتے اُن
چڑیلوں کا پاؤں پڑے۔ پھر دیکھو اللہ کے کلام کا اثر اور قدرت کے
تماشے ان شاء اللہ چلّانہ پورا ہونے پائے گا کہ میاں تمھارے
پاؤں دھو دھو کر پینے لگیں گے۔ اور جوں جوں یہ آگ جلے اور گندھک
کا دھواں ہو گا بس اُسی طرح ماں بیٹوں میں جلتوائی پڑ جائے گی۔
اور نندیں تمہاری اس گھر سے بے عزت ہو کر نکالی جائیں گی اور
خدا نے چاہا تو آنا فاناً میں اُن کا کالا منہ نہ ہو جائے تو میرا نام
چھّن نہیں۔ لو تم بھی کیا یاد کرو گی کہ کوئی چھّن ملی تھی۔ اور ہاں خوب

یاد آیا حضرت پوچھ رہے تھے کہ تمہاری شادی کو کتنے برس ہوئے
سنجیدہ۔ (انگلیوں پر حساب لگا کر) رجب۔ شبرات (شب برات
شعبان) رمضان۔ عید۔ خالی (ذی قعد) بکرید (بقر عید) محرم۔ تیرہ تیزی
(صفر) بارہ وفات (ربیع الاول) میراں جی (ربیع الثانی) مدار (جمادی
الاولی) خواجہ معین دین (خواجہ معین الدین۔ جمادی الثانیہ۔ بارہ مہینے
اور یہ چھ مہینے اوپر اس طرح ڈیڑھ برس ہوا۔
حجن۔ اور بال بچہ؟
سنجیدہ (شرما کر) ابھی تو ہم ہی بچہ ہیں۔
حجن۔ بال بچے کے تو یہی دن اور یہی عمر ہے۔
سنجیدہ۔ پھر کچھ اپنے بس کی بات ہے۔ یہ تو اللہ میاں کی دین ہے۔
حجن۔ بزرگان دین کو تم نے کیا سمجھا ہے؟ اللہ والے تو مُردوں
میں جان ڈال دیں۔ یہ اُن کے آگے کون سی بڑی بات ہے۔ تم کیا جانتے
ہیں یہ کام ہوتا ہے تمہیں کوکھ کا خلل ہوگا۔ ڈراونے خواب دکھائی
دیتے ہوں گے۔
سنجیدہ۔ کوکھ کا خلل وَلل تو میں جانتی نہیں۔ ہاں خواب بُرے
بُرے ضرور دکھلائی دیتے ہیں۔
حجن۔ بس بس۔ معلوم ہوگیا۔ جب ہی تو میں کہوں کہ یا اللہ یہ

کیا بات ہو جو اس قدر دیر لگی - ورنہ آج کل تو برس کے اندر ہی اندر جہاں دیکھو بال بچہ ہو جاتا ہی - اور یہی وجہ تمہارے میاں کی رکاوٹ کی بھی ہو گی بیٹی ! اس سے غافل ہرگز نہ رہنا - تمہاری اللہ آمین مناتے والا کون ہی - تم خدا کا نام لے کے علاج تو شروع کرو - تمہارے دو چار نہان ہو جایں - ایک گنڈا بندھ جاتے - چالیس دن پڑھے ہوئے بادام کھالو - پھر تو تم کو اتنے بچے ہوں گے کہ تم گھبرا جاؤ گی - اور پال بھی نہ سکو گی - اگر تم نے ڈھیل ڈال دی اور ایک دفعہ دیر لگی تو پھر لگی - مردوں کا اعتبار نہیں - یہ تو طوطا چشم مشہور ہیں - ایسا نہ ہو تمہاری ساس میاں کو بھڑکا کر دوسرا نہ کرا دیں اور تمہاری چھاتی پر مونگ دلنے کو سوکن لا بٹھائیں تو پھر تم کدھر کی رہو گی کسی کا بھی کچھ نہیں جائے گا بس تمہاری مٹی خراب ہو جائے گی -
سنجیدہ کی ابھی عمر ہی کیا تھی اور بیاہ ہی کو کے دن ہوئے تھے اس طرف کا خیال بھی نہ تھا مگر بی جھجن کی اس کہن سے چونکنا ضرور ہو گئی اور بی جھجن نے بھی یہ شوشہ اس غرض سے چھوڑا تھا کہ آیندہ بڑا ہاتھ مارنے کا موقع ملے - سو اس مُردار کا تیر کبھی خطا تھوڑی کرتا تھا وہ ٹھیک نشانے پر لگا اور زخم کاری ڈال دیا -
جھمو اور جمیا تو شاید کوئی دن خالی جاتا ہوگا جوان کے ایک دو

پھیرے نہ ہوتے ہوں۔ ان کے آنے جانے کی تو سب کو مساوات ہو گئی تھی کوئی خیال بھی نہ کرتا تھا لیکن یہ دو مرتبے سے ایک تیسری عورت برقعے میں لپٹی لپٹائی آنے لگی تھی کہ جس کی جھلک بھی نہیں دکھلائی دیتی تھی۔ اور جب آئی نہ کسی سے سلام نہ کلام بس سیدھی کمرے میں داخل اور کانا پھوسی شروع۔ بڑی بی کو کچھ کھٹکا سا ہوا کہ یہ کون بلا جو چوروں کی طرح چھپ کر آتی ہے۔ اور کسی طرف رُخ بھی نہیں کرتی۔ آخر یہ معاملہ کیا ہے۔ اور اس نے کیوں آنا جانا نکالا ہے۔ ہو نہ ہو کچھ دال میں کالا ہے۔

سترھویں فصل۔ بی جگن کی بدولت سنجیدہ کی ساس سے بڑی بھاری لڑائی

ہر چند اس میں آپ ہی بدنام کیوں نہ ہوں
باز آئیں گے نہ وہ مرا چرچا کیے بغیر

بی جگن کے منہ کو لہو لگ گیا تھا اب کی دفعہ دو تین دن کے پھیرے سے ہی آ دھمکیں۔ آتے تو بیگم صاحب نے دیکھا نہیں مگر جاتی ہوئی نظر پڑ گئی کہ جھپٹ کر لمبے لمبے ڈگ ڈالتی کلانچیں مارتی جا رہی تھی بیگم صاحب نے چبوترے پر ہی سے للکارا۔ "اری تم کون ہو ذرا اِدھر

تو آنا۔ **چجن** ٹھٹکی جھجکی مگر آنا ہی پڑا۔

بیگم صاحب۔ (منہ دیکھ کر) اری تم ہو۔ لو میں نے کہا کہ خدا جانے کون ہوئی ہیں۔ تم کو شہر میں کون نہیں جانتا۔ خدا خیر کرے جو تم نے اس گھر میں آنا جانا نکالا ہے۔

چجن۔ (بگڑ کر) میں نے کیا کسی کا کوٹھا کاٹا ہے آپ جو اس طرح ڈنگلتی ہیں۔

بیگم صاحب۔ بس تم میرا منہ نہ کھلواؤ اسی میں تمہاری خیر ہے چپکی دُم دبا کے چلتی بنو۔ میں تمہارے کرتوتوں سے خوب واقف ہوں۔ موئی سارے جہان کی ٹھگنی کٹنی۔ بی چجن تمہیں اختیار ہے جہاں چاہو آؤ جاؤ مگر میرے گھر میں پھر بھول کر بھی قدم نہ دھرنا ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہیں۔ قدم ہی تو کاٹ ڈالے ہوں گے لڑکی (بہو) کو بھولا بھالا دیکھ لیا ہوگا۔ تجھے یہ بھی خبر ہے کہ میں کیسی بیٹھی ہوں۔ میری موجودگی میں بھلا تیری چالیں اور گھاتیں چل سکتی ہیں۔ یہ کیا بات کہ جب آئیں نہ کسی سے سلام نہ پیام نہ بات نہ چیت ناک کی سیدھ کمرے میں جا گھسیں۔ کمرہ کیا تیرے ابا باوا کی جاگیر ہے۔ چوروں اُچکوں کی طرح چھپ کر آنے کا کیا سبب۔ نکل نامراد۔ مُردار چڑیل میرے گھر سے۔

بیگم صاحب کی ڈانٹ سے بی چجّن کے آ ئے گئے ہوش و حواس جاتے رہے۔ چور کے پاؤں کہاں۔ تھر تھر کانپنے لگی۔ کاٹو تو خون نہیں۔ اور کچھ معقول جواب بن نہ پڑا۔ بیگم صاحب اس مکارہ عورت کو خوب جانتی تھیں وہ کئی جگہ سُن چکی تھیں کہ اس چجّن نے بہت سی بھولی بھالی لڑکیوں کو لوٹا کھسوٹا ہے۔ اور سارے شہر میں اس کی اودھم مچ رہی تھی۔

چجّن۔ بیگم صاحب مجھ پر تو آپ ناحق کا غصہ اتارتی ہیں۔ غریب کی جورو سب کی بھابی۔ جب کوئی بلاتا ہے تو کوئی آتا ہے ورنہ بن بلائے تو کوئی خدا کے ہاں بھی نہیں جاتا۔ آپ کو جو کچھ کہنا سُننا ہے اپنی بہو بیگم سے کہیئے نہ وہ بلاتیں نہ میں آتی۔ اور ایسا میں نے کیا گناہ کیا ہے جو آپ نے ایک زبان سے ہزاروں صلواتیں حق ناحق مجھ غریب کو سُنا دیں۔

بیگم صاحب۔ اری بی ہیں تمہارے مُنہ نہیں لگتی۔ لو اور سُنو غضب خدا۔ موری کی اینٹ چوبارے چڑھی ہے۔ تم سے کون بحث کرے۔ بس چلو اپنا راستہ پکڑو۔

چجّن تو اُدھر گئی اور اِدھر دیکھتی کیا ہیں کہ بہو صاحب ننگے سر ننگے پاؤں پائنچے چھٹے ہوئے اپنے کمرے کے دروازے میں

آدھی اندر آدھی باہر کھڑی سُن رہی ہیں اور مارے غصّے کے منہ لال ہو۔ یہ نالایق ایک دم ساس پہ جھپٹی اور کہا کہ "بی میرے ملنے جلنے والوں کی روک ٹوک کرنے والی تم کون۔ میں کیا دودھ پیتی بچّہ ہوں جو اپنے بھلے بُرے کو نہیں جانتی۔ واہ کیا خوب بے چاری جحّن کو اکیلا پاکر ناحق تم نے پُن ڈالا۔ آج کو تو تم نے جحّن کی بندش کی کل کو تم میرے میکے کے کسی آدمی کو بھی گھسنے نہ دوگی۔ تو بس تو ہیں تو تمھاری قید نہ ہوئی۔ میں نے تو آج تک اپنی سگی ماں کی جس نے مجھے جنا ہو آدھی بات بھی نہیں سُنی۔ تم کس شمار قطار میں ہو۔ میں نے آج تک تمہارا بہت ادب اور لحاظ کیا۔ ایسا کہ شاید کسی بہو نے ساس کا کیا ہوگا۔ بس اب حد ہو گئی۔ خدا نے میرے منہ میں بھی زبان دی ہو ایک کہوگی تو دس سُنوگی"۔

بیگم صاحب۔ بیٹا! تم نہیں جانتیں کہ یہ کیسی مکّار اور چھٹّے باز عورت ہو۔ اس نے کئی گھر بگاڑے ہیں۔ شریفوں کے گھروں میں آنے جانے کے قابل نہیں۔

بہو۔ وہ مکّار ہو تو میرے لیئے اور چھٹّے باز ہو تو میرے لیئے آپ کو کیا۔ آپ تو جس کو دیکھو اُس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جاتی ہیں۔ اور جو منہ میں آیا کہہ ڈالتی ہیں۔ آپ کی زبان کون پکڑ سکتا ہو

آپ کو اپنی بیٹیوں پر اختیار ہے۔۔۔۔۔ میں سے نکال لیجئے۔۔۔۔ میں ڈال لیجئے۔ مگر یہ بندی آپ کی آدھی بات بھی سننے والی نہیں۔ لو غضب خدا کا لوگوں کے آنے جانے کی بندش ہونے لگی۔ اب کوئی کسی سے ملے بھی نہیں۔ اب رہا گھر کا بگڑنا وہ موا اُب کون سا بنا ہوا ہے۔ میرے حساب کل کا اُجڑتا آج ہی اجڑ جائے۔ مجھے رتّی برابر پروا نہیں۔

بیگم صاحب ابھی جواب بھی نہ دینے پائی تھیں کہ بہو صاحب کھڑی اور پڑی دھڑا دھڑ پیٹنے لگیں۔ بیگم صاحب یہ حال دیکھ کر ہکّا بکّا رہ گئیں۔ اور سخت پشیمان ہوئیں کہ میں اس کلّے دراز کے منہ کیوں لگی۔ خون کے سے گھونٹ پی کر چپ ہو رہیں۔ بہو بیگم نے وہی اپنا پرانا نسخہ اختیار کیا یعنی ڈولی منگا چلتی ہوئیں۔

اٹھارھویں ۱۸ فصل۔ بی جمن کا افشائے راز

دیکھئے پہنچے کہاں تک سوزش دل کا اثر
صرصر وحشت کا یہ شعلہ ہی بھڑکا یا ہوا

سنجیدہ کی ڈولی ایک دم سے جو میکے میں جا اتری تو ماں بے چاری تک دھک رہ گئی۔ اس کی صورت دیکھتے ہی سمجھی کہ خدا خیر کرے۔

آج کچھ نیا رنگ لائی ہی۔ بے بطور بپھری ہوئی ہی۔ اُس وقت تو اُنھوں نے پوچھا گچھا نہیں۔ جب ذرا ٹھنڈی پڑی دوسرے دن صبح کو کہا کہ "سنجیدہ تم کیسے آ گئیں"؟

سنجیدہ۔ مَیں کیوں کسی کے گھر آتی میرا ٹھکانا ہی کہاں ہی نہ زمین میں نہ آسمان میں وہ جو تمہاری دوپٹہ بدل بہن سمدھن صاحب ہیں اُنھوں نے جحّن کے بدلے میرا ہاتھ پکڑ کر نکال دیا۔

ماں۔ ہیں! ہاتھ پکڑ کر نکال دیا۔ تعجب!

بیٹی۔ اے وہ ہاتھ پکڑ کر نکالنا ہی ہوا۔ زبان کی جوتیاں کیا کچھ کم ہیں؟

ماں۔ آخر کچھ کہو بھی تو کہ کیا ہوا۔ وہ جحّن کون ہی۔ معاملہ کیا ہی؟ مجمل کہنے سے کیا فائدہ بات صاف صاف بتاؤ نا۔

بیٹی۔ اے بی! معاملہ مقدمہ کچھ ہو تو میں کہوں۔ میں جھوٹ سچ باتیں ملا کر کیوں گنہگار بنوں۔ تمہاری سمدھن ہی ایک کی دس دس لگائیں گی بس انھیں سے سُن لینا اور اُن کے کہے کا تمھیں اعتبار بھی آئے گا۔ رہی میں اگر ستّے توے پر بھی قسم کھاؤں تو تمھیں میری بات کا یقین نہ آئے۔ الٰہی اس بڑھیا کے دیدے پٹم ہو جائیں اُس کے دیدے گھٹنوں کے آگے آئے جیسے جیسے کچھو کے

نامراد ناشاد مجھے دیا کرتی ہو۔

ماں۔ اچھا وہ حجّن کی تو کہو کہ وہ کون ہو اور تم نے اُس سے کب سے میل ملاپ نکالا۔

بیٹی۔ ای ہو کون آدمی ہو۔

ماں۔ سُبحان اللہ۔ کیا بات کرنے کا ڈھنگ ہی۔ تو کچھ مُنہ سے تو پھوٹ

بیٹی۔ بس بی بس تم اپنا غصّہ وصّہ تو تہ کدر کہو۔ مجھے کسی کی بات سُننے کی تاب نہیں۔ تم سب نے مل کر مجھے دیوانہ بنا دیا ہی۔ جب سب آدمی ایک کے پیچھے پڑ جائیں تو کیا ٹھکانا۔ میں نے کہہ دیا کہ حجّن ہیں۔ تم ایسی بھولی ہو کہ یہ بھی نہیں جانتیں کہ حجّن کس کو کہتے ہیں۔ لو میں تمھیں بتاؤں۔ جو عورت حج کر آتی ہو وہ حجّن کہلاتی ہو

ماں۔ پھر تم کو اُس سے کیا سروکار؟

بیٹی۔ اور تم کو مجھ سے کیا سروکار؟

ماں۔ ای لڑکی! تو کچھ مجھ سے لڑنے آئی ہو جو اس طرح ہرائی جتائی کی باتیں کرتی ہو۔

بیٹی۔ میری تو سیدھی بات بھی لڑائی ہی ہی۔ جیسی دُنیا جہان کی حجنیں ہوتی ہیں وہ بھی ہیں۔ اُنھیں کوئی سرخاب کا پر نہیں لگا ہو۔ بےچاری خدا اور رسول کی جاننے والی۔ نمازن۔ تہجد گزار۔ قدم شریف

میں رہتی ہیں۔ گنڈا تعویذ کرتی ہیں؟

ماں۔ تو پھر تمھیں گنڈے تعویذ کی کیا ضرورت؟

بیٹی۔ کچھ تو ضرورت ہوہی گی۔ ہاں ہاں وہ تو میں پہلے ہی جانتی تھی کہ تم میری سی تھوڑی ہی کہو گی۔ ایک تو اُس قطامہ نے ظلم توڑا

اسی طرح ساسہا تم توڑو۔

ماں طرح دے گئی کہ خیر کسی اور وقت اس سے پوچھوں گی۔ مگر بیگم صاحب کے پوچھنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی کہ جھمّو اور جمپیا کی جوتی چل گئی۔ اور یہ راز طشت از بام ہوگیا۔ ایک دن جمپیا نے جھمّو سے کہا "اری جھمّو اَتنک انگیا کو تو آ۔ میں پوچھوں کہ گھ گئی تئیں نے تو کھوب مٹھی گرم کی۔ جّانی سے دو روپیے الگ ہی الگ کھونتے میں سن کرانجان بن گئی کہ کھیر بھی جانے دے دو روپیہ کون بڑی بات ہی ہمارے گیل نہ رہے تھارے گیل رہے۔ آج موکو مالوم پڑا کہ چھگنی مل سے تئیں بھر مٹھی بیس اوپر پانچ روپیے لائی اور ہجم کر گئی۔ ڈکار توڑی نالی۔

جھمّو۔ اری رانڈ کیا بکے ہی۔ جرا جبان سنبھال کے بات کر۔ میں تیرا منہ توڑ دوں گی۔ کون چھگنی مل اور کیسی جانی۔ لے مجھے کوئی پکڑا دے ہی۔ تو بھی تو تھی تجھے بھی کبھو نے گجّا سنگوا دیا ہوگا

اپنی ہوائی اور وں پہ گنوائی چل چل پتا چڑیل کھسرڈارجو پھر میرے نام کو آئی ہوگی۔ اتنا کہہ کر دونوں گتھ گئیں۔ اِس کے جھونٹے اُس کے ہاتھ اور اُس کے اِس کے ہاتھ ہیں۔ غل غپاڑا گالی گلوج سن کر چار آدمی جمع ہوگئے۔ بیچ بچاؤ کر کے چھڑا دیا۔

جمیا۔ اچھا تو رے حرام جادی۔ تو جاوے کہاں ہے۔ گھیر دیکھ اکیسا مجا چکھاؤں ہوں۔ بھیا کی جان کیسوں ابھی جاؤں ہوں اور وہ جو تیری بھینا ہے نا اس کی میا سے تیری ساری کرتوت جا کھو تو ہوں جو سبھی کہ تیرے سے سارے روپیہ نہ اگلواؤں۔

جھمّو۔ اری جا جا۔ بک بک مت کرے۔ ایسے ڈراوے کسی اور کو دے۔ میں کچی گولیاں نا کھیلی۔ میں نے کیا چوری چکاری کی ہے۔ جو کسی سے ڈروں۔ جو کہ سے کہہ دے ایک دھیلے ناہیں سو دیے۔

جمیا غصے میں بھری سیدھی رضیہ کے پاس پہنچی۔ جھجن کا آنا اور جھمّو کی معرفت سو روپیے تبدل نوگر یاں گروی رکھوانا اور اُس میں سے جھمّو کا پچیس روپیے مار لینا اور جھجن سے دو روپیے الگ اینٹھنا۔ ساری باتیں پتے وار جا لگائیں۔ رضیہ سُن کر ایک سناٹے میں رہ گئی کہ اگر یہ بات سچ ہے اور مجھے تو سچ ہی معلوم

دیتی ہو تو بس غضب ہی ٹوٹا۔ نوگریاں کم بخت تو میکے کی بھی نہ تھیں
چڑھاوے کی تھیں سسرال میں خبر ہو گی تو کیسی ناک کٹے گی۔

رضیہ۔ اچھا میں سنجیدہ سے پوچھوں؟

جمیا۔ ہاں شوق سے پوچھو نا۔ میں کیا نٹ جاؤں گی۔ چھوٹی بیگم
سے برتبر مکالبا کرا دوں گی۔

رضیہ۔ اچھا تو تو اس وقت جا۔

جمیا۔ اچھا بی۔ لے میں جاؤں ہوں۔ سلام!

جمیا اچھی چھچھوندر چھوڑ گئی۔ رضیہ نے سنجیدہ سے پوچھا کہ اری
لڑکی اتو اپنے گہنے کا صندوقچہ ساتھ لائی ہے؟

سنجیدہ۔ (جسے جمیا کی ریشہ دوانی کی سب خبر تھی۔ بھوچکا ہو کر) ہاں
لائی کیوں نہیں۔ وہاں کیوں چھوڑتی۔

ماں سن کر خاموش ہو رہی۔ سنجیدہ کیوں خیر تو ہے تم نے کیوں
پوچھا؟

ماں۔ نہیں کچھ بات نہیں۔ یونہیں مجھے خیال آگیا۔

بات گئی گزری ہوئی۔ انہی دنوں کہیں شادی میں جانا ہوا سنجیدہ
نے سارا گہنا پہنا۔ ماں کو خیال تو تھا ہی دیکھا تو نوگریاں ندارد اسی وقت
ماتھا ٹھنکا۔ اگر جلدی کر کے اسی وقت پوچھ بیٹھتی تو شاید جانا و انا سب

رہ جاتا۔ تامل کر گئی۔ شادی سے واپس آ۔ پوچھا تو سنجیدہ نے کہا کہ میں نے نوگریاں بہتی نہیں تھیں کہ کڑے۔ کنگن۔ چوہے دنتیاں (دنتیاں) پونچیاں۔ چار چار گہنے تو تھے۔ پھر کیا سارا گہنا لادلیتی تو بیویاں کہتیں کہ کیا شیخی خوری اتراتی ہے۔"

ماں بات کو ٹال گئی دو چار دن کے بعد پھر ذکر چھیڑا۔

سنجیدہ۔ اے موئی نوگریاں کیا ہوئیں میری جان کو ایک عذاب ہوگیا۔ دس دفعہ تو تم پوچھ چکیں۔ میرا مال ہے مجھے اختیار ہے۔

ماں۔ تمہارا مال نہ تھا۔ وہ تو تمہارے چڑھاوے کی چیز تھی۔

سنجیدہ۔ چڑھاوے کی ہو یا جہیز کی جب مجھے مل گئی تو میری ہوگئی تمہیں ایسی ہی میری سب بے اعتباری ہے تو بسم اللہ یہ بھی کر گزرو۔ تمہارے دل میں کوئی ارمان نہ رہے۔ سارا گہنا پاتا چھین بے مجھے ننگا بچا کر دو۔ کسی طرح تمہارے کلیجے میں ٹھنڈک پڑے اور یہ آئے دن کا ٹنٹا جائے۔

ماں۔ خدانخواستہ میں تمہارا گہنا پاتا لینے والی کون خدا مجھے اس گھڑی کو نہ رکھے۔ خدا تم کو پہننا اوربرتنا نصیب کرے ایک یہ اور لاکھوں اور گھس پس پرانے ہوں۔

سنجیدہ۔ نہیں بی نہیں۔ مجھے یہ ہر وقت کے ٹھوکے اچھے نہیں معلوم دیتے

یہ کہہ ٹھنک کر اٹھیں اور غصے سے صندوقچہ لا ماں کے سامنے
پٹخ (ٹپک) دیا اور کہا لو بی لو اور اچھی طرح دیکھ بھال لو۔ کیا کیا میں نے
کھا لیا اور کیا کیا بیچ ڈالا۔ میرے سامنے سنبھال لو۔ تم نے دنیا
جہان کی مائیں دیکھیں مگر ایسا ظلم کہیں نہیں سنا کہ دے کر پھر لے لیں
یہ تو تھوک کر چاٹنا ہوا۔ ایسا ہی اوچھا پن کمینوں کا کام ہے۔
رضیہ اس طنطنے پر سے سمجھی کہ نوکریوں کے گروی رکھ آنے کی
بات شاید غلط ہو ورنہ اس طرح بے باکانہ طور پر صندوقچہ لا کر سامنے
نہ رکھ دیتی۔ لیکن سارا صندوقچہ الٹ پلٹ ڈالا مگر نوکریوں کا پتہ نہیں
تب تو اس کو پورا شبہ پکا ہو گیا اور جان گئی کہ واقعی اس نے [illegible]
نوکریاں الٹ پلٹ کر دیں۔ بیٹی کو بہت کچھ برا بھلا کہا اور کہا سچ بتا
تو نے کیا کیں؟
سنجیدہ۔ میں نے کیا کیں؟ جا لے میری جوتی۔ اسی صندوقچے
میں تھیں۔ میں کیا ہر وقت صندوقچے کو گلے میں لٹکائے پھرتی
ہوں۔ مجھے کیا خبر کسی جوانا مرگ نے نکال لی ہوں گی۔
رضیہ۔ کنجی تیرے پاس تیرے سوا نکالنے والا اور کون؟
سنجیدہ۔ (غصے سے) تم اور کون؟
رضیہ۔ شاباش بیٹی شاباش تیرے ہوا اور دیے کو۔ الٹا چور

کوتوال کو ڈانڈے۔ کوس تو میں تجھے سکتی نہیں۔ بس صبر ہی بھلا۔
رضیہ کو چھگنی مل کا نام تو معلوم ہی ہو چکا تھا۔ دوسرے ہی دن
اعتبار خاں کو جو ان کا قدیم نوکر تھا بھجوایا اور پچھوایا کہ تمہارے
ہاں کوئی عورت نوگریاں گروی ڈال گئی ہے۔

چھگنی مل۔ اجی کیا کہو ہو۔ میاں جی کیسی نوگر۔ یہاں کون اونکے
رکھوا گیا ہے۔ ہمارے تو رات دن ایسی گروی لگتے ہی کا کام رہے ہے
ہمارو بیوپار یہو ہی ہے۔ اجی میاں جی واہی کو لاؤ جو رکھ گئی ہو اوس کا
نکالیا کرو جب پڑھے لگے تو لگے۔

اعتبار خاں نے یہی بات جا بیگم صاحب سے کہہ دی۔ رضیہ
نے فوراً جھمّو کو بلوایا۔ پہلے تو اُس نے آنے میں آنا کانی کی مگر
بمشکل تمام ڈرتی ڈرتی آئی اور نوگریوں کے معاملے سے بالکل کانوں پر
ہاتھ دھرے۔ جھمّو۔ بی بی جی بھیّا کی جان کیسوں میں کیا جانوں۔
رضیہ۔ اچھا تو تو اعتبار خاں کے ساتھ دکان پر جا کر آمنا سامنا
تو کرا دے۔ پھر اچھوٹ سچ سب ہی کھل جائے گا۔ ڈرنے کی
کیا بات ہے۔ ایسی بھول چوک انسان سے ہو ہی جاتی ہے۔ اگر تیرا
قصور بھی ہے تو میں تجھے کچھ نہیں کہوں گی۔ خیر جو ہوا سو ہوا۔ مگر تو سچ
سچ کہہ دے۔ جھمّو کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ سوچی کہ بُری

طرح آن پھنسی۔ پچیس روپئے جو میں کھا گئی اب وہ کہاں سے دوں گی۔ اُس نے دیکھا کہ اب کسی طرح جان بچتی نظر نہیں آتی کشاں کشاں اعتبار خاں کے ساتھ گئی۔ دُکان پر منیم جی ایک سٹرہی سی گدی پر چھوٹا سا میلا چکٹ گاؤ تکیہ لگائے اور اُس سے زیادہ میلی دھوتی پہنے بیٹھے ہوئے تھے۔ چھمّو کو آتے دیکھ اُنھوں نے نشست بدلی اور آلتی پالتی مار کے بڑے ٹھسّے سے بیٹھ گئے۔

چھمّو۔ لالہ جی۔ رام رام۔ تیجّوں سے ہندرا روج اگلُ جو میں نو گریاں سو روپئے بدّل دھرا گئی تھی وہ یا میاں جی کو دے دو۔ منیم جی رفیب نے بہی کھاتہ کھولا اور لال چھینٹ کی بھٹی ہوئی میرزائی (جس کی پیٹھ پر دو پیوند بھی لگے ہوئے تھے) کی جیب میں کچھ ٹٹولنے لگے۔ جب کچھ نہ ملا تو دوسری جیب ٹٹولی اتفاق سے وہ بھی خالی تھی پھر گھبرا کر میرزائی کے دو بند کھول اندر کی چور جیب میں سے ایک ٹٹّی کے شیشے کی عینک جو کاغذ کے مقوے کے ڈبے اور ٹوٹے ہوئے خانے کے اندر تھی اور جس کے شیشے بلا مبالغہ ایک ایک تہ چکنائی کی چڑھ کر دھندلے ہو گئے تھے اور جس میں ایک سڑا سا نیلا ڈورا بھی بندھا ہوا تھا نکال کانپتے ہوئے ہاتھوں سے ناک کی پھننگ پر لگا دیر تک لال چھپّرے کی بہی کے ورق تھوک کی نمی کی مدد سے اُلٹتے رہے۔ بہ مشکل تمام تاریخ

کے پتے پر دہ بنّا روّرق) ملا جس پر یہ اندراج تھا وہ دیکھ کر منیم جی یوں گویا ہوئے " ہاں جی! روپیہ لائے ہو؟ لاؤ میاں جی تمہاری چیج کڑھوائے دوں ہوں۔ ارے پرشوتم (گماشتہ) یہ کو بھی لے واہ تجوری ماں سو کاڑیو لا۔

خاں صاحب۔ روپیہ لاتے کیا دیر لگتی ہے چھمّو تو کھڑی رہ میں ابھی سو روپئے لیئے آتا ہوں۔

منیم۔ ارے چھورے (پرشوتم سے مخاطب ہو کر) جرا صبر کر کھاں شاب کو پہلے روپئے تو لانے دے اور خاں صاحب سے مخاطب ہو کر کھاں شاب تم کیسے سو روپئے کہو ہو۔ تمہارے چشو بیسے جو بیاج چھوٹکسے واہ بھی تو سن لو سگرے روپئے لائیو نہیں تھاری چیج پُچھٹے۔ یہ کہہ منیم نے ایک ہی چیج پر حساب ڈالا اور اس طرح سُنایا:-

شراون سدی پنچمی دوج بدھ وار سمت ۱۹۱۷ رکھے رکھت چھمّو بیٹی بتّو جو جبہ رام جی جات چماری کسب پشہاری رہائش ہُو دکا جی نگلی کو نڈوں والی۔ لوگریاں شونے کی و جنی شات تولے نو ماشے تین گھوچی ور شوناشترہ روپئے تولہ بدل شو روپئے بھرے شاہی نگد ہتے کھُدمتی در اکتی روبیہ جکتے دو مہینے پندرہ دن روپئے

کے سامنے بھی کہہ دیا کہ ہاں سو روپیے بدل رکھی ہیں میں کیا کچھ
ہجم کر گئی۔ مجھی گریب کو دے لے جاؤ ہو۔ اپنی بیٹی کو بوجھونا۔ اِب دیکھے ہے
ٹکر ٹکر ساری آپھت ہماری ہی جان پہ پڑی نا۔ میں جب ہی راجی
نا ہوؤں تھی جبردستی یو تو پہان ہمارے سر وہرو۔ سنجیدہ یہ سنتے ہی
آگ بگولا ہو گئی وہیں سے کڑک کے بولی "ارری مردار! تو ذرا یہاں
تو آ تیرے کلے چیروں۔ یہ سارے کرتوت تیرے ہی تو ہیں۔ جن
موئی کو میں کیا جانوں۔ "تو لائی سنتی یا کوئی اور۔ اور چھل بتے دیکھو
میرے فرشتوں کو بھی خبر نہیں۔ اب معلوم ہوا پچیس روپیے
تو نے بھی ہضم کیے۔ اب کیسی بھیگی بلّی بنی کھڑی ہے گویا کہ کچھ جانتی
ہی نہیں۔ خدا تجھے غارت کرے۔ قریب تھا کہ جھمّو دنداں شکن جواب
دے اور گلّہ بجلّہ لڑنے لگے مگر جنید نے دونوں کو اپنی اپنی جگہ
روک دیا۔ بیٹی کو کہا "صاحبزادی! تم اپنے کمرے میں تشریف لے
جاؤ۔ تم نے میرا سر بنڈا دیا۔ جھمّو تو مجھ سے بات کر۔ تجھے اُس سے
کیا کام۔ میں خوب جانتی ہوں کہ یہ ساری آگ تیری ہی لگائی ہوئی ہے
اور تو نے ہی لڑکی کو سکھایا۔ خیر اب کیا ہو سکتا ہے جو تقدیر کا لکھا تھا
سو پورا ہوا۔ مگر اب تو یہ تو بتا کہ وہ پچیس روپیے کدھر گئے۔
جھمّو گنگنے لگی کو۔ جھوٹا کھاوے تو سیٹھے کی کھاٹ میں نے رات

کہہ دینا چاہیے شاید کوئی تدبیر ایسی کریں کہ جھجن سے روپیہ اگلوا لیں

چنانچہ سنجیدہ نے کہہ دیا کہ اماں بی اللہ کی قسم میں نے کچھ کھا نہیں لیے۔ ہاں بیشک مجھ سے بھول چوک ہوگئی کہ اماں نامراد دلہن کے کہنے میں آکے میں نے سو روپیے جھجن کو دیدیئے۔

بیگم صاحب۔ اور پچیس روپیہ تو کہاں سے لائی؟

سنجیدہ۔ وہ عیدیوں وغیرہ کے میرے پاس جمع تھے۔

بیگم صاحب۔ ہتّا مراد! وہ بھی تو نے جھونک دیئے۔ بیوی تمہو اگر تمہارے یہی گن ہیں تو گھر والے کو نا لیے لگا دو گی۔

اب مشکل یہ پڑی کہ اس جھجن کا پتہ کون لگائے۔ وہ ایک چھلاوا تھی اس کا کوئی ٹھکانا مقرر تھوڑی تھا۔ جھمّو اب آنے کی نہیں اور کسی کو معلوم نہیں بس رل چکی۔

سنجیدہ۔ ارے جمیا کو بھی تو معلوم ہوگا۔

جمیا کو اسی وقت بلا بیگم صاحب نے کہا ارے جمیا ذرا تو خاں صاحب کی اس جھجن مردار کا گھر تو بتا دے۔

جمیا۔ ارے بیوی! جھجن کو میں کیا جانوں اسے تو جھمّو ہی لائی تھی میں تو صرف ایک پھیر جھمّو کے ساتھ البتہ گئی تھی۔ اس کا کیا کوئی گھر وار ہے وہ آج یہاں کل وہاں ماری ماری پڑی پھرے ہے مجھے تو

وہ پرسوں ہی تھانور کے روبج سوئی والوں میں ملی تھی وہ کہوے
تھی کہ وہیں ایک کوٹھڑیا لے رکھی ہے۔ اب جاؤں ہوں دیکھوں ہوں
کہ وہاں ہے یا نہیں۔ غرض خاں صاحب کے ساتھ جُمیا گئی حسن
اتفاق سے جّبن کواڑ بھیڑ قفل لگا کہیں باہر جا رہی تھی کہ یہ دونوں
جا پونہچے۔ جُمیا کو دیکھ کر وہ سمجھی کہ پھر کوئی "تازہ شکار" ہاتھ آیا۔ مگر ایک
دوسرے لمبے تڑنگے مردوے کو ساتھ دیکھ کر ذرا چکرائی۔ جمیا
سے پوچھا "اری تو کدھر"؟
جُمیا۔ میں کہاں صاحب کو لے کے آئی ہوں۔
خاں صاحب۔ کیا تمہارا ہی نام جّبن ہے؟
جّبن۔ (بڑی تمکنت سے) جی ہاں میرا ہی نام جّبن ہے۔ کیوں خیر تو ہے
تمھیں میرے نام سے کیا کام؟
خاں صاحب۔ اجی کام وام تو تمھیں وہاں چل کر معلوم ہوگا
تمھیں شاہ تارا کی گلی میں بیگم صاحب نے بُلایا ہے ایک ضروری کام ہے
ذرا چلو تو سہی۔
جّبن تاڑ گئی اور پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ وہ دنیا بھر کی چال باز
عورت اُڑتی ہوئی چڑیا کے پر گننے والی سمجھی کہ بھانڈا پھوٹا۔ تیوری پہ
بل ڈال کر نہایت بے پروائی اور ڈھٹائی سے بولی کون بیگم صاحب

میں کسی بیگم وبیگم کو نہیں جانتی اور جان نہ پہچان میرے وہاں جانے کا کیا کام؟

خاں صاحب۔ تم یہیں سے باتیں بنا رہی ہو اور سوال وجواب کر رہی ہو اجی تم ذرا کی ذرا چلو۔ تو اُن کو جو کہنا سننا ہو گا وہ خود کہہ لیں گی تمہارے پاؤں میں مہندی تھوڑی لگی ہے جو چھٹ جائے گی۔ نہ کسی کا سر پھرا ہے کہ جو تم کو بے کام کاج کے صورت دیکھنے کو بلائے گا۔

چھجن۔ بس بس زیادہ کلمہ کلام نہ کرو۔ مجھے کیا غرض جو میں کسی کے گھر جاؤں۔ کیا میں اُن کی لونڈی باندی ہوں جو گھر میں بیٹھ کر حکومت چلاتی ہیں اُن کو سو دفعہ گنوں ہو تو وہ خود چلی آئیں نا۔ مجھ بڑھیا کے پاؤں میں کیا مہندی لگے گی مہندی تو تمہاری بیگم صاحب کے لگی ہوگی جو جان نہ پہچان خالہ بڑی سلام مجھے زور از وری کھینچا تانی ہے

خاں صاحب نے دیکھا کہ یہ عورت گرم و سرد زمانے کا دیکھے ہوئے ہے یہ کسی طرح قابو میں آنے والی نہیں لاؤ ذرا دباؤ ڈال کے تو دیکھوں شاید دب جائے اور رستے پر آجائے۔

خاں صاحب۔ بی چھجن جانا تو تم کو نہیچ کھسٹ پڑے ہی گا سیدھی طرح نہ چلو گی تو میں زبردستی گھسیٹ کر لے جاؤں گا۔ تمہیں پہچانتے والا میں بھول نہیں۔

جمن۔ (آپے سے باہر ہو کر) کیا خوب! ارے مردوئے عقل کے ناخن لے ہوش میں آ کیا تیرا دل الٹ گیا ہے۔ تیری کچھ شامت وامت تو نہیں آئی جو خواہ مخواہ راہ چلتوں کے سر ہوتا ہے۔ یہ بھی تو نے کسی اور کو سمجھ لیا ہوگا۔ میں ایسی کچی گولیاں نہیں کھیلی چل چل لمبا بن۔ اپنا رستہ پکڑ کر۔ ہم نے کیا تیری گٹھری چرائی ہے۔ اپنی پوٹلی اپنی بغل میں رکھ۔ بڑا آیا موا دیدے نکالنے۔ عورت ذات کو دیکھ کر تیرے نخرے بگڑے ہوں گے۔ بلاؤں ابھی سپاہی کو لو دیکھو غضب خدا کا جوانا مرگ مجھ پر چڑھ کے آیا ہے اور دن دہاڑے سر راہ یہ ظلم توڑ رہا ہے۔ تو نے اندھیر نگری چوپٹ راج سمجھ لیا ہوگا۔ بھلا کہیں فرنگیوں کی عملداری میں جہاں شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں ایسا اندھیر ہو سکتا ہے۔ بھلا کیا مجال کہ کوئی کسی کو انگلی تو لگا سکے ابھی تیری بیڑیاں ڈلوا دوں گی۔ خاں صاحب آپ کی خیریت اسی میں ہے کہ چپ چپاتے تشریف لے جائیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ الٹی آنتیں تیرے ہی گلے میں پڑ جائیں سو وہی مثل ہو کہ آئے تھے نماز بخشوانے روزے گلے پڑے۔

خاں صاحب جو بڑے تیس مار خاں بن کے آئے تھے ان کی بڑی کرکری ہوئی اور ایسے گھبرائے کہ بولنے کی تاب نہ لا سکے۔

ایک جھونڑ میں لٹک گئے۔ چار آدمی اکٹھے ہو گئے انھوں نے بھی
خاں صاحب کو ڈانٹا ارے میاں تم پاگل ہوئے ہو ایک عورت کے منہ
لگتے ہو۔ اور سر بازار اپنی فضیحت کرا رہے ہو۔ تمہیں آتی شرم آتے
جانے بھی دو۔ غصہ تھوک دو اپنے گھر جاؤ۔ خاں صاحب اپنی آنکھیں
نیچی کر گردن جھکا چلتے بنے۔ ہم کہتے ہیں کہ خیر ہوئی جو خاں صاحب
کی عزت بچ گئی۔ اگر کہیں ذرا اور ٹھیر تے تو یقیناً چھجن نے پکڑ کر ایسی
بے بھاؤ کی جوتیاں برسائی کہ خاں صاحب کے سر پر ایک بال
نہ رہتا۔ اور چندیا گنجی ہو جاتی۔ خاں صاحب نے بیگم صاحب سے
دوہائی دی کہ اچھی آپ نے ایک اونا عورت کے ہاتھ سے چار بھلے
مانسوں کے سامنے میری عزت لٹوائی۔ یہ آپ کی نوکری دھری رہے
ہم ایسی نوکری سے دھاتے ہیں۔ نوکری عزت کے واسطے کرتے ہیں
یا ذلت کے واسطے۔ میں نے ہاتھ پھیلائے نہیں کچھ ذات نہیں تھی ساری
عمر کبھی کسی کی آدھی بات نہ سنی تھی اور آج اس حرافہ عورت سے جیسے
آپ چھجن کہتی ہیں سر بازار سیکڑوں صلواتیں سنائیں۔
رضیہ جب خاں صاحب کا سارا دکھڑا سن چکی تو سوا ئے خاموش
رہنے کے اور کیا چارۂ کار تھا۔ ایسی شوریدہ پشت عورت پر کیا
بس چل سکتا تھا۔ کچہری عدالت کرتیں تو رسوائی ہی رسوائی تھی سمدھیانے

تک بات پہنچ جاتی اور غضب آجاتا ناچار صبر کر کے بیٹھ رہیں اور خاں صاحب کو بہت کچھ تسلی دلاسہ دے کر اشک شوئی کر دی اور کہا کہ مجھ کم بخت کو کیا خبر تھی کہ یہ واقعہ پیش آئے گا میں تو سمجھی تھی کہ وہ بلانے سے چلی آئے گی اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ایسا پاکھنڈ مچائے گی تو اللہ جانتا ہے میں تم کو کبھی نہ بھیجتی چاہے میرا کتنا ہی نقصان ہو جاتا شریف اپنی شرافت پر گیا رذیل سے جا ناک ہم سے ذرا بازار کی گالی کو تم اپنے سر لو بیگم نے کہا رشیدہ نے بیٹی کی فاحش غلطی کا خمیازہ خوب بھگتا کیا سب بدلہ بھی سنجیدہ نے اور دبی گئیں بی رشیدہ [illegible]

انیسویں فصل سسرال میں سنجیدہ کی مصیبتوں کا بیان

رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو ✻ ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو
بے در و دیوار سا اک گھر بنایا چاہیے ✻ کوئی ہمسایہ نہ ہو اور پاسباں کوئی نہ ہو
پڑیے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیمار دار ✻ اور اگر مر جائیے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

سنجیدہ کو میکے گئے ہوئے بہت دن ہو گیا تھا ساس کس منہ سے بلاتیں کہ انھیں سے تو لڑ جھگڑ کر آئی تھی مگر چونکہ لڑکا آنے والا تھا ناچار بلانا ہی پڑا۔ لیکن بہو صاحب نے کانوں پر ہاتھ رکھے کہ قدم رکھی

ہو جائے اور چاہے دُنیا ادھر کی اُدھر ہو جائے میں تو جانے والی نہیں۔ ماں پر مشکل آن بنی۔ بیٹی ہے کہ کسی کا سنتی نہیں۔ ساس کا خالی بُلانا خیر ٹل بھی سکتا تھا مگر اب تو داماد آ رہا تھا۔ غرض سخت مشکل کا سامنا تھا۔ ماں نے جو کچھ نہ کرنا تھا کیا ہاتھ تک جوڑے مگر وہ ہے کہ کسی طرح جانے کی حامی نہیں بھرتی۔ اور اس وقت لڑکی کا نہ جانا گویا جنگ کا الٹیمیٹم (اعلان) تھا۔ آخرکار ماں نے کہا کہ تو اکیلی نہیں جاتی تو چل میں پوہنچا آؤں۔ تب کہیں اُس نے اپنی آمادگی ظاہر کی اور بہ ہزار منت وزاری ان کی سواری سسرال پوہنچی۔ ساس نندیں سب کو ایک ایک کرکے اس نے دُھن ڈالا تھا۔ اب دیکھیے خدا خیر کرے اس پھیرے میں کس کی شامت آتی ہے۔ خوب ابھی تو اصل مورچہ باقی ہے یعنی شوہر۔ اگر خدانخواستہ ان میں چھنی تو بُری طرح چھنے گی۔ اور یہ لڑائی البتہ دیدہ شنید ہوگی اور شاید اسی پر خاتمہ بھی ہو جائے۔ انوار الحق نے بی۔ اے۔ پاس کر لیا۔ اب نوکری کی فکر تھی۔ مگر بی۔ اے۔ کی تعلیم میں کوئی سبجکٹ (مضمون) زن و شوکی لڑائی کا نہ تھا۔ اس لیئے انوار میدان جنگ میں آتے ڈرتا تھا۔ مگر بیوی صاحب بڑی پھنکیت تھیں وہ ایک چھوڑ چار چار معرکتہ الآرا لڑائیاں جیت چکی تھیں۔ پس یہ جوڑ لڑنت کی بالکل بے جوڑ تھی تجربہ کی

اور ناتجربہ کار کا مقابلہ ہی کیا۔ انوار کرسمس کی چھٹیوں میں گھر آیا تھا
بیوی کو دیکھا وہی تنا تو وہی تنک مزاجی۔ وہی ہنکارا گو انوار نہایت
نیک مزاج اور سلجھی ہوئی سمجھ کا لڑکا تھا مگر بیوی کے آئے دن کی
سخت مزاجی سے اُسے بھی بے تکلف سختی اختیار کرنی پڑی بہنوں کی
جو گت بنی تھی وہ دشمن چکھا تھا اب تو ساس سے بھی لڑی اور ایسی بُری طرح
لڑی کہ بھٹیاریوں کو بھی مات کیا۔ انوار اپنی ماں کا سب سے حد ادب کرتا
تھا وہ کیسے گوارا کر سکتا تھا کہ اُسکی ماں اِس طرح بہو کے ہاتھ سے
ذلیل ہو۔ بیوی کی ان بیا پیے حرکات ناشائستہ سے اُس کا دل
پست گیا وہ بھی رُک گیا اور کہا کہ خیر اسے اپنے حال پر چھوڑ دو۔ انوار
یوں تو بڑا شہر میلا لڑکا تھا اور ایسا حیادار تھا کہ بیٹیاں بھی اِس پر سے
صدقے کی تھیں۔ اُسے گھر کے سوا کہیں کی ہوا نہ لگی تھی مگر تا بکے بیوی
منہ نہ لگائے تو آخر وہ کس طرح دل بہلائے۔ رُکا ہوا پانی خود ہی اپنا
راستہ نکال لیتا ہی۔ چند اوباش آن لپٹے: اے بسا ابلیس آدم روئے
ہست۔ جوانی دیوانی اس نے بھی اپنی دلبستگی کا سامان چوری چھپے
کر ہی لیا۔ یا تو سر مغرب گھر میں آن پڑتا تھا یا اب گیارہ بارہ کے اِدھر
گھر میں قدم نہ دھرتا تھا۔ بلکہ بعض دن غرّہ بھی کر جاتا۔ خوئے بدرا بہانہ بسیار
بیوی نے اب مزے لینے شروع کیے۔ مگر یہ نہ سمجھی کہ وہ گھر میں آئے

کس کے لیئے تم تو سیدھے منہ بات بھی نہیں کرتیں۔ منہ پھاڑ سر جھاڑ جھنکاڑ۔ آئے دن کی بیمار بنی رہتی ہو۔ یہ تو بے وجہ لڑنے بھڑنے پر تُلی رہتی تھی۔ دل سے وہ بات نکال کھڑی کرتی تھی جس کا سر نہ پیر اور اب تو خیر ایک معقول وجہ بھی تھی۔ گندھک نے تو ٹونیا پیٹ کا اثر دکھایا مگر صرف فرق اتنا ہوا کہ ماں بیٹیوں کی جگہ ساس بہو میں خدا واسطے کی لڑائی ہو گئی۔ اسی طرح تعویذ اور الائچیوں نے اُلٹا اثر دکھلایا کہ اب وہ میاں جن کا خوشامد کرتے کرتے منہ خشک ہوتا تھا سیدھے منہ بات بھی نہ کرتا تھا۔ اُلٹ کر خبر بھی نہ لیتا تھا کہ کدھر پڑی ہیں ہمارے خیال میں سنجیدہ نے کچھ عمل کی ترکیب میں غلطی کی جو نتیجہ برعکس ہوا عمل اُلٹ گیا۔ بیٹھے بٹھائے رہتے سہتے میاں کو بھی ہاتھ سے کھو بیٹھیں۔ اب طرفین سے جنگ کی تیاریاں چپکے چپکے ہونے لگیں۔ میونیشن (جنگ کا مال مسالا) اکٹھا ہونا شروع ہوا۔ دونوں اپنی اپنی جگہ رُکے ہوئے تو تھے ہی۔ مطلع پر گھنگھور گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ کوئی دم کو موسلا دھار مینہ برسنے والا ہی تھا۔ بیوی منتظر ہی تھیں کہ ذرا ترنج دیں تو میں زہر اگلوں۔ چنانچہ ایک دن برس پڑیں۔ ساس کی بدسلوکی اور لڑائی کی شکایت بڑی شد و مد سے شروع کی۔ انوار دیر تک سنتا رہا اور دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہا تھا لیکن کچھ

بولا چالا نہیں اور بولتا بھی کیا ادھر بیوی کا معاملہ اُدھر ماں کا قدم درمیان
گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل۔ اُس نے یہ کہہ کر اپنی جان چھڑانی چاہی کہ
"تم جانو وہ جانیں میں عورتوں کے معاملے میں دخل نہیں دیتا"
بیوی۔ میں تم کو جانتی ہوں میرا نکاح تم سے ہوا ہے میں کسی اور
دنیا خُدیا کو کیا جانوں۔
میاں۔ جو تم کو سر پر ہاتھ دھر کر لائیں وہ تو تمہارے نزدیک کسی
شمار قطار میں نہیں اور میں بھی انھیں کا جایا ہوں وہ میری ماں ہیں
تو پھر میں کس گنتی میں ہوں۔ تم تو بھری بیٹھی ہو اُن سے لڑ چکیں
اب کیا مجھ غریب سے لڑو گی۔
بیوی۔ میرا کیا کچھ سر پھرا ہے یا مجھے باؤلے کُتّے نے کاٹا ہے جو
حق ناحق کسی سے لڑوں یا میرا دل چل گیا ہے۔ ہاں میں کسی کی لونڈی
باندی یا دبیل بھی نہیں کہ جو چاہے کہہ لے اور میں پی جاؤں۔
(لیبوکر) سب نے ٹھٹھے مسخرے کا داؤں سمجھ لیا ہے کیا میں سب کی
ٹھوکریں ہی کھانے کو پیدا ہوئی تھی۔
میاں۔ اچھا تو تمہارا مطلب کیا ہے؟
بیوی۔ میں دیکھتی ہوں تو کسی وقت تم سیدھے منہ بات ہی نہیں
کرتے اور کوئی دوسرا بات کرے تو کاٹ کھانے کو دوڑتے ہو

کوئی وقت ہی بات کرنے کا نہیں ملتا۔ ایسی بھی کیا بے زارت ہے تمھارے رہتے تو خیر بھلی بری جیسی گزرتی ہے وہ میرے خدا پر روشن ہے لیکن تمہارے گئے بعد تو ہر شخص فرعون بے سامان ہو جاتا ہے اور سیدھی بات یہ ہے کہ تمھارے پیچھے دم بھر کے لئے بھی میرا گزارا اس گھر میں نہیں ہو سکتا۔ میں نے بہت کچھ چاہا کہ یہ لوگ میرے ہوں مگر کوئی سیدھے منہ بات بھی نہیں کرتا کھوے ڈالتے ہیں آپ اور میرا نام بدنام۔

میاں۔ پھر؟

بیوی۔ پھر یہی کہ تم میرا ہی منہ کالا کرو مجھے الگ گھر لے کے دو کسی طرح یہ آئے دن کی لڑائی تو جائے۔ میرا گھر بھلا اور میں بھلی۔

میاں۔ چہ خوش! یعنی یہ کہ میں اپنی ماں کو چھوڑ دوں۔

بیوی۔ نہیں خدانخواستہ میں تمہاری ماں کو چھڑانے والی کون۔ خیر مجھ ہی کو چھوڑ دو نا کہ یہ تمہارے لئے بہت آسان ہے۔

میاں۔ اگر تمھارے یہی لچھن ہیں تو دیر سویر ایک نہ ایک دن یہ ہو کر ہی رہے گا۔ الگ گھر کرنا کیا منہ کا نوالا ہے۔ میں الگ گھر کس برتے پر کروں باپ کی روٹیوں پر تو میں پڑا ہوا ہوں نوکر اڈھی گاں میں نہیں چوہا بل میں سمائے نہیں اور دُم سے باندھے چھاج۔

بیوی۔ تو پھر نوکری کرو نا۔ منع کس نے کیا ہو؟

میاں۔ ہاں تو ڈھونڈھ تو رہا ہوں۔ نوکری ملنا کیا آسان ہے۔ ہوتے ہی ہوتے ہوگی۔

بیوی۔ کل کلاں کو یہ الزام بھی میرے ہی سر دھرا جائے گا کہ بیوی نوکری نہیں کرنے دیتی۔ لڑائی بھڑائی کی اس وقت کچھ بات نہیں میں تو تم سے صاف صاف کہتی ہوں کہ میرا نبھاؤ تو اس سانجھے کے گھر میں ہونے والا نہیں۔

میاں۔ (بگڑ کر) جھک مارتی ہو۔ اسی گھر میں تم کو رہنا ہوگا اور اسی میں مرنا ہوگا۔ نہ میں ماں کو چھوڑ سکتا ہوں نہ تم کو لے کر الگ بیٹھ سکتا ہوں۔

بیوی۔ (رو کر) ایسی ہی تم کو ماں کی پھڑکن تھی اور تم دودھ پیتے بچے تھے تو شادی ہی کرنی کیا ضرور تھی کہ اپنی بھلی چنگی جان کو اس جنجال میں پھنسایا اور میری بھی مٹی خوار کی اور تقدیر پھوڑی۔

میاں۔ تقدیر پھوٹے یا سنورے میں کچھ نہیں جانتا۔ بس میں تم سے ایک دفعہ رسان سے کہہ چکا کہ میں اس وقت کچھ نہیں کر سکتا چندے صبر کرو۔ جب میں نوکر ہو جاؤں گا تو دیکھا جائے گا۔

بیوی۔ تو ہم سے بھی صبر نہیں ہو سکتا۔ تم جو چاہو کہ مجھے جلا جلا کر

مارو تو میں ایسی زندگی سے خود بےزار ہوں۔ اگر حرام موت کا ڈر نہ ہوتا تو میں کبھی کا کچھ کھا لیتی کہ یہ پاپ کٹ جاتا ؎

مر بھی جاؤں تو میرا مردہ نہ ہو اُن کو عزیز

بلکہ میری لاش کی تشہیر الٹی ہو تو ہو

الغرض اٹھ باہر مردانے میں جا بیٹھا اور وہیں سو بھی رہا۔ بیوی سے جو کچھ کیا وہ آگے معلوم ہوگا۔ سنجیدہ نے کہا کہ اگر ڈولی منگا چلی گئی تو اس سے کیا فائدہ وہاں اماں جان کو آجائیں گی کہ کیوں آئی۔ لاؤ اس سے بہتر یہ ہی کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے اس جھگڑے ہی کو پاک نہ کر دوں۔ کہ رہے بانس نہ بجے بانسلی۔ ماما اپنے بچّے کو افیون دیا کرتی تھی۔ چپکے سے اس کی پٹاری کھول ڈبیا نکال اپنے کمرے میں جا افیون کے انٹے کا انٹا نگل منہ لپیٹ پڑ رہی۔ ماما نے رات کو کھانے کو اٹھایا جواب تک نہ دیا۔ ماما سمجھی کہ یہ کون سی نئی بات ہے آج کل ہاں بارہ مہینے رمضان رہتا ہے اور آج تو میاں سے لڑی ہیں بس آج کھانا دانا خیر ہے یہ نہ سمجھی کہ افیون کھالی ہے۔ کوئی گیارہ کا عمل ہوگا کہ زور زور سے خر خر کی آواز آئی۔ ماما نے دبے پاؤں جا کر دیکھا تو ہاتھ پاؤں مار رہی ہے اور کسی کل قرار نہیں کبھی ادھر کروٹ کبھی اُدھر اور سانس بھی تیز چل رہا ہے آنکھیں لال انگارا ہو رہی ہیں۔ زبان سوکھ کر

کانٹا ہو گئی ہے۔ وہیں سے وہ پکاری اچھی بیوی دوڑنا دلہن بیگم کو کیا ہو گیا دیکھو تو بیہوش پڑی ہیں۔ اور دیکھے ہاتھ پاؤں دے دے مار رہی ہیں اور خرخراہٹ کیسی ہے" ساس گھبرائی ہوئی آئیں یہ حالت دیکھ کر اُن کے بھی ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ بڑی بی نے دل ہی دل میں کہا کہ لڑکی ہے غصیلی اور من چلی ایسا نہ ہو کہ غصے میں آن کر کچھ کھا وا نہ لیا ہو تو اور جان غضب میں آئے۔ ماما نے پان کھانے کے لیئے پٹاری جو کھولی تو ڈبیہ ندارد۔ اُس کا کلیجہ دھک سے ہو گیا کہ ہیں کل ہی میں نے چار آنے کی افیون منگوائی تھی بھری کی بھری ڈبیہ کیا ہوئی ہو نہ ہو دُلہن نے افیون کھا لی۔ ماما نے جھٹ بیگم صاحب سے کہا" اے بیوی۔ میری افیون کی ڈبیہ بھی تو پٹاری میں نہیں ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ........!" بیگم صاحب کو بھی کھٹکا ہوا پلنگ کے اِدھر اُدھر دیکھا بھالا تو خالی ڈبیہ ملی۔ اب کیا تھا بس یقین ہو گیا کہ افیون کھا لی۔ فوراً لڑکے کو مردانے میں سے جگوا کر بلوایا وہ وقت کچھ پوچھ گچھ کا تو تھا ہی نہیں لڑکے کو سیدھا ڈاکٹر کے ہاں دوڑایا اور ایک آدمی شاہ "نالا کی گلی کو۔ ماں روتی پیٹتی آئیں دیکھا تو لڑکی بے ہوش تھی صرف خرخر کی آواز آ رہی تھی۔ کہ اتنے میں ڈاکٹر بھی آ گیا۔ فوراً اسٹمک پمپ لگایا جس سے افیون کی گولی

جوں کی توں کھٹ سے نکل پڑی۔ لوگوں کی جان میں جان آئی
وہ تو کہو کہ جلدی خبر ہو گئی جو بچ گئی ورنہ مرنے میں کیا کچھ کسر رہی
تھی۔ سارے محلے میں گڑبڑ مچی ہوئی تھی کہ مفتی صاحب کی بہو نے
افیون کھا لی۔ دیکھتے کیا ہیں کہ صبح نماز کے وقت پولیس آ دھمکی۔ اب
ایک اور مصیبت آ بنی بہ ہزار مشکل اُن کو کچھ دے دلا کے ٹالا اور رپٹ
لکھوا دی کہ بند ہیضہ ہوا تھا۔ بی سنجیدہ لوٹ پوٹ کر پھر اچھی خاصی
ہو بیٹھیں۔ ماں بے چاری کے کاٹو تو لہو نہیں۔ ندامت کے مارے
عرق عرق۔ رسوائی اور جگ ہنسائی کے ڈر سے بھر تفکر میں غرق۔
بیٹی کم بخت کے ہاتھوں ناک میں دم تھا۔ اب جو کچھ یہ نہ کر بیٹھے کم تھا
ساس الگ جو رنی بیٹھی تھیں۔ میاں کے منہ پر جدا ہوائیاں اُڑ رہی
تھیں۔ دوسرے دن کوئی دس بجے رضیہ بیٹی کو لے اپنے گھر
چلی آئیں اور اچھا کیا اس طرح چھپاتے لے آئیں ورنہ خدا جانے کیا
نوبت پہنچتی کیوں کہ انوار کے غصے کی کچھ حد نہ تھی۔ اوّل تو اُسے
کبھی غصہ آتا نہ تھا اور جو آتا تھا تو اس بلا کا کہ الٰہی توبہ۔ اَعُوذُ بِاللّٰہِ
مِنْ غَضَبِ الْحَلِیْم۔ (خدا حلم والے آدمی کے غصے سے پناہ میں رکھے)
سنجیدہ کے چلے جانے کے بعد انوار نے رات کا سارا ماجرا ہی ماں کے
سامنے دُہرایا کہ پھر الگ کرنے کو کہہ رہی تھیں اور میں نے جو انکار کیا

تو غصے میں آن کر افیون کھالی۔ بڑی بی سن کر سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔ انھیں کچھ
بن نہ آتی تھی۔ انوار کی چھٹیاں ابھی باقی تھیں مگر وہ دوسرے ہی دن
علی گڈھ چلا گیا۔ رضیہ پہلے ہی بیٹی کو اپنے گھر لے آئی تھیں۔ انھوں نے
ڈر کے مارے اُس کے مُنہ پر یہ بات نہ رکھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر کچھ
کھا وا نہ لے اور دل میں یہ کہا کہ میں بھی کیوں کہہ سن کر بری بنوں۔
اس سے کہنا سننا سمجھانا بجھانا لاحاصل محض ہو گیا ہے۔ اُسے جو سنتے
اور اس پر تو کہنے کا اُلٹا اثر ہوتا ہے۔ اسے تو خدا ہی سمجھائے تو سمجھے
تو وے۔ ورنہ یہ لچھن تو گھر کھونے ہی کے ہیں وہ تو کہو کہ لڑکے کے
دل میں بڑی سمائی ہے ورنہ دوسرا ہوتا تو کبھی کا چھوڑ چھاڑ الگ کر دیتا۔

بیسویں فصل۔ انوار الحق کا سلسلۂ ملازمت بھوپال میں

غور گر کیجئے خالق کی عنایت ہے سبب | دے کسی شخص کو بندے میں یہ مقدور کہاں
اُس مسبب کی عنایت کے یہ سارے ہیں سبب | وہی منعم وہی رازق ہے وہی محسن ہے وہی [illegible]

اپنے کیسے سے نہ دام اور درم دیتے ہیں
جب وہ خالق ہمیں دیتا ہے تو ہم دیتے ہیں

لاکھ ہاتھ اُس کے ہیں دینے کے وہ ایسا ہے جواد | ہم اُسے بھولیں تو بھولیں اُسے ہر وقت ہے یاد
رزق وہ حوصلۂ حرص سے دیتا ہے زیاد | شکر کرتے نہیں معبود کا اس پہ بھی عباد

وہ غنی ہے کہ ہے محتاج زمانہ اُس کا
کبھی خالی نہیں ہوتا ہے خزانہ اُس کا

جس قدر اُس سے طلب کیجیے خوشنود ہے وہ — تقاضا جو ہے بہ باب ہے محمود ہے وہ
ہاتھ پھیلائیں جو سو بار تو موجود ہے وہ — بخشش دیتا ہے کہ ہم عبد ہیں معبود ہے وہ

بخشش ان جرموں پہ بھی صبح و مسا ہوتی ہے
یاں سے ہوتی ہے خطا واں سے عطا ہوتی ہے

انوار الحق علی گڈھ میں شہر میں جا رہا کہ کالج ابھی کھلا نہ تھا۔ کالج کے کھلتے ہی وہ بورڈنگ میں گیا دیکھا تو ایک چوڑا سا دبیز لفافہ جس پر ڈاک خانے کی بہت سی مہریں لگی ہوئی تھیں میز پر دھرا تھا معلوم ہوا کہ وہیں گیا اور خدا جانے پھر وہاں سے کہاں کہاں ٹکراتا پھرا۔ اُسے کھول کر دیکھا تو مسٹر ٹول پرنسپل علی گڈھ کالج کی چٹھی تھی جس میں لکھا تھا کہ تم بلا لحاظ ختم تعطیل پہلے آؤ ہم تم سے ملنا چاہتے ہیں۔ اگر انوار کو اس خط کی خبر ہوتی تو وہ کبھی کا صاحب سے مل بھی لیا ہوتا۔ خیر اب اس چٹھی کے دیکھتے ہی صاحب کی کوٹھی پر پہنچا۔ بیرا (بیرر) سے اطلاع کرائی۔ صاحب نے سلام دیا (بلایا) یہ جا کر سامنے کھڑا ہوا سلام کیا۔ صاحب کسی کام میں لگے ہوئے تھے سلام کا جواب دے کے کہا کہ آپ مجھے ایک دو منٹ کی معافی دیں گے

کہ میں اس چٹھی کو ختم کر لوں" ۔ اور کرسی کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرکے "مہربانی کرکے ذرا کی ذرا بیٹھ جائیے" صاحب نے چٹھی تمام کی اور اپنی کرسی کا رُخ ان کی طرف پلٹا کر یوں مخاطب ہوئے " ہلو انوار! تُم اچھا ہے؟"

انوار۔ حضور کی مہربانی سے اچھا ہوں۔

پرنسپل۔ ول تُم آگے پڑھنا مانگتا ہے کیا نوکری چاہتا ہے؟

انوار۔ صاحب دل تو میرا یہی چاہتا ہے کہ ابھی اور پڑھوں اور کم سے کم ایم اے کی ڈگری تو لوں مگر میرے حالات مجھے ملازمت کے لیئے مجبور کرتے ہیں۔

صاحب۔ آپ میرڈ مین ہے یا بیچلر؟ یعنی شادی ہو گئی ہے یا کنوارے ہو؟

انوار۔ (شرما کر) حضور! میری شادی ہو گئی ہے۔

صاحب۔ آپ لوگ بہوت کم عمر میں شادی کرتا۔ تالیم میں نوکسان ہوتا ہے۔ ہمارا نزدیک جب تک آدمی سلف سپوٹنگ نہ ہو (یعنی اپنی سنبھال خود نہ کر سکے) شادی نہیں کرنا اور شاید یہی سبب ہے جو تُم نوکری مانگتا۔ اچا۔ ایس ورکٹ ایک منٹ کا ہے۔

یہ کہہ میز کی دراز کھول ایک بڑا سا لفافہ نکالا جس میں ایک ڈاکٹ

(روبکار۔ مراسلہ) تھا جس پر کوئی خوب صورت سا مونوگرام (طغرا) بنا ہوا تھا۔ **انوار** کا دل چاہا کہ ذرا جھک کے دیکھ لے مگر یہ بات اٹیکٹ (حسن اخلاق، تمیز داری) کے خلاف تھی۔ نظر نیچی کر لی کہ اتنے میں صاحب نے وہ ڈاکٹ خود اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے کھڑے ہو کر لیا۔ دیکھا تو جناب **بیگم صاحبہ بھوپال** نے پرنسپل صاحب سے خواہش کی تھی وہ کسی مسلمان گریجوایٹ (یعنی بی۔ اے۔ یا ایم۔ اے کا ڈگری یافتہ) جو انگلش (زبان دانی انگریزی) میں جید ہو بھیج دیں۔ سرکار عالیہ کو ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو پرائیوٹ سکرٹری (معتمد خانگی) کا کام کر سکے۔ سٹارٹنگ پے (ابتدائی تنخواہ) دوسو روپیے جو سالانہ پچیس پچیس بڑھ کے پانسو تک پونہچے گی۔

انوار نے پڑھ کر کھڑے ہو کر پھر صاحب کو دے دیا۔ اور خاموش رہا۔

صاحب۔ ول آپ پڑھا؟

انوار۔ ہاں صاحب پڑھا۔

صاحب۔ آپ جانا پسند کرتا؟

انوار۔ حضور کی مہربانی اور پرورش۔

صاحب۔ ہم بہت کوشش سے آپ کو ریکمنڈ (سفارش) کرے گا

اور ہم امید کرتا ہو کہ ہمارا پسند غلط نہیں ہوگا۔
انوار۔ حضور مطمئن رہیں اگر خدا کی مدد میرے شامل حال ہو تو میں ضرور اپنی کوشش میں کامیاب ہوں گا۔
صاحب۔ اچّا۔ کب جا سکتا ہو؟ آپ کو چھٹی کی تاریخ سے معلوم ہوگا کہ کالج بند ہوتے ہی ہم کو ملا۔ دو مہینے ہم جواب نہیں دے سکا اب وقت بہت کم ہی۔ ہم مالوم کرنا مانگتا کہ آپ کب جانے تیار ہو سکتا ہی؟۔ ہم ابھی جواب دے گا۔
انوار۔ حضور کا حکم ہو تو میں ابھی چلا جاؤں۔ مگر آپ کی بڑی پرورش ہو گی اگر میں دہلی جاکر ذرا ٹوٹا پھوٹا اپنا سامان سفر درست کرلوں اور اس کے لیئے زیادہ سے زیادہ مجھے ایک ہفتہ درکار ہی۔
صاحب۔ ول۔ آل رَیٹ۔ یُو کین گو نَو (اچھا۔ درست۔ تم اب جا سکتے ہو۔)
انوار سلام کرکے خوش خوش اٹھا۔ شان نہ گمان اتنی بڑی نوکری بلامنّت خلق مل گئی۔ انوار نے آتے ہی دو نفل شکرانے کے پڑھے عصر کے وقت ٹول صاحب کی چٹھی بھی آگئی۔ رات کی نو بجے کی میل سے یہ دہلی روانہ ہوکر بارہ بجے شب کے جا پونہچے۔ ماں نے جو یکایک لڑکے کے آنے کی سنی گھبرا گئی سمجھی کہ کوئی نئی آفت آئی

ابھی پندرہ دن نہیں ہوئے کہ لڑکا گیا تھا ایسے جلدی کیسے آگیا۔
کہیں ایسا نہ ہو کہ بیوی نے جو افیم (افیون) کھالی تھی اُس کا غبار
نکالنے آیا ہو۔ رات کو خیر کچھ بات چیت نہیں ہوئی صبح سویرے
ہی لڑکے سے آکر نوکری کی خوش خبری سُنائی۔ ماں وہیں
سجدے میں گر پڑی۔ الٰہی تیرا شکر تو نے میرے بچے کی محنت
ٹھکانے لگائی میرا مُنہ کس قابل تھا۔" انوار بھوپال جانے کی
طیاری کرنے لگا۔ دبی زبان سے بڑی بی نے بہو کے بُلانے کو
بھی کہا لیکن لڑکے نے کہا کہ "اس وقت تو میں پا برکاب ہوں
آنے جانے کا کیا موقع ہے۔ پرسوں تو میں جانے ہی والا ہوں
اب تو خاموش رہو جب میں چھٹی لے کر آؤں گا دیکھا جائے گا۔"
بڑی بی نے اُسی دن دو من خورمے منگا کر کُنبے والوں میں بانٹے
اور پچاس ملّانوں کو کھانا کھلایا۔ سمدھیانے سے بھی کونڈے۔
تیل ماش اور ٹکے آئے۔ انوار تین دن دہلی میں رہ کر بھوپال
روانہ ہوا۔ وہاں جا کر جناب بیگم صاحبہ دام اقبالہا کی خدمت
اقدس میں باریاب ہوا نذر گذرانی اور ساتھ ہی اپنی خدمت کا چارج
لے کر مامور بکار ہوا۔ اور پھر سرفرازی کی نذر دی۔

اکیسویں[۲۱] فصل۔ ساس کا بہو کو بلانا سنجیدہ کی ماں کا اُسے سمجھانا اور بیٹی کو نہ بھیج کر داماد ہی کو اپنے گھر بلانا

قدمے رنجہ نما چشم براہت دارم
ای فدائے قدمت باد ہمہ منزل ما

انوار کو بھوپال میں ماموربکار ہوئے چھ مہینے ہو گئے تھے سرکار عالیہ اُن کے کام سے خوش تھیں۔ ان کا ارادہ ہوا کہ ماں کو اپنے پاس بلالیں اور اسی غرض سے دو ہفتے کی رخصت اتفاقی لے کر دہلی گئے۔ ماں سے ذکر کیا انہوں نے کہا بھلا بیٹا میں بڑھیا ٹھڑ بالا کہاں جاؤں میں تو یہیں ایک نہ ایک دن مر رہوں گی۔ تم اپنی بیوی کو لے جاؤنا۔ انھیں الگ گھر کرنے کا ہمیشہ سے ارمان ہی اور بہت دنوں سے وہ میکے میں پڑی بھی ہیں۔ خدا نے چاہا تو مزاج بھی روبراہ ہوگیا ہوگا۔ اور اس طرح بے بیوی کے پردیس میں اکیلے کیسے گزارا ہوگا۔

بیٹا۔ اماں میرا تو دل نہیں ٹھکتا وہ عورت بڑی بددماغ خودسر اور خودرائے ہی۔

ماں۔ اچھوں کو تو سب ہی بناہتے ہیں میری جانم (رجانب) ہیں

جو بڑوں کو بنا ہے وہ سب سے اچھا۔ ؎

بخشیدن درم نہ بود پیش ما کرم
صاحب کرم کسیست کہ بخشد گناہ را

بیٹا۔ میں تو سو دفعہ اُن کو سمیٹوں مگر وہ رستے پر بھی آئیں۔ ؎

اُن سے کے تو سرزد پن سے ہر ایک کو گلہ ہے
میں جو نباہتا ہوں میرا ہی حوصلہ ہے

اچھا تو آپ ایک موقعہ اور دیجئے اور بُلا بھیجئے نا۔

ماں۔ اچھا۔

بڑی بی نے سمدھن کو کہلا بھیجا کہ خیر جو ہوا سو ہوا اُس پر خاک ڈالو اب کیا کیا جائے۔ اپنا بچہ اگر اپنے پر بھی چھی کر دے تو وہ ہو ڈالتے ہیں کوئی اپنی ٹانگ تھوڑی ہی کاٹ ڈالتا ہے۔ بہو بیگم کو تم سمجھا بجھا کے بھیج دو لڑکا آیا ہوا ہے۔ رضیہ تو خدا سے چاہتی تھی کہ سنجیدہ اپنے گھر میں آباد ہو۔ وہ اس کی حرکات ناشائستہ سے ناامید ہو چکی تھی بارے شکر خدا کا کہ یہ دن پھر آیا لیکن وہ لڑکی کی سبک جاہٹ اور دل کی کپٹ سے واقف تھی وہ جان چکی تھی کہ اس سے نباہ ہونا مشکل ہے یہ ضرور گھر کھو کر رہے گی کہاں تک کوئی اس کی بیہودگیوں سے چشم پوشی کرے گا۔ چوں کہ ماں تھی صبر نہ آیا بیٹی کو ٹھنڈے دل اور

نرمی سے سمجھایا۔ بیٹی تمہارا یہاں رہنا مجھے خدانخواستہ کچھ دوبھر نہیں لیکن ہر لڑکی کا فرض ہو کہ وہ اپنی سسرال کو اپنا اصل گھر سمجھے اور جس طرح بنے اپنے شوہر۔ ساس سسروں۔ نند بھاوجوں یا یوں کہو کہ سارے سسرال والوں کے دل میں گھر کرے۔ میں تمھاری سب باتوں کو پیار اور محبّت کی نگاہ سے دیکھتی ہوں مگر دوسرے کو کیا غرض کہ تمھاری کوتاہیوں سے درگذر کرے۔ ضرور نہیں کہ سسرال کی نئی دُنیا میں سب باتیں ہمارے مزاج کے موافق ہی ہوں لیکن سمجھدار لڑکیاں دل پر جبر کرتی ہیں اور وہاں کی تکلیفوں کو صبر و استقلال سے انگیز کرتی ہیں۔ میکے کے آرام و آسایش اور لاڈ پیار کو بھول جاؤ اور سسرال ہی کی ہو رہو۔ ع

زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بساز

تم ماشاء اللہ کوئی ننھی بچّی نہیں ہو۔ جاہل مطلق نہیں لکھی پڑھی ہو۔ آخر وہ لکھنا پڑھنا کس دن کام آئے گا۔ خدا رکھے تیسرا برس تمہارے بیاہ کو لگ گیا اب بھی تم نہ سنبھلیں۔ ع آدمی سیکھتا ہے کچھ کھو کر۔ کیا اب بھی تمہارے مزاج کی اصلاح نہ ہو گی۔ تمہارے ساتھ میں بھی پسی جاتی ہوں۔ کیا تمہاری خانہ بربادی سے مجھے ایک آن بھاتی ہے ہرگز نہیں وہ کون ہی کم بخت ماں ہو گی جو بیٹی کو اُجڑا ہوا دیکھ کر خوش ہو میں اُن

ماؤں میں نہیں ہوں کہ تم کو اوندھی سیدھی پٹی پڑھا کر تمہارا دین و دنیا تباہ کروں۔ میں تمہاری ماں ہوں۔ جب مجھے ہی سراسر تمہاری خطا نظر آتی ہی تو تمہاری سسرال والوں کا کیا کہنا وہ ایک کو نقطہ لگا کر دس کریں تو تعجب نہیں۔ ؎

ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیب ست * گل ست سعدی و در چشم دشمنان خار ست

تمہارا میاں تو بس میاں ہی ہی۔ دنیا کی ہوا اُسے لگی نہیں۔ بالکل مُردو دنیا ایسا داماد چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے گا۔ رہیں تمہاری ساس مجھے تو اُن میں بھی کوئی عیب نظر نہیں آتا۔ پھر خدا جانے تم سے کیوں اَن بن ہی۔ بہر حال کچھ بھی ہو تم کو اُنھیں لوگوں میں عمر بسر کرنی ہی۔ ؎

چہ تواں کرد مرداں اینند * باہمیں مرداں بباید ساخت

وہ لڑکیاں سراسر غلطی پر ہیں جو شوہروں کو اپنی بدمزاجی سے دبانا چاہتی ہیں جس کا اُلٹا اثر ہوتا ہی۔ کوئی بیوی بدون سچی اور مخلصانہ اطاعت و فرماں برداری کے شوہر کے دل پر قابو نہیں پا سکتی۔ ؎

تواں بلطف و مدارا اسیر کردن دل * بدام و دانہ بگیر ند مرغ دانا را

سیوا کرو جب میوا کھاؤ۔ پہلے خدمت کرو جب اپنی خدمت کراؤ۔ ؎

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد * ہر کہ خود را دید او محروم شد

خدا کے بعد شوہر ہی کا رتبہ ہے۔ اب رہی ساس وہ بھی ماں کی جگہ ہے۔ جو رتبہ ماں کا وہی ساس کا۔ اب تم اپنے دل میں غور کرو اور انصاف سے کہو کہ تمہارا سلوک ان دونوں کے ساتھ کیسا رہا اور کیا تم نے شوہر کو شوہر کے مرتبے پر رکھا۔ ہرگز نہیں۔ کیا تم نے ساس کو ماں کی جگہ سمجھا۔ کبھی نہیں۔ پھر جیسا تم نے کیا ویسا ہی بھر بھی رہی ہو۔ سنجیدہ میں تمہاری ماں ہوں میں نے تمہیں پال پوس کے اتنا بڑا کیا ہے۔ میرا فرض ہے کہ میں تم کو راہ راست پر لاؤں۔ دیکھو بیٹی اب بھی کچھ نہیں گیا۔ تمہارا مرض گو مزمن ہے مگر لاعلاج نہیں۔ اماں واری گئی اب بھی اگر تم شوہر کو راضی کر لو اور ساس سے معافی چاہو تو مطلع صاف ہو جائے گا اور یہ کدورت کا غبار چھٹ جائے گا ورنہ یاد رکھو کہ پھر یہ وقت ہاتھ نہ آئے گا۔ اور تمہاری تکلیف کو سن کر میری ہڈیاں بھی قبر میں بے چین رہیں گی۔

جو بوئیں گے تخم محبت کو ہم — بہت جلد لائے گا یہ برگ و بار
جو نا اتفاقی کا بوئیں گے بیج — شجر ہو کے ہم کو کرے گا وہ خوار
جو تخم صداقت کو بویا تو سب — کریں گے فراہم زر بے شمار
اگر جھوٹ کا بیج بویا تو پھر — پھنسے گی مصیبت میں یہ جان زار

بہرحال جو کچھ بھی بوئیں گے ہم

ہمیں اُس کا پھل دے گا پروردگار

نہیں ہم کو معلوم کیا بوئیں گے
کہ ہی حال آیندہ رازِ نہاں

محبت محبت کا بدلہ ہی اور
تنفر تنفر کا بدلہ ہی یاں

بدی اور نیکی کے بیجوں کو ہم
یونہیں پھینک دیتے ہیں چاہا جہاں

آخر میں آخرت ہی ضرور
بُرا یا بھلا پھل ملے گا وہاں

بہرحال جو کچھ بھی بوئیں گے ہم
ہمیں اُس کا پھل دے گا پروردگار

خیر تو آدم بہ سر مطلب تم نے سن لیا ہوگا کہ خدا کے فضل سے تمہارے دولہا نوکر ہوگئے اور نوکری بھی معقول۔ یہ بھی کہاوت تم نے سنی ہوگی کہ رنڈی رزق عورت کی تقدیر کا ہوتا ہی اور آل اولاد مرد کی۔ اب خدا کے فضل سے وہ موقع ہی کہ تم الگ گھر بھی کر سکتی ہو۔ تمہاری ساس نے تمھیں بلایا ہی اور تم کو جانا چاہیے لیکن میں نے مناسب سمجھا کہ پیے تمہاری مشورت کے ہاں کر لوں اب کہو کیا کہتی ہو۔

سنجیدہ ماں کی نصیحت غور سے سنتی رہی لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کا دل پسیجا یا نہیں اور اُس نے اپنی خطاؤں کو تسلیم کیا یا نہیں کیونکہ اصلاح کی توقع اُس سے کی جا سکتی ہی

جو اپنی خطاؤں پر نادم ہو اور جو سرے سے اپنے آپ کو خطاوار ہی نہ سمجھے بلکہ اپنے کو برسرِ حق اور دوسرے کو برسرِ ناحق جانے تو ایسی اوندھی سمجھ والے سے کبھی یہ اُمید نہیں کی جاسکتی کہ وہ راستہ پر آئے گا۔

ہیں جہل میں سب عالم و جاہل ہمسر ۔۔۔ آتا نہیں فرق اس کے سوا ان میں نظر
عالم کو ہے علم اپنی نادانی کا ۔۔۔ جاہل کو نہیں جہل کی کچھ اپنی خبر

سنجیدہ۔ (سوچ کر) آپ کو اختیار ہے اگر آپ مجھے گھر سے نکالنا چاہتی ہیں تو شوق سے نکال دیجئے خیر خدا میرا مالک ہے جس نے پیدا کیا ہے وہ پیٹ کو روٹی اور تن ڈھانکنے کو کپڑا تو مقرر دے گا پر دے گا۔ مگر میرا دل تو ایسا بیزار ہوا ہے کہ میں اس گھر میں کیا مُنہ لے کر جاؤں۔

ماں۔ اچھا تو میں تمہارے دولہا ہی کو بلوا دوں کہ یہ بھی ممکن ہے کہ تم خود سلجھ لینا۔

سنجیدہ نے گردن جھکا لی۔ الخموشی نیم رضا۔

رضیہ نے سمدھن (صالحہ) کو ایک رقعہ لکھا اور وہ یہ ہے:۔

رقعہ

لیتے ہیں ثمر شاخِ ثمر ور کو جھکا کر ✻ جھکتے ہیں سخی وقتِ کرم اور زیادہ

مخدومہ مکرمہ من سلامت۔ سلام مسنون کے بعد عرض مدعا یہ ہے
کہ دولہا میاں کے آنے کی سن کر میرا دل باغ باغ ہوگیا۔ الٰہی جم جم نت
نت خوشی کی گھڑیاں نصیب۔ ہزاری عمر ہو۔ میں آپ کو دوہری
مبارکباد دیتی ہوں۔ ایک تو نوکری کی دوسری اُن کے بامراد آنے کی
تھوڑی سی مٹھائی اور کچھ تیل باش اور صدقے کے ٹکے بھیجتی ہوں ع

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

آپ نے لڑکی کو بلوایا۔ ہیں ضرور بھیج دیتی مجھے عذر کیا ہوسکتا ہے
بیاہ ہونے کے بعد سے وہ میری لڑکی نہ رہی آپ کی ہے۔ آپ یوں سمجھئے
کہ خدا رکھے تین لڑکیاں آپ کی ہیں اور چوتھی لڑکی نہیں کنیز اور
خادمہ یہ ہے میں آپ کو اپنی ماں کی جگہ سمجھتی ہوں۔ خدا کی قسم میں نے
لڑکی کے حرکات پر بہت نفرینیاں کی ہیں اور اُسے سخت ملامت کی ہے
میں کبھی اُس گستاخی کو گوارا نہیں کرسکتی جو اُس نے آپ کی جناب
میں کی ہے۔ نہ اُن حرکات طفلانہ کو نظر استحسان سے دیکھ سکتی ہوں
جو وہ شوہر سے کرتی ہے۔ مگر میرے بس میں صرف سمجھانا ہے میں اپنا
دل اُس کے دل میں کس طرح ڈال دوں۔ لڑکی تو خدا سب کو
سلامت رکھے سو دفعہ آئے گی اور جائے گی مگر جی یہ چاہتا ہے کہ
دولہا میاں کو دیکھ کر اپنا دل شاد کروں۔ کیا اچھا ہو کہ اگر کل شام کا

کھانا وہ یہیں کھائیں اور اپنے ساتھ ہی اپنی دُلہن کو شوق سے سوار کرا لے جائیں۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں۔ والسلام۔ خاکسار رضیہ رقعہ دیکھ صالحہ بیگم نے ماما سے جو رقعہ لائی تھی کہا۔ اچھا معلوم ہوا۔ سمدھن سے میرا سلام کہنا اور کہنا کہ ان شاء اللہ کل میں لڑکے کو بعد مغرب ضرور بھیج دوں گی۔ اطمینان خاطر رکھیں۔

بائیسویں فصل۔ داماد سُسرال میں

یا وہ کہ بے ہمارے تھا چین ایک دم ✽ یا یوں ہماری شکل سے بیزار ہو گئے
اب آنکھ اُٹھا کے بھی کبھی تم دیکھتے نہیں ✽ اللہ اب ہم ایسے گنہگار ہو گئے

انوار جب باہر سے آیا ماں نے ساس کا رقعہ دکھایا اور کہا کہ بس پس و پیش کا مقام نہیں۔ جانے میں تمہارے کسی طرح کا کلام نہیں۔ انوار نے ماں کے ارشاد پر سر تسلیم خم کیا۔ سُسرال جانے کا ارادہ مصمم کیا۔ بعد مدت داماد کے اپنے گھر آنے کی سُن کر باچھیں کھل گئیں۔ منہ مانگی مراد پائی۔ کھوئی ہوئی چیز ہاتھ آئی۔ سجدہ شکر بجا لائی۔ داماد کی دعوت کی طیاری کی۔ بیٹی کو بنا سنوار عروس نو بہار بنا دیا۔ داماد بعد مغرب آیا۔ کلبۂ اخزان کو رشک ارم بنایا۔ ساس کو سلام کیا۔ ساس نے گلے لگایا۔ کوٹھے کا رستہ بتایا جہاں شب باشی کا سامان تھا۔ کیونکہ

کہ داماد مہمان تھا عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد دستر خوان بچھا انواع واقسام کے پُر تکلف کھانے تھے۔ یہ سب دل پرچانے کے بہانے تھے۔ اس کے بعد سنجیدہ نے خرام ناز اور محبوبانہ انداز سے کوٹھے پر قدم دھرا۔ ماما ٹل گئی۔ میاں بیوی نے مل کر کھانا کھایا۔ میاں بیوی کی باتیں بھلا کون سن سکتا تھا وہاں پرندہ بھی پر نہ مار سکتا تھا۔ لیکن قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنجیدہ نے اس دفعہ تو عقل سے کام لیا بارے اپنے غصے کو تھام لیا اور اپنے قصورات کے اعتراف کے بعد شوہر سے عذر معذرت کی۔ دلوں میں صفائی ہوئی یہ بڑی عقدہ کشائی ہوئی۔ ؎

جھکی ذرا چشم جنگ جو بھی نکل گئی دل کی آرزو بھی
بڑا مزا اُس ملاپ میں ہے جو صلح ہو جائے جنگ ہو کر

صبح سویرے نور کے تڑکے انوار نے اپنے گھر کی راہ لی۔ سنجیدہ نیچے اُتری اور اُسی دن شام کو سسرال سدھاری۔

تئیسویں ۲۳ فصل سنجیدہ کا بھوپال میں الگ گھر کر کے رہنا اور گھر کا رنگ ڈھنگ

ان سب کے ہزاروں گھر اجڑ جاتے ہیں * گر گرٹے کے علم لاکھوں اکھڑ جاتے ہیں

آج اس کی ہی نوبت تو کل اُس کی باری * بن بن کے یونہیں کھیل بگڑ جاتے ہیں

سنجیدہ سسرال میں پہنچی ساس سے بخندہ پیشانی ملی اگلی سی رُکاوٹ نہ تھی۔ نندوں سے بھی لگاوٹ کی باتیں کرنے لگی بھوپال جانے کی طیّاری تھی۔ سارا دن تو سامان کی باندھا بوندھی میں لگا۔ رات کو میاں بیوی ہنسی خوشی بھوپال سدھارے۔ سنجیدہ کی آرزوئے دیرینہ بر آئی مُنہ مانگی مراد پائی۔ گھر کی گھر والی بنی۔ خود مختار و مطلق العنان ہوئی۔ اب تک دوسروں کے بھروسے پر زندگی بسر ہوتی تھی آج سے گھر دار کی اہم دستر گ ذمہ داری گلے پڑی۔ سنجیدہ بے انتہا اپنی حالت پر خوش تھی۔ زیادہ تر اس خیال سے کہ ساس نندوں کے جنجال سے نکلی۔ لیکن اگر سمجھدار ہوتی تو اس ذمّہ داری کے بارِگراں سے سرگراں ہو جاتی سمجھی اور غلط سمجھی کہ گھر چلانا گوڑیوں کا کھیل ہے۔ اگر آل اندیش ہوتی تو کوئین وکٹوریا کی بات یاد رکھتی۔ کہ جس وقت صبح سویرے یکایک آپ کو خواب استراحت سے بیدار کرکے آپ کو خبر دی گئی کہ آپ کے چچا نے انتقال کیا اور آپ ملکہ انگلینڈ ہوئیں تو یہ خبر سُن کر اپنی کم سنی اور ناتجربہ کاری اور اس اہم ذمہ داری کا خیال کرکے آبدیدہ ہوئیں اور فرمایا کہ" میں اچھی ملکہ بننے کی کوشش کروں گی خدا ہی کے ہاتھ

میری شرم ہے۔ اور وہی میرا بیڑا پار کرنے والا ہے۔" گھر بھی ایک چھوٹی
سلطنت ہے اگر سنجیدہ کو کچھ عقل و شعور ہوتا تو وہ اس بار گراں سے
خم ہو جاتی لیکن وہ تو گھر چلانا بائیں ہاتھ کا کھیل سمجھتی تھی۔ خیر اب
معلوم ہو جائے گا کہ یہ درحقیقت کھیل ہے یا بڑی دلیل۔ وہ یہ نہ سمجھی
کہ ع آں را کہ عقل بیش غم روزگار بیش۔ اس کی مدِ نظر یہ نہ تھا کہ
ع جن کے رتبے ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے۔ اب جیسا کچھ سنجیدہ
نے گھر چلایا آپ دیکھیں گے۔ یہی گو وہیں میداں۔ ہاتھ کنگن کو
آرسی کیا ہے؟ انوار کا گھر اور وہ بھی مردانہ بنا بنایا جما ہوا تھا۔ مگر اب زنانہ
ساتھ تھا جس کے لیے بیسیوں قسم کی ضروریات تھیں جس کے
حسن ترتیب کے لیے کسی بوڑھی تجربہ کار عورت کا ہونا ضرور تھا لیکن بی
سنجیدہ کو یہ کب گوارا تھا کہ ان کے امور خانہ داری میں کوئی دوسرا
دخیل ہو۔ اور یہ جیسی سمجھ دار تھیں محتاج بیان نہیں۔ خدا ان کو
نیک توفیق دے کہ کسی شکایت کا موقع نہ آنے دیں۔ انوار اپنی
پوری تنخواہ بیوی کے ہاتھ میں دے دیتا تھا اور یہی سیاہ و سفید
کی مالک تھیں۔ اس نے حساب کتاب پوچھا نہیں اور بیوی نے کبھی
لکھا بھی نہیں۔ زبانی جمع خرچ تھا۔ مگر جب دیکھو تنگی خرچ کی شکایت تھی
پندرہ بیس دن مشکل سے کھینچ تان کے چلتے تھے پھر قرض کی

باری تھی۔ فارغ البالی ایک دن بھی نصیب نہ ہوئی جب سنو ہاتھ تنگ ہے میاں کی عقل دنگ ہو کہ یا الٰہی دو سو روپیئے ہم دو تنوں کو کیا کم ہیں جورات دن کی یہ اودھم ہے۔ میاں سمجھتے تھے کہ عورتوں کی عادت یوں ہی پکارنے کی ہوتی ہے کاٹ چھانٹ کر اسی میں پورا ہو جاتا ہوگا۔ قرض و دام کی اُسے کانوں کان خبر بھی نہ تھی۔ ایک دن بیوی نے میاں سے کہا کہ بھلا کہیں دو سو روپلی میں گھر چلتے سُنے ہیں یہ تو بالائی خرچ میں عیشیٰ ہو جاتے ہیں۔ کپڑا لتا اور زیور الگ رہا۔

میاں۔ تم کو کفایت شعاری کرنی چاہیئے دو سو روپیئے ہم دو جانوں کو بہت ہیں۔ نہ میں کسی سے قرض لوں نہ تم کو قرض لینے کی اجازت دوں۔ قرض بڑی بلا ہے خدا بچائے۔ جس طرح بنے اسی میں پورا کرو۔ میں تمہارے کارن چوری کرنے سے تو رہا۔

دام بلا ہے قرض پھنسے اور ہوئے شکار	ہے پاس آبرو تو رہو ہوشیار تم
کنیاتے ہی رہوگے سدا قرض خواہ سے	اس ننگ و عار کو نہ کرو اختیار تم
دیکھو۔ یہ قرض وعدہ خلافی نہ دے سکھا	ہوجاؤگے جہان میں بے اعتبار تم
جب تک وبال جان نہ جانوگے قرض کو	ہرگز نہ بن سکوگے کفایت شعار تم
گر دیتا ہو بازار سے کوڑیوں کے مول	زنہار بھول کر بھی نہ لینا اُدھار تم
مقروض ہو گئے تو پیادے سے ہو بتر	مانا کہ رکھتے ہو فرس راہوار تم

غالب کہ ریل پر بھی ہو قطع سفر محال | جو قرض کے ٹکٹ سے ہوئے ہو سوار تم
کشتی نوح پر بھی چڑھے ہے جو بطور قرض | مجکو یہ خوف ہے کہ نہ پہونچو گے پار تم
مقروض کی نہیں ہے زمانے میں آبرو | یہ اپنے دل میں بات بٹھاؤ ہزار تم
تم جانتے ہو گرچہ بُرا سود خوار کو | ہے اصل یہ کہ بن گئے بے سود خوار تم
وہ بندۂ درم سہی۔ اُس کا غلام کون ہے؟ | اپنے ہی دل میں سوچ لو اے نابکار تم

پھر ہو سکے گا کوئی بھی افسوں نہ کارگر
لقمے کو قرض کے نہ کرو زہر مار تم

بیوی۔ کفایت نہیں تو میں کیا آگے دے کے لٹوا رہی ہوں یا میں خود چھپا لیتی ہوں بہتیری کتر بیونت کرتی ہوں مگر کسی طرح پورا ہی نہیں پڑتا۔ میں خود بک جانے سے تو رہی۔

میاں۔ اچھا تو تم ایک مہینے کا حساب تو لکھ کر دیکھو۔ میں تو ذرا دیکھوں کہ کاہے میں ساری تنخواہ خرچ ہو جاتی ہے۔

بیوی۔ اجی خرچ برتح تو میں اپنے ہاتھ سے ہی اٹھاتی ہوں۔ اب رہا حساب کتاب نا صاحب یہ بکھیڑا مجھ سے نہ ہوا ہے اور نہ ہو گا۔ لو صاحب اب دھڑی دمڑی کا حساب لکھنے بیٹھو۔ سارا دن اسی میں گنواؤ۔ اچھا جی دو سو تو تمہاری تنخواہ کے ہوئے اور دو اوپر کی آمدنی کیا ہوئی؟

میاں۔ (چونک کر) اوپر کی آمدنی کیسی؟

بیوی۔ اے لو تم ایسے بھولے دودھ پیتے بچّے اوپر کی آمدنی تم نہیں جانتے جو مجھ سے پوچھتے بیٹھے ہو۔ چہ خوش۔ دس کا نوکر بھی اوپر سے بیس روپئے پیدا کرتا ہے اور آئے دن کے تحفے تحائف الگ اور تم تو ماشاء اللہ بڑے عہدے پر ہو بالائی آمدنی جتنی بھی ہو تھوڑی ہے۔

میاں۔ لاحول ولاقوۃ۔ تم بھی کیسی نادان ہو۔ میں رشوت کو ہاتھ نہیں لگاتا۔ خدا مجھے اس بلا سے محفوظ رکھے۔

بیوی۔ یہ کیا رشوت ہے؟

میاں۔ ہاں بے شک رشوت اور کھُلے خزانے رشوت اور قطعی حرام۔

اگرچہ سنجیدہ نے کھُلے الفاظ میں نہیں کہا مگر اُس کے دل پر یہ خدشہ ضرور تھا کہ اوپر کی آمدنی میں یہ گلچھرّے اڑاتے ہیں۔ اور اسی میں سے اپنی ماں کو بھی بھیجتے ہیں بھلا اس بدگمانی کا کیا علاج ہم نے بڑی کوشش کی کہ یہ معلوم کریں کہ آخر یہ دو سو روپئے کی معقول رقم کدھر غارت ہو جاتی ہے حساب کتاب ہوتا تو ہم واجبی اور ناواجبی خرچ کو جانچ سکتے تھے۔ یہاں سرے سے لکھنے پڑھنے کا

دفتر ہی گاؤ خورد تھا گرفت ہوتی تو کس طرح۔ مگر ہم نے ٹٹولی تو معلوم ہوا کہ سر سے سے خرچ ہی بہت بے ڈھنگا تھا۔ عورت تھی لاپروا۔ بے سلیقہ اور فضول خرچ۔ زبان کا چٹخارا اور چٹوروں مزید براں۔ اونٹ اونٹ تیری کون سی کل سیدھی۔ جو حساب نہیں رکھتا وہ ہرگز خرچ کو بھی قابو میں نہیں رکھ سکتا۔ نہ گھر میں ایسی کچھ رونق دکھائی دیتی تھی کہ دو سو کا خرچ معلوم دے۔ جب خرچ ہی پورا نہ پڑتا تھا تو بچت کہاں سے آئی۔ ع چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں؟ کنوئیں کی مٹی کنوئیں ہی کو لگ جاتی تھی۔ بال بچے نہیں کہ بہت کر کے انہیں کا خرچ ہوتا ہو لے دے کے دو میاں بیوی اللہ اللہ خیر صلّا۔ اندر ایک ماما باہر ایک نوکر ایک سائیس ایک گھوڑا بس یہ کل کائنات تھی۔ سو گھوڑا گاڑی تو سنا سرکار سے تعینات تھا اور اس کا خرچ بھی وہیں سے ملتا تھا۔ پھر خدا جانے یہ خود روپیئے نکل جاتی تھی یا کس طرح ملیامیٹ کرتی تھی اس کا حال تو بس سنجیدہ ہی جانے۔ گھر کو دیکھو تو خاک اڑ رہی تھی۔ باہر مردانے میں تو خیر فرش فروش میز کرسی درست تھیں مگر زنان خانے کی ایسی بری گت تھی کہ قدم دھرنے کو دل نہ چاہتا تھا۔ پیش دالان جو صدر مقام تھا وہاں تو خیر سے ٹاٹ کا فرش تھا جس پر ایک میلی چکٹ بچھا رہے پڑی جا نماز رجا جم (بچھی

تھی۔ چاندنی بس ماہتاب کی کافی تھی۔ فرش کی چاندنی کا نام بھی نہ تھا البتہ ایک ہنگم سا گاؤ تکیہ جس کا پیٹ بے ایمان کی قبر سے مشابہ تھا ضرور ایک کونے سے لگا ہوا کھڑے کھڑے تھک گیا تھا۔ کہنے کو سفید لٹھے کے غلاف کی پوشش اُس پر تھی مگر دھوبی کا گھر اُس نے کبھی دیکھا نہ تھا جس کا مٹیالا رنگ اُس کی خاک نشینی کا ظاہری لفافہ تھا۔ غلاف کا بھی آگا پیچھا یکساں نہ تھا۔ سامنے کا رُخ صحیح سلامت تھا۔ مگر پشت کی طرف دو بڑے بڑے غیر متساوی الاضلاع شکل کے کالی چھینٹ کے پیوند سفید دھاگے سے لمبے لمبے سلنگے مارے ہوئے تھے جس نے اس کی خوشنمائی کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ نیفے میں ازاربند کی جگہ سُتلی پڑی تھی اور غلاف ایسا چھوٹا تھا کہ دونوں طرف سے اُس نے اِس طرح دانت نکوس دیئے تھے کہ اپنے باطنی اوصاف یعنی میلے روئی کی کثافت کو نمایاں کر دیا تھا۔ وہیں داہنی طرف دیوار سے ملا ہوا ایک نواڑی پلنگ بچھا ہوا تھا۔ جس کی نواڑ کھینچم تانی کے عذاب سے محفوظ تھی۔ اس کو اس کی حالت پر چھوڑ کر ایک زمانہ ہوا تھا۔ اس ڈھیل کا یہ نتیجہ تھا کہ جھولا۔ جو سوتے عین بین گٹھڑی بن جاتے پاؤں پھیلانے کی نوبت نہ آتی۔ نواڑ جہاں سے ٹوٹ گئی تھی وہیں گرہ دے کر جوڑ دی گئی تھی۔ سینے

سلانے میں پھر خدشہ اُدھڑ جانے کا تھا۔ لیٹتے کے ساتھ ہی کمر میں
گٹھل اس طرح چبھنے لگتے تھے جیسے کوئی بن کٹی سڑک کے روڑے دل تک
لپٹ گیا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ پلنگ بے چارے میں دُنبل نمودار
ہوگئے ہیں۔ چولیں چرّخ چوں۔ پلنگ کا پلنگ اور باجے کا باجا۔
ذرا سی کروٹ کے ساتھ یہ معلوم ہوتا ہے کہ بھونچال آگیا۔ پلنگ صاحب
خوف سے تھرتھر کانپ رہے ہیں۔ پائنتی اونچی سرہانا نیچا۔ جب
پاؤں کی ناہمواری کی یہ کیفیت تھی تو پایوں پہ چڑھا کر اُن کو سر
چڑھانا فضول۔ کھٹملوں کا ہیڈ کوارٹر۔ بچھونے کی جگہ ایک سکڑی
ہوئی موٹے روئی کے سوت کی کتی ہوئی پہاڑ گنج کی بنی ہوئی میلی
دری اُس پہ ایک چیتھڑا جسے سب لوگ چادر کہتے ہیں۔ ایسی
خوب صورتی سے بچھا ہوا کہ چاروں طرف سے دو دو بالشت دری
کھلی ہوئی تاکہ دیکھنے والے یہ نہ سمجھیں کہ خالی چادر ہی چادر بچھی ہوئی
ہے ظاہر و باطن نمایاں۔ تکیے اوپر تلے ایک جوڑ دو دو مگر بے جوڑ
ایک چھوٹا ایک بڑا۔ ایک پر لال تنزیب کا غلاف تو دوسرے پر کالی چھینٹ کا
دونوں ایسے معلوم دیتے تھے جیسے سوتیلے بہن بھائی۔ پائنتی
وہی پرانا دھرانا جہیز کا لحاف جس نے چار جاڑے جھیل لیے
مگر اب بھی پنشن نہ لی جس کی بوٹی بوٹی الگ اوڑھو تو اندر سے

بہارستان کا لطف آئے بجنسہ ایسا معلوم دیتا ہے جیسے پھٹا ہوا ابر۔
چوں کہ ساری گرمی اور برسات چوہوں کی مِلک رہ چکا تھا علاوہ جابجا
دندان موش سے چھلنی ہونے کے اُن کے پیشاب کی کھدائند سے
ناک مشاک۔ جھاڑ و جھٹکو تو برکت ہی برکت ہے یعنی چوہوں کی مینگنیوں
کی ہلکی سی بوچھار پڑ جاتی ہے۔ گرمی کا نام نہیں سردی کی روک تھام نہیں
کہنے کو لحاف مگر غور سے دیکھو تو مطلع صاف۔ جب پلنگ اور بچھونا
اس حُسن و خوبی کا ہے تو پھر **پلنگ پوش** ڈال کر گویا چاند کو ابر
میں چھپانا ہے۔ لہٰذا پلنگ پوش پلنگ کے پاس بھٹکنے نہ پاتا تھا۔
ابھی آپ نے دیکھا ہی کیا ہے اس پلنگ کو تو ہم پیرس کی نمایش گاہ
میں بھیجنے والے ہیں بشرطیکہ بی سنجیدہ ہمیں ستار دے دیں
آپ کو ہمارے سر کی قسم ذرا اُس کے نیچے جھک کر تو دیکھئے کہ پلنگ
کیا ہے عمر عیار کی زنبیل یا خزانۂ عامرہ ہے۔ سارے گھر کی متفرق چیزوں
کا مخزن ہے۔ جو چیز کہیں نہ ملے یہاں موجود۔ چیتھڑے۔ پھٹے پرانے
کپڑے۔ دھجیاں۔ لیترے۔ ٹوٹے ہوئے مرتبان۔ آبخورے۔
سکوریاں۔ پتوں کے دونے۔ بادام کے چھلکے۔ آم کی گٹھلیاں۔
ترکاری کے چھلکے۔ خربوزے تربوز کے بیج۔ جامن کی گٹھلیاں۔
پان کا اُگال۔ کچھ باسی روٹی کے ٹکڑے۔ ٹوٹی ہوئی چھڑیاں پلنگ کے

نیچے داخل۔ خدا اس کے پیٹ کی سمائی کو سلامت رکھے۔ اوپر گھر والی اور خود بدولت اور نیچے گھر کی دھن دولت۔ مال عرب پیش عرب سنا تھا۔ مال عرب زیر عرب یہاں دیکھ لو۔

طاق ہر بات میں طاق۔ جو چیز ہے بالائے طاق۔ ہر طاق متفرقات کا ایک ڈیپو (مخزن) تھا۔ جو چیز آئی بس طاق میں سمائی۔ ٹھونس ٹھانس ٹھس کے کان میں گھس۔ طاق کیا تھے پنساری کی دکان تھے یا ہر چیز کی کان صندوق۔ صندوقچی۔ الماری۔ گنجینہ۔ چھینکا۔ قفلی۔ کٹھور دان۔ ان طاقوں پر قربان۔ پیش دالان یعنی دارالامان آپ ملاحظہ کر چکے۔ آپ کو تکلیف تو ہو گی مگر ذرا ہماری خاطر سے چھوٹے دالان کی بھی زیارت سے مشرف ہو لیجیئے کہ وہ بھی گھر والی کے سلیقے کی ایک زندہ یادگار ہے۔ فرش ورش تو اس میں تھا وا نہیں۔ البتہ دو ٹوٹے ہوئے بانس کے جھلنگے پڑے ہوئے تھے جن میں سے ایک کی کان نکلی ہوئی ایک پایہ زمین سے اٹھا ہوا یعنی ٹھکے ہوئے۔ دوسرے کی ادوان ندارد۔ اور چول ٹوٹی ہوئی۔ پٹیوں سے سیرو اچھا۔ شاید انہیں کی شان میں کہا گیا ہو کہ وہ نہیں ہیں وائیں بائیں اکیلا تمیں سرہانہ (سراہنا) پیگانہ۔ پلنگا نہ جن کی ٹوٹی ہوئی بان سے کی سے برگد کی واڑھی کی طرح لٹک رہے تھے۔ وہیں سرکنڈوں کا ایک

تکیئے دار مونڈھا جس کے سرکنڈے جا بجا سے ٹوٹ کر مٹھا الگ خستہ حال تھا اور جس کی نشست گاہ کو چوہوں نے کتر ڈالا تھا پڑا ہوا اپنی پامالی اور ناکارگی سے بیزار ہو کر چولھے میں جانے کا از بس متمنی تھا کیوں کہ کوؤں اور کبوتروں کی بیٹ نے اُسے اُس کے منصب نشست گاہ سے مدتیں ہوئیں کہ معزول کر دیا تھا۔ وہیں اُس کی بڑی بہن بی کرسی خانم پڑی سسک رہی تھیں جن کا مدت سے کوئی پرسان حال نہ تھا۔ رنگ و روغن اُس کا جا کر زمانہ ہوا تھا بلکہ ایک ٹانگ بھی ٹوٹ گئی تھی جو مرہم پٹی سے بھی درست نہ ہوئی۔ بید پہلے ہی چھدرا تھا اب کثرت استعمال اور بے احتیاطی سے اُس نے اپنی جگہ چھوڑ دی تھی۔ بھائی مونڈھے سے اُس نے نہایت عاجزی سے کہا بھائی تم تو چلے اور مجھ خستہ تن کو کس پہ چھوڑ چلے۔ تم چولھے میں جلو اور میں کم بخت بیٹھی رہوں۔ نہیں بھائی خدا کی قسم میں بھی تمہارے ساتھ ستی ہوں گی۔ جب کوئی ہمارے اچھے بُرے کا پرسان حال نہیں تو اس طرح سڑ سڑ کر مرنے سے ایک دفعہ کا جل مرنا اچھا۔" اُسی دالان میں جا بجا کچھ ٹوٹے پھوٹے ٹین کے ڈبے اور کنستر ٹوٹی ہوئی بوتلیں اور شیشیاں۔ ٹوٹے ہوئے مٹکے کے ٹھیکرے اور آبخوروں کے ٹکڑے بھی نہایت آزادی سے چوکیوں کے

نیچے پڑے ہوئے تھے اور ایسی سڑاند آرہی تھی کہ ناک نہ دی جا سکتی تھی دیکھا تو بی گربہ مسکین نے ایک تازہ چوہے کا شکار کیا تھا جس میں سے آدھا خود کھایا اور آدھا باظہار شکر یہ گھروالی کے لیئے چھوڑ گئی جس کو چینٹیو ںباں اور مکوڑے لگ گئے تھے۔ اور اوپر سے صد ہا مکھیاں بھن بھن کر رہی تھیں۔ ایک کھونٹی پر چھاج اور چونکیوں کے نیچے ہی چھلنی بھی پڑی تھی۔ گھروالی کے اصول موضوعہ میں یہ بات داخل تھی کہ جھاڑو دینے سے گھر میں جھاڑو پھر جاتی ہے یعنی برکت جاتی رہتی ہے اس لیئے وہ دالانوں میں بہت کم جھاڑو دلواتی تھیں۔ اب رہی صحن کی جھاڑو وہ حلال خوری کے رحم وکرم پر موقوف تھی۔ دو وقتی کو آنا اس نے مدتوں سے چھوڑ ہی دیا تھا۔ رہی جھاڑو جب تک حلال خوری کے سر پہ سوار نہ ہو اُسے کیا غرض پڑی البتہ جمعے کے جمعے روٹی لینے کی خاطر وہ جھاڑو کے ایک دو ہاتھ مار دیا کرتی تھی وہ بھی اس طرح جیسے گنجے کی حجامت جس کا نتیجہ یہ تھا کہ اور کسی چیز میں چاہے برکت ہو یا نہ ہو مگر کوڑا کرکٹ جدہر نظر اٹھاؤ موجود تھا اور کونے میں تو اُس نے ڈلاؤ ہی ڈال دیا تھا۔ سارے محلّے میں کما کر گھر جاتے وقت وہ اپنا جھاڑو ٹوکرا انھیں کی انگنائی کے کونے میں رکھ جایا کرتی تھی۔

باورچی خانے میں منوں کوڑا کرکٹ۔ زمین ناہموار گڑھے پڑے

ہوئے جن میں برتنوں کا دھوون جما ہوا۔ موری تھی مگر اٹی ہوئی بہنیلی نیلی سڑی ہوئی کیچڑ بھری ہوئی۔ مکھیوں کی فوج کی فوج پلی ہوئی۔ پیاز۔ لہسن۔ ترئی۔ آلو۔ اروی کے چھلکے شلجم کے پتے۔ ترکاری کی چھیلن اور اس کے ساتھ کوڑے کرکٹ کا انبار لگا ہوا تھا۔ مکان میں سفیدی ہمارے دیکھتے تو ہوئی نہ تھی مگر ہاں ہم نے اپنے دادا سے لاکلام سنا تھا۔ راست و دروغ برگردن راوی کہ جب یہ مکان بنا جب ہی کو نچی پھری تھی۔ روسیاہ باورچی خانے کو سفیدی سے کیا تعلق وہ خود ماتمی لباس میں تھا دیواروں پر دھوئیں نے صیقل کر دی تھی ایسا معلوم دیتا تھا جیسے کول ٹار کی وارنش کی گئی ہے۔ کڑیاں دھوئیں کی وجہ سے عین بین آبنوس کی معلوم دیتی تھیں۔ ہر کونے اور تمام کڑیوں میں جالوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ دیگچیوں پر ان کا سایہ ایسا معلوم دیتا تھا جیسے کوئی کالے بادل کا ٹکڑا گھر میں گھس آیا۔ ہوا کے جھونکے کے ساتھ ان کا کچھ حصہ کھلی ہوئی دیگچی میں اس طرح چوری چھپے جا داخل ہوتا تھا کہ بیوی کی جانے بلا لوگ اسے گرم مسالے کا قایم مقام سمجھ کر گلے سے نیچے اتار لیتے تھے۔ دیگچیاں بے قلعی تانبا نکلا ہوا۔ کھانا ایسا کہ صرف دیکھنے ہی سے سیری ہو جائے آئی ادائی بھوک بھاگ جائے۔ شوربا نسوت پانی۔ لبدھڑا جیسے موری کی کیچڑ

آلو اردی اپنے اصلی رنگ پر قایم۔ ساگ۔ تریوں ٹنڈوں کی سبزی برقرار۔ گوشت کا گلا نا قسم جب کھانے بیٹھو پیٹ کا پیٹ بھر جائے اور تماشے کا تماشہ۔ بوٹی کھینچو لوربڑ کی طرح کھنچ جائے چھوڑ دو چپٹ آکر ہونٹ کو چمٹ جائے۔ خدا جانے کوئی بھوننا بھاننا بھی تھا یا یوں ہی سوند ساند کر دھر دیتے تھے۔ ہلدی کی جھکرا ند۔ لسن کی سڑاند جوں کی توں برقرار۔ چپاتیاں دیکھو تو سوائے مدور کے اقلیدس کی ساری شکلیں بلکہ چاروں مقالے موجود کوئی تکون مثلث ہو کوئی لمبوتری مستطیل کوئی چوکھونٹی مربع نما کسی کا ایک کان نکلا ہوا۔ کسی کو لقوہ مارا ہوا۔ ادھ کچری یا چتی ندارد یا جلی ہوئی۔ موٹے ٹکڑ جن کے کنارے کچے اور بیچ میں گلگلا سی ٹکیا دھری جب باورچی خانے میں بیوی بھول کے بھی نہ پھٹکے اور ماما کی رائے پر چھوڑ دے وہاں بامزہ اور بدمزہ کھانے کی کیا بحث۔ اجی شکر کرو کہ پیٹ میں ٹکڑا بھی پڑ جاتا تھا۔ گھر والی کے مزاج میں ماشاء اللہ قاعدے کی پابندی بہت تھی اُن کا اصول یہ تھا کہ جب پکانے پر ماما نوکر ہے۔ اور تنخواہ لیتی ہے اور ایک موٹی سی ٹکیا الگ چُرا لے جاتی ہے تو پھر ہم اپنا سر کیوں کھپائیں پکانا اُس کا فرض ہے اور کھا لینا ہمارا کام۔ میرا بس چلے تو میں ہاں کر پانی تک نہ پیئوں کھانا کُل کا وہی جو پکا پکایا سامنے آجائے اور

ہم چپ چاپ کھالیں اور خدا کا شکر کریں۔ بلکہ مجھے تو ایسی الکساہٹ
آتی ہی اور اللہ جانے یہ جی چاہتا ہی کہ کوئی مُنہ میں نوالے بھی بنا بنا کے
دے دے تو کیسی اچھی بات ہو۔ خدا جانے اُن لوگوں کے مزاج میں
کیسی کٹھ حجتی ہی کہ خدا کے دیئے ہوئے رزق میں ہزاروں کیڑے
ڈالتے ہیں۔ کوئی کہتا ہی نمک میٹھا ہی کوئی کہتا ہی گوشت گلا نہیں۔
کوئی کہتا ہی مرچ کم ہی کوئی کہتا ہی گھی کا ترمرا نہیں۔ کھانا نہ ہوا عذاب
جان ہوا۔ کس کس کی فرمایش پوری کی جائے۔ یہ لوگ خدا کے کیسے
ناشکر بندے ہیں۔ جبھی تو اللہ نے نپا تُلا رزق اُتارا ہی۔ اور سالن کی
شکل و صورت کی بھی یہ چوچل کرتے ہیں شوربا لال سُرخ ہو نہ روغن ہو
یہ سالن ہی کھانے کی چیز جو حلق سے اُترتے ہی کیا بن جاتا ہی۔ سو
سب کو معلوم یا کوئی کپڑا ہی جس کا رنگ روپ دیکھا جائے۔ اگر
سالن میں اتفاقاً مکھی پڑ گئی تو گھن آنے لگی پھینکم پھانکی شروع ہو گئی۔
اور اپنی خبر نہیں کہ پیٹ میں کیا بھرا ہوا ہی۔ ایک دن کا ذکر ہی کہ سالن
میں مکھی نکل آئی اور قیامت مجھ پر توڑی گئی۔ رات دن انسان کو مکھیاں
لپٹی رہتی ہیں۔ مٹھاس کھاؤ مکھی۔ آم کھاؤ مکھی۔ بکری [illegible] ان جگہ خالی ہی
وہی مکھی غلاظت پر بیٹھتی ہی اور وہی کھانے پر جب کسی کو گھن نہیں آتی
لیکن اگر سالن میں گر کر وہ بیچاری شہید ہو جاتی تو اُس کا یوں

مٹّی پلید ہو۔ میں جل گئی۔ میں نے اُن سے کہا کہ اگر مکھی گر بھی گئی تو کیا غضب ٹوٹا۔ ہاتھی کا بچّہ تو نہیں گرا۔ جو نہیں نکل سکتا یا اُس کے نکالنے میں کوئی ہاتھی گھوڑے لگتے ہیں۔ اجی یہی نا نکال کر پھینک دو بس چھٹّی ہوئی۔ اب وہم اس قدر بڑھ گیا ہے کہ تلی ہوئی پیاز مکھی ہے اور کالی مرچ بھی مکھی۔ مکھی نہ ہوئی بلائے جان ہوئی۔ خیر مکھی کو جانے دو جاندار چیز ہے لیکن اس سے بھی بڑھ کے سنو کہ اگر کوئی بال نکل آیا تو پھر بال کی کھال کھینچی جا رہی ہے اور مجھ پر ناحق کا وبال توڑا جا رہا ہے۔ ارے بھئی یہ تو کوئی جاندار چیز نہیں۔ پڑ گیا پڑ گیا کیا کسی نے اپنے سر کا بال جان بوجھ کر نوچ کے تھوڑی ڈال دیا ہے۔ نکال کر پھینک دو۔ بس قصّہ پاک یا تم اس سے ڈرتے ہو ہوتا ہے بیچا ہے تو لاؤ بھئی میں الگ سے نکال دوں اور پھر وہ بال کیا کچھ میرے سر کا ہے جو مجھ پر قیامت ٹوٹ رہی ہے۔ اجی حضرت میں تو اسی مارے قسم کھانے کو بھی باورچی خانے میں قدم نہیں دھرتی۔ بال اگر ہے تو اُس ماما چڑیل کا ہو گا۔ کیا میں نے اُسے سکھلا دیا ہے کہ تو سالن میں بال توڑ توڑ کر ڈال دیا کر اور یوں زبردستی خفا ہونے کو دل چاہتا ہے تو شوق سے ہو لو منع کس نے کیا ہے۔ بھوک تو ہے ہی نہیں مفت کے چھندا مجھ پر دھر کھانا چھوڑ دیا۔ کوئی پوچھے کہ کے وقت کے لیے اجی ایک وقت نہ کھاو گے

حد دو وقت نہ کھاؤ گے تیسرے وقت تو بال پڑا سالن نہیں شہتیر پڑا ہوا سالن کھاؤ گے پر کھاؤ گے۔ ہار کے کھاؤ گے جھک مار کے کھاؤ گے۔ بھلا مرد تو ہم جب جانیں کہ کھانا چھوڑا تو بس چھوڑا اور جو چیز نہ چھوٹ سکے جانے بھی اپنے تن کے ساتھ لگی ہو تو اُس کا چھوڑنا حماقت۔ پھر خدا معلوم بال سے اتنی نفرت کیوں اول تو انسان کے سارے جسم پر لاکھوں بال۔ بال سے ایسی ہی نفرت ہو تو چار ابرو کا صفایا کرو۔ پھر بال بھی وہ بال جسے زلف کہتے ہیں اور شاعر اُس کی تعریف میں سر مر جاتے ہیں۔ اسی کو جعد مشکین بھی کہتے ہیں اور اسی کے صرف ایک بال پر اُبکائیاں بھی لینے لگتے ہیں۔ یہ مردوں کی اوندھی مت نہیں تو کیا ہو۔ **دستر خوان** چھپا ہوا گاڑھے کا میلا چکٹ کہ دیکھے سے قے آئے۔ دستر خوان پر ایک گنوار نے کیا پھبتا ہوا لطیفہ کہا ہو کسی دعوت میں چند گنوار جمع تھے۔ میزبان پکار رہے تھے۔ "ارے ماں پہلے دستر خوان تو لاؤ" بہت چیخ پکار کے بعد آخر دستر خوان آیا۔ گنوار جس کی انتڑیاں قل ہو اللہ پڑھ رہی تھیں کہنے لگا "سُنا تھا لتو وا کو نام دستر کھوان ہم سمجھے کوئی کہاں صاحب ہوں گے" چینی کی رکابیاں اس گھر میں کیا ٹک سکتی تھیں۔ تانبے کی رکابیاں طشتریاں قلعی گر کی صورت سے ناواقف البتہ تھیں۔ صاحب خانہ کے لیے ایک چینی

کی رکابیاں تھیں اُن کی چٹپیں بھی بار بار آگ پر رکھنے سے اُڑ گئی تھیں لوٹے گلے بیٹھے۔ گومڑے پڑے بسورتے ٹپکتے بدوپ جس میں کھانے پینے اور پاخانے کی کوئی تفریق نہ تھی۔ جس کے ہاتھ جو پڑا کان پکڑ اچل دہرا۔ کبھی وہی لوٹا دسترخوان پر ہے تو کبھی پاخانہ کے پایہ دان پر گلاس کانچ کے درجنوں ٹوٹ گئے۔ اب الیومنیم کا صرف ایک گلاس تھا وہ بھی جابجا سے پچکا ہوا کنارے کھنڈے ہوئے جو نہ کبھی دُھلتا تھا نہ منجھتا۔ چکنائی میں لت پت۔ چمچے پہلے تو جرمن سلور کے تھے اُن کی جو تقدیر پھوٹی تو چونے اور لال اینٹ کی رگڑائی کی تاب نہ لا سکے خول اُتر کر نرا پیتل رہ گیا خیر وہ بھی غنیمت تھا مگر اُن پر رانگ کی قلعی کا ایک بھدا کوٹ ایسا چڑھا اور ایسا بدنما نظر آتا تھا جیسے کالی صورت پر انگریزی لباس۔ سالن میں نمک کم ہو تو حرف شکایت زبان پر لانا کور نمکی میں داخل۔ خدا نے چاہا تو گھر میں وقت پر ایک کنکری نمک کی بھی نہ ملے۔ ماما بازار کو دوڑے اور دمڑی کا نمک لائے اور سِل پر جھپا جھپ پیسے تب تک یہاں کھانا ختم۔ سیلابچی بے ضرورت معرض تخفیف میں۔ سیلاب کا گھر میں کیا کام وہ اُپلوں کی کوٹھری میں پڑی بحر خجالت میں غرق تھی۔ اُٹھے زہ پر ہاتھ دھو لیے۔ بشرطیکہ ہاتھ دھونے کی ضرورت ہو وہ بھی ٹھنڈے پانی سے کہ چکنائی کچھ دیر تو رہے

کہ لوگ سمجھیں کہ میاں نے تر بتر مال کھایا ہے اور وہی مثل صادق آئے
دلّی کی دل والی منہ چکنا پیٹ خالی۔ گاؤں کے گو پیلے منہ پر خاک
پیٹ میں ڈھیلے۔ میاں کے ساتھ تولیے کی پخ لگی ہوئی تھی بیوی
کا کرتہ دوپٹہ سلامت سو رومالوں اور ہزار تولیوں سے بہتر۔ تولیے کو
پا لیے سیئے پھر وہ باڑ ھونڈتے پھرو اور یہ غلام مال ہر وقت دست بستہ
حاضر۔ اور پھر اس سادگی پر ہمارا بھی صاد ہے کیوں نہ ہو بی سنجیدہ بیگم
کی طبع زاد ہے۔ میاں پان کھاتے ہی نہ تھے پھر پٹاری یا پاندان
کس کے لیئے۔ یہ تکلف اور چونچلے امیروں ہی کو زیبا ہیں۔ گھر کی بہو
بیٹیاں خصوصاً سلیقہ مند ایسا کھڑاگ کب پالتی ہیں۔ سستے میں کام
نکالتی ہیں۔ اب ذرا پٹاری کی آن بان ملاحظہ ہو۔ جہیز کی پٹاری کو تو
انہوں نے بوجھل اور بھدیلی ہونے سے عاق کر دیا تھا بلکہ شاید سیر
کونڈا اس کے کوڑے کر ڈالے تھے پندرہ روپیئے کی پٹاری نئی کوری
کی کوری پانچ روپیئے میں دے ڈالی اور اس طرح اپنے سر کی بلا ٹالی
اس کے قائم مقام مراد آباد کا کشتی نما پاندان تھا جو مشکل سے سوا بالشت کا
تھا۔ پانچ روپیئے جو پٹاری بچاری کی قربانی سے آئے تھے ان میں
سے ڈھائی کا یہ پاندان آیا باقی رہے ڈھائی اس کی کھائی مٹھائی۔
کیوں بھائی کیسی میری جتائی پاندان کا پاندان برقرار اور منہ میٹھا ہوا

سو گھاتے ہیں۔ ہاں بی سنجیدہ ماشاء اللہ تمہارا بھی کیا چلن ہے جس پر ہر شخص انگشت بدہن ہے۔ مثل مشہور ہے کہ مرد کے قلمدان اور عورت کے پاندان سے اُس کا سلیقہ ظاہر ہوتا ہے۔ گردی اُس کے گردو پیش میں نہ تھی۔ گبھا اُسے میسر نہ تھا۔ کھڑی ہی گزران کرتی تھی۔ کتھے چونے کی دو کلھیاں کیا تھیں گویا دو بھٹیاری نما سوکنیں تھیں جن میں آئے دن کی لڑائی رونز کی کشمکش ہر چند اُن کے اپنے اپنے گھر الگ تھلگ تھے مگر جب دیکھو مداخلت بے جا بیجا نہ کی مجرم کلھیوں کے کناروں پر خدا جھوٹ نہ بُلوائے چونے کتھے کی ایسی تہ جم گئی تھی کہ اگر قلعی گر کے پالے پڑتیں تو وہ بھی مانجھتے مانجھتے تھک جاتا اور یہ کوٹ سنگ (رتہ) نہ اُترتا۔ جب کلھیوں کی یہ گت تھی تو بچاری چمچیاں کس شمار قطار میں تھیں ان دونوں کی آئے دن کی لڑائی میں ان کا بھرکس نکل گیا تھا نہ یہاں قرار نہ وہاں قرار کبھی کتھے میں سن گئی ہیں تو کبھی چونے میں بھن گئیں جب دیکھو بھری بھرائی لتھڑی لتھڑائی لہولہان ان بے چاریوں کی ننھی منّی جان عجب خلجان میں تھی کبھی کتھا ان پر دست درازی کرتا تھا تو کبھی چونا چوں نہ کرنے دیتا تھا۔ چھالیا کتر کر رکھنے سے خراب ہو جاتی ہے۔ سیل کر جاتی ہے پھر کوئی باریک کھاتا ہے کوئی موٹی اس لیئے ثابت ڈلیاں وہ بھی دو چار سے

زیادہ نہیں ایک خانے کے ڈبے میں بند تھیں۔ جو آیا پاندان سرکا دیا۔ دستِ خود دہانِ خود۔ ورنہ خوری زیاں خود۔ بھئی کترو اور کھاؤ۔ یہ نہیں کہ پان کھانے کی ضرورت ہو یا نہ ہو ہر وقت سروتہ کھٹک رہا ہی۔ خالی سروتہ کھٹکھٹانے سے لڑائی ہوتی ہی تو بھرے سے کیوں نہ ہو۔ سو بندی لڑائی سے کوسوں دور بھاگتی ہی۔ یہاں خدا خدا کر کے نواب گھر نصیب ہوا ہی۔ بلّی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا پھر کھٹاک وٹک کا کیا کام۔ سروتہ بے چارہ ابھی چھالیہ کی جنگ میں زخمی ہو کر آیا تھا وہ اپنے حال زار پر خود روتا تھا۔ آج تک میاں سروتے خاں نے بی چھالیہ کے ٹکڑے ٹکڑے کیئے مگر زمانہ یکساں کب رہتا ہی کبھی ناؤ گاڑی پہ اور کبھی گاڑی ناؤ پہ۔ اس کی ایک ٹانگ زخمی ہو گئی تھی۔ ڈنڈی پر کا ہاتھی دانت گر گیا تھا۔ دو چھوٹی چھوٹی کیلیں باقی رہ گئی تھیں جو کترتے وقت انگلیوں سے دست بوسی کرتی تھیں۔ کیل ایسی ڈھیلی پڑ گئی تھی کہ سروتے خاں ہنڈولے کی طرح ادھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر جیسے ریل پٹری بدلتی ہی جھکولے کھاتے کھاتے۔ دھار ایسی کُند کہ نکٹے کی ناک بھی نہ کٹے۔ تھا تو وہ رام پور کا مگر اب پُرانا ہو کر چور چور ہو گیا تھا۔ پانوں کے رکھنے کی گنجایش اس پاندان میں جو دہن معشوق کی طرح تنگ تھا کہاں بھئی بس یا تو پان مٹکے میں غوطے

لگاتے رہتے تھے یا مٹی کی کنڈالی میں کنڈلی مارے صافی میں لپٹے لپٹائے شرم سے منہ چھپائے پڑے رہتے تھے۔ چھوٹی الائچی سنی ہی مگر یہاں وہ گھر ابھی نہ تھی۔ بلکہ گرم مسالے میں جو بڑی الائچی ہوتی ہے بمصداق سہ ہمت از مردم کریم طلب۔ خاک از تودہ کلاں بردار چھلکوں کے انبار میں بعد تلاش بسیار کسی دانا کو اگر ایک دانہ مل جائے تو ہم اس کی دانائی کی قسم کھائیں۔ زردہ زرد روئی کی علامت ہے تماکو کا استعمال خواہ وہ کسی شکل میں ہو ممنوع۔ لہٰذا زردا ون وہ ورد سر خریدن پر عمل کر کے پاندان کی قلم رو میں وہ سرے سے داخل ہی نہیں کیا گیا تھا۔ میاں پاندان کے چچیرے بھائی خاصدان کا بھی اس گھر میں وجود نہ تھا جب پاندان کے ڈھکنے سے یہ کام چل سکتا تھا تو پھر یہ سراسر بے کار البتہ بڑے مواقع پر یہ تھالی نکالی جاتی تھیں۔ جو کبھی باہر دوڑی جاتی تھیں کبھی اندر آتی تھیں۔ میاں پاندان کے برادر خورد میاں اگالدان جو اُسی خاندان کے اور میاں پاندان کے سگے بھائی تھے مگر بمصداق سگ باش برادر خورد مباش۔ بڑے بھائی کے عروج کا کیا پوچھنا وہ بڑے بڑے امیروں کے منہ چڑھے تھے۔ اور یہ بے چارے کمال ذلت میں گن تھا جو شخص دیکھو ان پر تھوکتا تھا سنجیدہ نے اس بے چارے کی حالت پر

رحم کھا کے اِسے ایک کونے میں ڈلوا دیا کہ روز کا اس کا صاف کرنا
اور مانجھنا ایک ایسی مصیبت تھی جو دھری جائے اور نہ اٹھائی جائے
لہذا یا تو بوریا اٹھا کر جہاں بیٹھتی تھیں وہیں پچکاری مار دیتی تھیں یا دیوار
پر تھوک دیا کہ ساری پیک اوپر سے بہ کر نیچے تک آ گئی۔ یا انگنائی
میں تھوک دیا۔ غرض یہ کچھ پاخانہ نہ تھا جو اس کے واسطے کوئی خاص
جائے مقرر ہو۔ جب ضرورت ہوئی جہاں موقعہ بنا تھوک دیا۔ ان کی
پیک سے سفید استرکاری کی دیواریں پختہ چبوترا اور صحن سب چُنڈری
بنا ہوا تھا۔ لیکن ہاں اتنی احتیاط تو ضرور تھی کہ صدر دالان کا پاس عزت
کر کے انہوں نے وہاں اُگالدان کا نعم البدل دودھ شریک بھائی
ایک مٹی کا کُلھڑا جس کا دودھ بلّی چاٹ گئی تھی راکھ بھر کر اسی پلنگ کے
تلے رکھوا دیا تھا اور وہی اُگالدان سے بہتر کام دیتا تھا۔ اگالدان
حضرت ایسے تنک مزاج ہیں کہ ذرا کوئی بات خلاف مزاج ہوئی
ذرا کوئی پاس سے گزرا ٹھیس لگی ہا نہیں کہ قلابازی کھا گئے سارا
فرش خراب۔ چنانچہ ان کی شرارت کا حال آپ خود ملاحظہ فرما سکتے
ہیں کہ جابجا ان کی کلابازیوں کے نشان موجود ہیں۔ مگر بھی یہ کلھڑا
ہو تو مٹی کا لیکن میں اس کی خاکساری کی کیا تعریف کروں نہ اُلٹے
نہ پلٹے نہ کرے۔ اُگالدان کا غصہ الٰہی توبہ جب اُلٹے سارے کا

سارا ماء اللحم انگوری الٹ دیا بلکہ مع شیخ زاہد اور اس بے چارے میں اوّل تو
قوت جاذبہ ہی اور پھر جب راکھ سے اس کا پیٹ بھر دیا تو ادھر تھوکو
اُدھر غایب نہ اسے صاف کرانے کی ضرورت ہی نہ منجھوانے کا
بکھیڑا۔ اُٹھایا آٹھویں دن وہ بھی دل چاہا تو راکھ پھنکوا دی اور کٹھرا
بدستور قایم ورنہ اس کی بھی ضرورت نہیں۔ اب صرفے کو ملاحظہ کیجئے
تانبا مہنگا پیتل گراں پانچ روپیہ ان کی نذر کرو جب یہ تشریف لائیں۔
گویا ڈاکٹر صاحب کی فیس ہی کہ پہلے دو بعد بات کرو ان کو بھی پہلے
خریدو جب ان پر تھوکو اور اگر کچھ زیادہ دن رہے تو آپ ہاتھ پاؤں
نکالتے اور ٹپکنے بھی لگتے ہیں یہ بھی ہی جس طرح آج کل کے
جنٹلمین صبح اُٹھتے ہی ڈاڑھی صفاچٹ کرتے ہیں۔ یہ حضرت کیا
اُن سے کچھ کم ہیں روز ان کو بھی غسل کراؤ منجھواؤ جب کہیں کام
میں لاؤ۔ غرض انہیں باتوں سے میرا ناک میں دم آگیا میں نے ان سے
کہا "نا صاحب مجھ سے تمہارے روز کے نخرے نہیں اُٹھائے
جاتے۔ تم اگر رہو گے تو میں تھوکنا ہی چھوڑ دوں گی" اُنہوں نے
بہت کچھ عذر معذرت کی کہ میں آپ کے جہیز کا پُرانا رفیق ہوں
مجھے نہ نکالیئے" مگر میں نے اُس موئے کو کھڑے کھڑے نکالا اور
اس غریب کلھڑے کو اپنی خدمت گزاری میں رکھ لیا کیوں اچھا کیا یا بُرا؟

چائے کا سٹ تو گھر میں تھا نہیں ہاں چند پیالیاں اور طشتریاں ضرور تھیں وہ بھی بے جوڑ۔ پیالی طشتری ایسی جدا جیسے اپنے میاں سے یہ۔ پیالی سفید کنڈہ ندارد کنارہ جھڑا ہوا تو طشتری گلابی بال پڑا ہوا طشتری اور پیالیاں دو تین یا شاید چار جو کچھ بھی ہوں اپنی اپنی وضع میں نرالی کوئی چھوٹی کوئی بڑی۔ دو چمچے جرمن سلور کے جن کا پیتل نکل آیا تھا اور دو چمچے ٹین کے دیسی بنے ہوئے۔ شکر دان ندارد شکر دان کے معنے ظرف برائے داشتن شکر یہاں بقدر ضرورت روز کی روز شکر بازار سے آئی اور چائے میں پڑ گئی نہ بچی نہ رکھنے کی ضرورت دودھ دان علی ہذا فضول۔ کیتلی کا کام جب اُس کی بڑی بہن دیگچی سے نکل جائے تو پھر دو دو چیزوں کی کیا ضرورت۔ ٹھنڈے پانی کے ساتھ چائے بھی چٹکی بھر ڈال دی جاتی تھی اور وہ اُبلتا رہتا تھا۔ جب تک کہ اُس کا دل چاہا اُبال پر اُبال آتے رہے۔ بھاپ شائیں شائیں نکلتی رہی۔ چائے جب کاڑھے کی شکل کی ہو گئی تو اُتار لی اور جب تک وہ بنے بنے ٹھنڈی بھی ہو گئی تو پھر بھوبل پر رکھوا دی کہ گنگنی ہو جائے۔ چھلنی جس میں بہتر چھید ایک فضول چیز ہے سرے سے چائے کا چھاننا ہی فعل عبث ہے۔ جب اُس کا پھوک نکل گیا تو اُس میں رہ ہی کیا گیا۔ لہذا دو پتّے سے پکڑ ویسے ہی پیالی میں نتھار دی۔

چھٹی ہوئی اگر اُس میں چائے کی کچھ پتیاں آ بھی جائیں تو کیا حرج ہے۔ وہ خود تہ نشین ہو جائیں گی۔ اور اگر تیرتی بھی رہیں تو کیا نقصان۔ اگر مزاج میں زیادہ تکلف ہے اور بن چھنی پسند نہیں تو صافی کافی اور اگر صافی بھی سرِ دست دستیاب نہ ہو تو دوپٹے کا کونا جو خاص اسی کام کے واسطے رزرو (محفوظ) کیا گیا ہے وہ تو کہیں گیا نہیں۔ بمبئی کی شکر گھلتی نہیں اور وہ مردے کی ہڈیوں سے صاف کی جاتی ہے اور مٹھاس بھی کم دیسی کھانڈ کے کیا کہنے۔ لبالب تین چمچے بھر کے ڈال دیئے اور اوپر سے تھوڑا سا دودھ لو صاحب چائے طیار ہے۔ یہ چائے چائے ہوتی تھی کہ چائے کی چائے اور جوشاندے کا جوشاندہ مزے کا مزہ قایم اور طبی فائدہ رکھن میں۔ بعض لوگ علاوہ ابالنے کی کیتلی کے دم دینے کی کیتلی الگ رکھتے ہیں تو یہاں کسی کو دم وم (جھانسا) دینا اخلاقی گناہ سمجھا جاتا ہے۔ چائے کے سٹ کے ساتھ کشتی بھی لازم و ملزوم سمجھی گئی ہے۔ یوں بڑھانے پہ آؤ تو کشتی کیا جہاز بھی رکھا جا سکتا ہے یہاں تو ایک پچھتے سے سارا بیڑا پار ہو جاتا ہے۔ خدا خدا کر کے چائے کی مشکل آسان ہوئی۔ اب بسکٹ چاہیئں۔ بھلا جس چیز میں بس کٹا ہوا ہو وہ بھی کوئی کھانے کی چیز ہے رہا کیک وہ کیکڑے کی شکل کا مجھے اُس سے نفرت ہے اور پھر صبح کا ناشتہ ہلکا ہونا چاہیئے ورنہ بھوک

خراب ہو کر دوپہر کے کھانے میں نقص واقع ہوتا ہے اس لیئے سب سے سیدھا سادہا نسخہ رات کی بچی ہوئی باسی روٹی اور تھوڑا سا سالن بشرطیکہ ہو ورنہ لہسن مرچ کی چٹنی تو کہیں گئی نہیں۔ چلو بھئی ناشتہ ختم۔

اے ذوق تکلف میں ہے تکلیف سراسر

آرام سے ہیں وہ جو تکلف نہیں کرتے

پانی غلیظ ناپاک کیڑے پڑے تیر رہے ہیں۔ اللہ میاں کی جان ہیں رہنے دو چھیڑنا نہیں۔ ؎

آہستہ خرام بلکہ مخرام + زیر قدمت ہزار جانست

مٹکے کون خالی کرے اور کون دہوئے دھلائے۔ مٹکوں پر کائی جم کر ایک تیار رنگ زنگاری نکل آیا تھا چپنی ندارد۔ کوّے بھی بلا مزاحمت اس نعمت آلٰہی سے مستفید ہوتے تھے۔ کوڑا کرکٹ گرد سب اندر۔ برتنے اور پینے کا سب ملا جلا۔ پانی پانی سب یکساں اس میں تفریق کہاں۔ ناریل کا ایک ڈونگا اور ٹین کا ایک ٹوٹا ہوا تاملیٹ وہ بھی پن چورا۔ گھڑونچی تو تھی نہیں۔ مٹکوں کو اینٹوں کا سہارا لگا دیا تھا۔ ماما ہی سنے ہوئے ہاتھ غڑپ تاملیٹ میں پانی پیا سو پیا باقی اُسی میں اُنڈیل دیا۔ کہ پانی کا اسراف شرعاً منع ہے۔ کھانے کے وقت کسی لوٹے میں پانی بھروا منگوالیا یا بہت ہوا تو ایک مٹی کی

گلا لوٹی بدھنی کام ہیں آئی صراحی جھجری نجیسرا۔ مٹلیا سب کی ضرورت رفع ہوگئی۔

غسل خانے کی ضرورت اس وجہ سے نہ تھی کہ سر سے نہانے ہی کی ضرورت مسلّم نہ تھی۔ پانی نہ صرف ہو گا نہ اللہ میاں کے ہاں حساب دینا ہو گا۔ سچ مچ کا نہانا صرف دو مرتبہ کا ہے۔ یا دائی نہلائے یا چار بھائی یہ آئے دن کا نہانا تو بڑی آفت ہے۔ انسان کوئی آبی مخلوق نہیں ہے جو آئے دن نہائے وہ آدمی کا ہے کو ہوا ئی گڈی ہوا۔ ان کو بیوتات کی تقسیم پر بھی اعتراض تھا۔ بارہا ہم نے کہتے سنا کہ " باورچی خانہ۔ حمام خانہ۔ غسل خانہ۔ تہ خانہ۔ مودی خانہ۔ پاخانہ وغیرہ یہ سب شیخی خوروں کی باتیں ہیں۔ اچھے خاصے گھر کو خانوں خانوں میں تقسیم کرکے کبوتروں کی کابک بنا دینا کون سی عقل مندی کا کام ہے۔ سنجیدہ کی ہر بات کو لوگ بیوقوفی اور حماقت پر ڈھال لے جاتے ہیں۔ وہی مثل ہے کسی کے کیئے گھی کے گھڑے کسی کے کیئے پتھر پڑے۔ اُس کی ہر بات پر اعتراض ہی اعتراض ہے اب بھلا بتلایئے تو کسی کے نہانے دھونے پر آپ اعتراض کرنے والے کون؟ ارے بھئی نہیں نہاتی نہ نہائے تمہاری بلا سے اور اگر وہ روز نہاتی تو تم کہتے صورت چڑیلوں کی دماغ پریوں کے۔ اب میم صاحب بنی ہیں جو

روز نہاتی ہیں۔ غرض دنیا کسی طرح جینے نہیں دیتی۔ ملاحظہ فرمایئے نہانے
کا کتنا آسان طریقہ تھا کہ جب کبھی مہینے پندرہ دن کو نہانا پڑا تو صحن میں
بان کا جھلنگا کھڑا کر لیا اُس کی آڑ میں بیٹھیں سر میں ملتانی مٹی لگا زیر سما
نہالیں دو لوٹے ڈال کھڑی ہوگئیں۔ شاید آپ لوگوں کو اپنے نہانے کا
تاز ہو گا کہ صبح سویرے سے تتہڑے میں پانی گرم ہو رہا ہے آنولے
بھگوئے گئے ہیں خوشبو بس رہی ہے۔ آٹھ بجے سے جو جھانوے کی
رگڑائی شروع ہوئی تو پورے دو گھنٹے۔ ماما ہے کہ پائینچے چڑھائے سرمل
رہی ہے۔ آنولے پڑ رہے ہیں۔ بال چھڑ۔ ناگر موتھا چھیل چھبیلا ملا جا رہا ہے
دوسری عورت پیٹھ مل رہی ہے۔ ٹبنا ملا جا رہا ہے سکھیسہ (کیس) رگڑا جا رہا ہے
میل کی بتیاں کی بتیاں اُتر رہی ہیں۔ پاؤں کے تلوے موٹے جھانوے
سے رگڑے جا رہے ہیں۔ بلکہ خود بھی کھردرے پتھر پر رگڑ رہی ہیں۔
اب کنگھی کی باری ہے کبھی موٹی طرف سے ہو رہی ہے کبھی باریک طرف سے
بالوں کے ساتھ یہ بھی اُلجھ رہی ہیں۔ کان الگ دُکھ رہے ہیں۔ خود
جز بز ہیں ماما پر غصہ توڑ رہی ہیں۔ کہ میرا سارا سر چکٹ گیا تو نے ایسی
بُری طرح ملا کہ میرے بھلے چنگے سر میں موئی نامراد نے گلجھڑیاں
ڈال دیں۔ کنگھی کے ساتھ جو بال اُترے ہیں وہ جمع کر کے افسوس
ہو رہا ہے۔ خدا جانے کیا بلا آئی کہ میری لٹیں کی لٹیں اُتری جاتی ہیں۔

چٹیا تو دیکھو بالشت بھر کی رہ گئی یا میرے بال کمر سے نیچے تک لٹکتے تھے۔ اور چوٹی ایسی دل دار تھی کہ کیا کہوں۔ ماما ہاں بیوی ہاں اب سے دور بیماری کے سبب سے بال اتر رہے ہیں۔ آپ مسور کی دال کے پانی سے یا مہندی کے پتوں سے سر دھویا کیجیے۔ اور تیل برا ہونے سے بھی بال چکٹ جاتے ہیں۔

بیوی۔ اے تیل کیوں بُرا ہوتا۔ ابھی اصغر علی کی دکان سے آٹھ روپے سیر کا تو منگوایا ہے۔ یہاں کا کچھ پانی ہی خراب ہے جو سر چکٹ جاتا ہے۔ غرض ملوا ملوا کر اور کنگھی گھسیٹ گھسیٹ کر چند یا سرخ کر لی جب کہیں چین پڑا۔ ماما بے چاریوں نے جس دن سنا کہ آج بیوی کا غسل ہے سمجھیں کہ آج ہماری جان پر بلا آئی۔ بارہ بج گئے ہیں میاں کچہری جانے کو طیار ہیں مگر بیوی کے نہانے کی ابھی نصف منزل طے ہوئی ہے۔ ماما پر جھڑکیاں پڑ رہی ہیں آئی بی تم ہیں کچھ دم بھی کیسے مردار ہاتھوں سے مل رہی ہو ذرا دم واہ ملو" ماما کے ہاتھ شل ہو گئے ہانپ رہی ہے اس بے چاری کی چوٹی کا پسینا ایڑی میں اتر رہا ہے اور دل ہی دل میں کہہ رہی ہے کہ الٰہی توبہ اس ملائی ولائی کو صندوق میں اتار اتھا ہمارا تو ان کے نہانے سے ناک میں دم ہے۔ میاں نے ڈرتے ڈرتے تقاضا کیا "اے بی اٹھو نا کب سے تم بیٹھی نہا رہی ہو

میرے کچہری جانے کو دیر ہو رہی ہے" بیوی نے ماما سے کہا "جا تو کھانا نکال دے میرے اُٹھنے میں ابھی دیر ہے" میاں کھا پی کر کچہری سدھارے بیوی نے پانی مانگا۔ ٹھنڈا گرم سمویا گیا۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے کوئی پچاس لوٹے لنڈھائے جب کہیں غسل ختم ہوا۔ کھڑاویں پہن باہر نکلیں۔ دھوپ میں بیٹھ بال سکھانے لگیں۔ آدھ گھنٹہ اُس میں لگا۔ پھر لوبان اور اگر کی دھونی لی گئی۔ آئینے صاحب مع سنگھار دان تشریف لائے۔ چنبیلی کا تیل لگایا گیا۔ پھر کنگھی ہوئی مانگ نکلی۔ جو کسی طرح سیدھی نہیں نکلتی۔ کوئی دس دفعہ کی اُلٹ پلٹ کے بعد یہ مرحلہ طے ہوا۔ ماما پھر پکڑی گئی چوٹی گندھی بلدار۔ ناپسند ہوئی کیسی اونچی گوندھی ہے یہ چوٹی ہے یا دُمچی لٹک رہی ہے پھر کھولو ذرا کس کر گوندھو۔ پٹا پٹی کا موباف پڑا۔ "اے بی خدا کے واسطے گرہ نہ لگا دینا۔ اوّل ہی اُن کے دل میں میری طرف سے بل ہے" لال دھاگے سے موباف کا سرا باندھا گیا۔ چوٹی کو ہاتھ سے ٹٹولا بارے پاس کر دی۔ اب مُنہ کو چکنائی لگ گئی۔ پھر اُبٹنے سے مُنہ دھویا گیا۔ کپڑے بدلنے کی طیاری شروع ہوئی۔ کھڑیا سے دوپٹہ چنا گیا۔ جوڑے کی رگ رگ ٹٹولی گئی۔ جب کہیں زیب تن ہوا۔ عطر لگایا کہ اتنے میں تین بجے جب کھانا میسر ہوا۔ ماماؤں بے چاریوں کا نمبر کہیں چار بجے آیا۔ بھلا یہ بھی

کوئی پہنانا ہو کہ آپ ہلکان اور پرواسلے پریشان۔ پھر اتنی رگڑائی اور گھسائی کا نتیجہ۔ رنگت جو سانولی تھی سو ہو۔ ذرا بھی نہ نکھری۔ اب آپ ہی تبلائیے کہ آپ کو کون سا پہنانا پسند ہو۔ بی سنجیدہ کا یا ان بیوی کا۔

جس گھر کا باورچی خانہ ایسا غلیظ ہو وہاں کے پاخانے کا کیا دیکھنا تھا۔ یہیں سے بد بو آرہی ہو۔ وہاں کوئی آدمی تھوڑی رہتا ہی جو صفائی کی ضرورت ہو۔ تھوڑی دیر کو ناک بند کر کے گئے اور نکل آئے

چراغ کو اندھیرے گھر کا اُجالا اور دمڑی کا لعل کہتے ہیں۔ سچ ہی جس گھر میں اُجالا نہ ہوا اندھیر الگھپ پڑا وہاں ٹٹولنے کے سوا کیا چارہ ہی۔ اِس گھر میں ڈیوڑھی میں میٹھے تیل کا ایک چراغ جلتا تھا جس کی بتی ایسی باریک کہ گویا تار نظر وہ ایسا جلتا تھا ہوا نہ ہوا برابر۔ طاق میں سے جو اُسکا تیل ٹپک ٹپک کر بہا تھا اور کیٹ جمی تھی اُس کی سیاہی بخت نارسا کی سیاہی سے کچھ کم نہ تھی۔ باورچی خانے میں ایک ڈیوٹ پر ایک ٹمٹمی ٹمٹما رہی تھی جو کبھی جلتی تھی کبھی ایسی مدہم پڑ جاتی تھی کہ گویا بجھ گئی یہ دونوں ریوڑی والے کے چراغ تھے۔ صدر دالان میں دس لین کا ایک لمپ تو لٹک رہا تھا مگر کلا خراب چمنی ندارد۔ چمنی بازار سے منگانا اور پھر اُس پر چڑھانا اور آئے دن ان کے ٹوٹنے پھوٹنے اور پھٹ

جانے کا روگ اپنی بھلی چنگی جان کو کس نے بتایا ہی نہ چھٹی آئے گی نہ ٹوٹے گی۔ ۵

درد سر کے واسطے صندل لگانا ہی مفید * اُس کا گھسنا اور لگانا درد سر ہی بھی تو ہی

اب دلّی کی بنی ہوئی لالٹین پر گذارا ہی جس کا گلوب (حباب) دل عاشق کی طرح پارہ پارہ ہو جس کی مرہم پٹی موٹے کاغذ کی چیپیاں لگا کر کی گئی ہی۔ کلّا بدزبان عورت کے کلّے سے بھی بدتر ہی۔ بتّی ہٹیلی عورت کی طرح نہ اوپر چڑھتی ہی نہ نیچے اُترتی۔ بتّی کترنے کے لیئے گھر میں سوائے زبان کی قینچی کے دوسری نہیں۔ ایک نوک نکلی ہوئی اوپر کو چلی جاتی ہی تو دوسری دبی ہوئی اندر اُتری جاتی ہی۔ جس سے آدھے گلوب کا مُنہ کالا ہو گیا ہی۔ پیندے میں گو کئی دفعہ جھال لگوایا ہی مگر چھلنی کی مثال ہی۔ تیل ہی کہ بہا چلا جاتا ہی۔ جہاں رکھو اپنی داغ بیل چھوڑتا ہی۔ روشنی برائے نام ٹمٹما رہی ہی۔ ذرا سے ہوا کے جھونکے میں چراغ گل پگڑی غایب۔ دیا سلائی کا بکس ہی تو ضرور مگر خدا جانے کس کونے کھدرے میں پڑا ہی وقت پر ملتا نہیں اور مل بھی گیا تو جلتا نہیں۔ پہلے تو پیسے کے دو والے بکس جو پانی میں بھگو کر جلانے کی شرط سے بکتے ہیں مگر جلتے جلاتے نہیں۔ اور رہا سہا مسالا بھی سیل گیا۔ دیا سلائی پہ دیا سلائی گھسیٹے جاؤ مگر روشنی

ندارد۔ بات تو کچھ بھی نہیں مگر سارے گھر میں اِس سرے سے اُس سرے تک اندھیرا ہی اندھیرا ہی۔ اناج پانی کا یہ معمول تھا کہ روز کا روز بازار سے منگانا اور کھانا پکانا نہ باسی بچے نہ کتّا کھائے رکھنے سنگوانے چوہے بلّی کا کون عذاب پالے۔ ماماؤں کی دست بُرد سے محفوظ۔ جب اناج ہی سرے سے نہیں تو پھر ترازو ٹبّوں کی کیا ضرورت۔ سینے سلانے کا کون کھڑاگ پالے جب گلی گلی درزی بھرے پڑے ہیں اور بہت سی عورتیں بھی سلائی کا سیتی ہیں تو پھر اِس دیدہ ریزی کی ضرورت۔ جس کی ناک پر ٹکا دھر دیا وہی سی دے گا۔ خدا پیسے کو سلامت رکھے۔ میلے کپڑے تو میلے ہی ہیں یہاں اُجلوں کی پرسش نہیں تو میلوں کا کیا حساب۔ جہاں جس نے پایا اتار دیئے۔ جا بجا بکھرے پڑے رہتے تھے۔ دھوبن آئی چو طرف سے سمیٹ لائی۔ اور اگر کچھ کسی کونے کھُدرے میں پڑے رہ گئے تو اِس دھلائی میں نہ سہی اگلی دھلائی میں چلے جائیں گے۔ نہ کپڑے رُلے جاتے ہیں نہ دھوبن بھاگی جاتی ہی۔ نہ لکھت نہ پڑھت۔ وہ خود گن کر لے گئی اور جتنے اُس کے ایمان میں آیا دے گئی۔ یہ طریقہ ایسا سہل الاصول تھا کہ دھوبن سے کبھی تو تو میں میں اور کِھٹ کھٹ کی نوبت ہی نہ آتی تھی کہ دو کپڑے

چھوڑ آئی یا دو بدل لائی۔ بیگم صاحب کے کپڑے مُڑے تُڑے ملگجے۔ مسالا ماند گٹھڑیوں میں بند ہے رہتے تھے۔ رہے سرکار کے کپڑے انگریزی وضع کے باہر مردانے میں تھے۔ البتہ کرتے پائجامے رومال تولیئے دُھلنے دھلانے والے اندر رہتے تھے۔ وہ بھی بے ترتیب گاجر مولی کی طرح پائجامہ سلامت ہے تو کرتہ ندارد اور کرتہ سلامت ہے تو پائجامہ اُدھڑا ہوا۔ کسی میں ازار بند ہے کسی میں نہیں۔ غرض جو چیز ہے وہ اپنے حال پر چھوڑ دی گئی ہے۔ گھر والی بے چاری کبھی اُس میں دخل نہیں دیتی تھیں۔ اُن کو خبر نہ تھی کہ کتنے کپڑے از کار رفتہ ہو گئے اور کیا بننے چاہئیں۔ میاں جمعے کو کپڑے بدل رہے ہیں جوڑا طیار ہی نہادھو لنگی باندھے ننگے گلے کھڑے ہیں کرتے کے بٹن نہیں ملتے۔ میلے کپڑوں میں لگے چلے گئے۔ ڈھنڈیا پڑ رہی ہے۔ دھوبن کے گھر آدمی دوڑایا گیا۔ دھوبن ملی نہیں گھاٹ کو چلی گئی۔ اُس وقت بن بٹنوں کا کرتہ ہی پہننا پڑا۔ پائجامہ ہے مگر ازار بند ندارد۔ بھاگم بھاگ ازار بند نکالا گیا۔ پائجامہ پہنا دیکھا تو اُدھڑا ہوا۔ پھر اُتارا۔ سینے کی بغچیہ کئی دن سے بے پتہ ہے۔ تلاش کر کر کے تھک گئیں ملتی ہی نہیں۔ ہمسائی کے ہاں سے سوئی دھاگا منگوایا جب کہیں سیا سلایا جس طرح ریاستوں میں آئے دن سکیم جدید

ہوتی رہتی ہی اور پھر ہموں آش در کاسہ میاں نے کہا کہ دو وقتہ بازار سے سودا آنا اور پکنا بہت بد نما بات ہی اور اس میں برکت نہیں ہوتی تم مہینے بھر کا اناج پانی اکٹھا بھر لو۔ سنجیدہ کہا" نا صاحب یہ مصیبت کون مول لے" مگر میاں کے اصرار پر یہ بھی کر کے دیکھا گیا تو دیوالہ ہی نکل گیا۔ اناج کی کوٹھری کی مختار کل ماما۔ کنجی اُس کے پاس نکالنا تولنا لینا دینا اُس کے ہاتھ بیوی بے چاری کو اتنی بھی خبر نہیں کہ کیا چیز آئی کب آئی اور کتنی اور کس بھاؤ آئی۔ وہی لائی اور اُسی نے منگوائی جو کہہ دیا مان لیا۔ یہ حساب کتاب کیا جانیں ان کو یہ بھی خبر نہ تھی کہ سیر کی کہ چھٹانک ہوتی ہیں۔ ماما نے کہہ دیا آٹا ہو چکا۔ بیوی نے کہا ہاں ہو چکا ہوگا۔ نوٹ بُک ان کے پاس نہیں کہ معلوم ہو کہ کب کوئی چیز آئی روزانہ خرچ کیا ہی حساب سے کے دن ہونا تھی ہوئی کے دن۔ ماما کے قول فعل کی یہ تابع فرمان تھی۔ ماما کے مزے تھے ماما کیا تھی اناج کی کوٹھری کو ایک گھونس لگ گئی۔ کبھی بیوی کو خیال آگیا" ای بنیا کی ماں گھی کیسے ہو چکا پرسوں ہی تو میں نے دو روپیے کا منگوایا تھا۔ کیا ہوا؟ ماما۔ ای لو ہوا کیا گھر میں خرچ ہوا۔ اللہ رکھو خرچ بھی ہی اور پرسوں کب آیا تھا تم تو بھول جاتی ہو۔ جمعہ جمعہ آج برابر آٹھ دن تو گھی کو آکر ہوئے اور تم کہہ رہی ہو کہ پرسوں آیا۔ میں گھبرا گئی کہ یا اللہ گھی کیا ہوا وہ تو کہو

کہ مجھے یاد تھا کہ جمعہ کو آیا ہی۔ کیوں کہ میں اُس دن گھر جا کر نہائی تھی۔ آپ نے روپیے دیتے میں گھر سے آتے آتے بازار سے لیتی آئی۔ بیوی خدا اُس دن کو مجھے نہ رکھے کہ کچھ افراتفری ہو۔ میں خود پھونک پھونک کے قدم دھرتی ہوں کہ کل کلاں کو کوئی بات دینی نہ آئے اور کوئلوں کی دلالی میں منہ کالا ہو۔ بیگم آپ لکھ کیوں نہیں لیا کرتیں کہ اس پوچھ گچھ کی نوبت ہی نہ آئے۔

بیوی۔ ہاں بی ہاں۔ اب مجھے بھی خیال آ گیا۔ میں خدانخواستہ تمہیں چور تھوڑی سمجھتی ہوں۔ ایسا اگر ہوتا تو میں تمہارے سپرد کوٹھری ہی کیوں کرتی۔

ماما۔ اللہ جانے۔ بیوی مجھے تو ایک نمک کی کنکری بھی حرام ہی۔ ہاں پوچھ کے لے لوں گی بخشش سَو سَو اور حساب جَو جَو۔ مگر چاہو یہ کہ ایک دانہ چھپا کر لوں تو بہ توبہ۔ **نواب بیگم** کے ہاں میں بارہ برس رہی سارا اختیار (مختار) میرے ہی ہاتھ میں تھا بیگم نے سارا گھر مجھ پر چھوڑ رکھا تھا کبھی ایک رتی کا بھی فرق نہیں آیا۔ بیگم صاحب کو خدا خوش رکھے بڑے اچھے مزاج کی بیوی ہیں مگر اُن کے میاں بڑی بینڈی سمجھ اور جھلّے مزاج کے ہیں اسی سبب سے تو میں نے نوکری چھوڑ دی۔ بیوی پیٹ بُری بلا ہی آخر پھر نوکری کو نکلی نہیں تو

کھاؤں کیا۔ اب تمہارے ہاں آئی۔ بیٹا کوئی کماؤ میرے نہیں۔ داماد میرے نہیں۔ دن بھر ٹہل خدمت کرنا اور پیٹ کے دوزخ کو بھرنا۔ اللہ ایمان سلامت رکھے۔ بہت گئی اور تھوڑی رہی۔ اللہ باایمان اٹھائے۔

اب سنجیدہ کے ذاتی حالات ہم کچھ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ روزانہ خرچ کے روپئے پیسے رکھنے کے لئے پہلے تو ایک سگرٹ کا ڈبہ تھا جس کی کنڈی ندارد اور ایک نر مادی ٹوٹی ہوئی قفل کی قید سے آزاد اس میں آسانی یہ تھی کہ آگے سے بھی کھلتا تھا اور پیچھے سے بھی۔ یہ غریب بھی ٹھوکریں کھاتا پھرتا تھا۔ کبھی دالان میں ہے تو کبھی باورچی خانے میں۔ کبھی طاق میں پڑا ہے تو کبھی غسل خانے میں۔ جس کا ہاتھ پڑا دو چار پیسے نکال لیئے آج دونی غایب ہے تو کل چونی ندارد۔ پوچھ کچھ ہو رہی ہے ”ائی لو ابھی تو میں نے روپیہ بھنایا تھا دو پیسے کا سویا پالک کا ساگ آیا پیسے میں ہری مرچیں اور نیبو (لیموں) باقی پیسے میں نے اٹمت (پورے کے پورے) رکھ دیئے تھے۔ خدا جانے کس کم بخت نے میری آنکھوں ہی آنکھوں میں سے ایک دونی اس چھپاکے سے نکال لی کہ مجھ نگوڑی کو خبر بھی نہیں“ پھر باوجود اس علم کے بھی اُس کی اصلاح نہ کی۔ نہ کچھ بندوبست

کیا کہ پھر ایسا نہ ہو۔ آئے دن پیسے جاتے رہتے تھے۔ اِس پر شبہ اُس پر گمان آخر گھر والی نے بھی اس ڈبّے ہی کو جو واقعی ایک بار گراں اور ناحق کی دردسری تھا چھوڑ کر اُس کا قایم مقام ایک دریس کا بٹوا ازار بند میں لٹکا لیا اس کا بھی کھولنا بند کرنا اجیرن تھا۔ باز آئے اس کھڑاگ سے یہ نسخہ ایجاد بندہ اگرچہ ہمہ گندہ تھا کہ ازار بند میں پیسے ڈال گرہ لگالی یا اگر یہ بھی دشوار معلوم ہو تو نیفے میں اُڑس لیتے۔ حافظے کا یہ حال تھا کہ رات کا کھایا صبح کو یاد نہ رہتا تھا۔ بھول اِس بلا کی تھی کہ اِدھر کوئی چیز رکھی اُدھر بھول گئیں۔ چنانچہ کنجیوں ہی کی تلاش میں گھنٹوں گزر جاتے تھے۔ اگر کوئی ٹھکانا اُن کا ہوتا تو یہ نوبت ہی نہ آتی مگر یہاں تو جہاں جی چاہا چھوڑ دیں۔ کبھی پاندان میں سے ملیں تو کبھی اناج کی کوٹھری میں سے اور کبھی مچان پر سے تو کبھی کوٹھے کے زینے میں گری پڑی رل گئیں۔ کبھی کھونٹی پر ٹنگی ہوئی ہیں تو کبھی قفل میں کنجی لگی کی لگی رہ گئی۔ اور کنجیوں ہی پر کیا موقوف تھا جس چیز کو دیکھو کیا مجال کہ وقت پر رل جائے۔ جب تک سارے صندوق اُلٹ پلٹ نہ کرو تمام گٹھریاں نہ کھولو کیا ممکن کہ کوئی کپڑا مل جائے۔ کُرتہ اس گٹھری میں سے ملا تو پائجامہ اُس صندوق میں سے تو رومال بقچیہ میں سے۔ موزہ ایک تلے والی میں سے دوسرا پلنگ کی نواڑ میں اُڑسا ہوا۔ تولیہ صندوق کے

تنیچے سے۔ تکیئے کے غلاف ملتے ہی نہیں خدا جانے کدھر ڈال کر
بھول گئیں۔ پلنگ کی چادر۔ توشک میں لپیٹ مچان پر پہنچ گئی۔ قینچی
کی ضرورت پڑی سارا گھر تلپٹ کر مارا ٹاٹ اُلٹ کر دیکھ لیا پلنگ کی نواڑ
بھی جھٹکوالی کیوں کہ ایسی چھوٹی موٹی چیزوں کا پاس کے پاس وہی
ٹھکانا تھا۔ غرض کونا کونا چھان مارا مگر کہیں پتہ نہیں۔ خدا جانے زمین
نگل گئی یا آسمان کھا گیا۔ ابھی پرسوں ہی تیسرے پہر کو جو کیوں پر بیٹھ کر
ناخون (ناخن) کترے تھے۔ بہتیرا حافظے کی مشین کو کنجی دیتی ہیں مگر یاد
نہیں آتا۔ کئی دن کے بعد خیال آیا ماما سے مخاطب ہو کر فرمایا" ای لو!
مجھ کم بخت کی بھول پر پتھر پڑیں۔ کچھ میرے اوسان تھوڑی درست
ہیں۔ قینچی کو صبر کر کے بیٹھ رہی تھی اب سوچتے سوچتے یاد آیا کہ دیکھنا وہ
سامنے کو لکی میں جو کابک ہے شاید وہاں نہ پڑی ہو۔ کیوں کہ آج کوئی
آٹھ دن ہوئے کہ کبوتروں کے پر کترے تھے بس وہیں بھول گئی
اُٹھانا یاد نہ رہا۔ اب جو دیکھتی ہیں تو راجس کی نئی قینچی زنگ آلود ہو گئی۔
کبوتر کے پر کترنے سے دہار کند ہو لی سو ہوئی طرفہ یہ کہ نوک بھی ٹوٹ
گئی۔ زیور کا حال یہ تھا کہ ایک ٹین کے ڈبے میں گاجر مولی کی طرح
ٹھسا ہوا تھا۔ جھومر مر گیا۔ موتی بے آب ہو گئے۔ اُس کا پنکھا ہوا ہو گیا۔
پازیب کے گھونگرو جھڑ گئے۔ بالیوں کی گونجیں ٹوٹ گئیں۔ پتے

سب بے پتہ نو گیروں کے نگ اکھڑ گئے۔ پونہچیوں کے دانے تو پچک گئے۔ دھگدھگی کا کُنڈا ٹوٹ کر الگ لٹک رہا ہو۔ چنپا کلی کا ڈورا گل گیا۔ مالا کا ڈورا ٹوٹ کر دانے بکھر گئے۔ گنے تو اکٹھے دس کم۔ جوشنوں کی گنڈیریاں جو دیکھیں ایک کم۔ انگوٹھیوں میں سے دو تو پہلے ہی کھو چکی تھیں باقی وہ ٹوٹی ہوئی کُندن جھڑی نگ اُکھڑی پڑی تھیں۔ چھلّے ٹیڑھے میڑھے ہو جانے سے ڈال دیئے تھے۔ بجلیوں کا آویزہ کہیں گر گیا تھا جھلنیوں میں سے ایک کا پتہ ندارد ایک کا کانٹا ٹوٹا ہوا۔ نہ یہ پہننے کے قابل نہ وہ پاؤں کی چوڑیاں مانگے گئی تھیں آج ڈبہ کھلا تو یاد آیا منگوانی بھول گئیں۔ اب خدا جانے ملتی بھی ہیں یا نہیں۔ غرض کل زیور زخمی تھا۔ مرہم پٹی کرے تو کون۔ سر چپٹ گیا ہو تیل نہیں پھلیل نہیں دہونا دھلانا نہیں۔ چوٹی موقوف جوڑا باندھے پھرتی ہیں۔ لونڈیوں کی طرح ہر وقت ہاتھ سر میں چلا جاتا ہو۔ جوئیں بہ رہی ہیں۔ جوؤں کی کوئی قسم نہ تھی جو سر کے عجایب خانے میں پرورش نہیں پاتی تھی۔ لیکھ۔ ڈھک جوں۔ کتا۔ پلا۔ سب موٹی تازی پروردہ خاص۔ بال بال میں سفید لیکھیں ایسی پڑی جھمک رہی تھیں کہ یہ معلوم ہوتا ہو کہ گویا بال بال موتی پروئے ہوئے ہیں۔ بال اُلجھ اُلجھا کر گپھا ہو گئے۔ لٹیں ایسی ہیں کہ دم بدم مُنہ پہ چلی آتی ہیں۔ خدا کی شان ایک سر کی بدولت کتنی

جا ئیں پل رہی تھیں۔ یہ نہیں کہ کنگھی گھر میں نہیں ایک چھوڑ تین تین کنگھیاں ہیں ایک سر گوندھنے کی ایک سر وہونے کی تیسرے ہو نچا جوئیں نکالنے کا۔ کنگھیاں تھیں ضرور ہیں سب ان کی عقلمندی خندہ دنداں نما کر رہی تھیں۔ بڈھے پوپلے کی طرح دو دو دانت ہیں دس ندارد کچھ گر گئے کچھ گرنے کو ہو رہے ہیں۔ کھندانے پڑے میل سے آدھی باڑھ اٹی ہوئی۔ اول تو سر گندھوانے کی بے چاری کو فرصت نہ ملتی تھی وہ سر تھا یا کوئی گلے کا ہار جو آئے دن گندھتا رہے۔ اور جس دن یہ مہم سر ہوئی بس اترے ہوئے بالوں کا ڈھیر لگ گیا۔ اور سارے بال اس بے غوری کے نذر ہوتے۔ گنجی ہونے میں بھی ان کو کمال نہ ہوا اس میں بھی ادھوری ہی رہیں۔ ؎

یہ تو قسمت تھی کہاں کیجئے کچھ کسب کمال

بے کمالی میں بھی افسوس میں کامل نہ ہوا

موباف کی اول تو ضرورت ہی نہ تھی وہ چٹیا ہی کیا تھی جس میں موباف پڑتا۔ بندر بندر یا چابے پان۔ اڑ گئی چٹیا رہ گئے کان۔ اور اکثر چوٹی کے سرے پر گرہ دے لیا کرتی تھیں۔ اور اگر کبھی موباف کے نصیب جاگے تو ایک سفید ملگجی سی دھجی ڈلوالی۔ آئینے بھی کئی تھے مگر سب خستہ حال و پامال کچھ اندھے ہو گئے تھے کچھ ٹوٹ پھوٹ گئے

تھے۔ اب استعمال میں تو ایک ہی نظر آتا تھا۔ پہلے تو ہمیں کوئی یہ سمجھائے کہ آئینہ کس خود بین نے نکالا ہی خود بینی داخل عیب ہو اور اپنی صورت آپ دیکھنا کون سی بات ہی۔ اپنی شکل دیکھ کر انسان کو غرور و تکبر ہوتا ہی لہذا سنجیدہ جیسی سادہ مزاج کو آئینہ کی ضرورت ہی نہ تھی۔ اب جو آئینہ ہمارے سامنے ہو اُس کی قلعی پارے کی طرح اُڑ گئی تھی چھائیاں کثرت سے پڑ گئی تھیں۔ صورت نظر تو آتی تھی مگر مدہم۔ آئینہ دیکھ کر اتنا تو ضرور اطمینان ہو جاتا تھا کہ ہم بایں ہمہ حماقت جانور نہیں بنے آدمی کے آدمی ہیں۔ آئینے کے حسن صورت کی تکمیل اُس لمبی دراڑ سے ہو گئی تھی جو سر سے پاؤں تک لمبان میں پڑ گئی تھی جس سے آدھوں آدھ میں اُس کی منصفانہ تقسیم ہو گئی تھی ؎

از قضا آئینۂ چینی شکست + خوب شد اسباب خود بینی شکست

ناخن کاٹنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی تھی۔ دانتوں کی قینچی کو خدا سلامت رکھے۔ بچوں کی طرح ہر وقت انگلی منہ میں۔ کُتر کُتر کر آدھے آدھے ناخن ندارد۔ نماز وہ پڑھتی ہی نہ تھیں جو پانچوں وقت منہ دُھلتا رہتا۔ بلکہ وضو کی ہی زحمت سے وہ نماز سے بھی جی چراتی تھی۔ پھر اب منہ دھونے کی ضرورت کیا رہی۔ بھلا شیروں کا منہ کس نے دھویا۔ آنکھ تو کوئی سات ہی بجے کھل جاتی تھی مگر کروٹیں

لیٹتے لیٹتے اور اُٹھنے کے ارادے ہی میں آٹھ بجا دیتی تھیں جب کہیں پلنگ سے اٹھیں۔ رات کی گلوری جو کلّے میں ٹھُسی تھی کچھ چبائی تھی کہ آنکھ لگ گئی باقی ویسی کی ویسی ڈپازٹ (امانت) میں رہی۔ صبح سویرے چاہیئے تھا کہ دس بارہ گھنٹے کے کوفتہ بیختہ شب در آب تر و اشتہ خمیرے کو تھوک دیتیں لیکن یہ کچھ مال مفت نہ تھا کہ یوں رایگاں جاتا اور کفایت شعاری سے بالکل بعید تھا۔ لہٰذا بافراغت زبان کی گردش دَوری سے پان کی ماہیت کو تحقیق کرنے کے بعد جُگالی شروع کی اور جب تک سارے کا سارا تلچھٹ جو باسی تھوک میں گندھا ہوا اور خمیر شدہ تھا نگل نہ گئیں منہ دھونے کی باری نہ آئی اب انگڑائیاں اور جمائیاں لیتی سُستی اور نیستی جھاڑتی اُٹھیں۔ قصد تھا کہ غسل خانے میں جا کر منہ دھوئیں۔ مگر آلکسی وہیں سدِّ راہ ہوئی اور اُنھیں باورچی خانے کے سامنے جو موری رواں تھی اُس پر پکڑ کر بٹھا دیا اُنہوں نے بھی کہا کہ اتنی دور کون جائے وہیں پل گئیں

وہ صبح کو آئے تو کروں باتوں میں دوپہر * اور چاہوں کہ دن تھوڑا سا ڈھل جائے تو اچھا
ڈھل جائے جو دن بھی تو اسی طرح کروں شام * اور پھر کہوں گر آج سے کل جائے تو اچھا
جب کل ہو تو پھر وہ ہی کہوں کل کی طرح سے * گر آج کا دن بھی یوں ہی ٹل جائے تو اچھا

ماما دوڑی کہ سیٹرا لاؤں بیوی نے اشارے سے منع کیا اور اگڑوں

بیٹھ گییں اِس طرح کہ دوپٹے کا آنچل کیچڑ میں لتھڑ گیا منجھن کی ڈبیہ تھی مگر خالی جھٹ پاس کے چولھے میں سے ایک کوئلا چبالیا دو انگلیاں اُلٹی سیدھی ایک چھپا کے سے ماریں دانت منجھ گئے۔ لوٹا دور تھا مٹکے پر سے ڈونگیا لے کلّی کی تو اس طرح کہ ساری چھینٹیں اوپر۔ دو چلّو پانی ایک ہاتھ سے منہ پر چُپڑ کھڑی ہو گییں منہ پونچھنے کو دوپٹے کا پلّا اٹھایا تو کیچڑ میں سنا ہوا۔ کیچڑ کو دیکھ کر اے ہے آنچل کیچڑ میں بھر گیا خیر مٹی ہی سوکھ کر جھڑ جائے گی دھونے سے اور پھیل جائے گی اُسے ویسی ہی چھوڑ دوسرے پلّے سے منہ پونچھ لیا۔ اس سے تو گریہ مسکین بھی اچھا منہ دھو لیتی ہی۔

لکھی پڑھی تو یہ ضرور تھیں مگر نیم حکیم خطرۂ جان و نیم ملا خطرۂ ایمان ؎

آں کس کہ نداند و نداند کہ نداند * درجہل مرکب ابد الدہر بماند

میں تھیں یا ؎ نہ محقق بود نہ دانشمند * چارپائے بر و کتابے چند کی زندہ مثال تھیں۔ اب جب سے اُنھوں نے گھر دار سنبھالا لکھنے پڑھنے کی انھیں فرصت ہی نہ تھی۔ قلمدان چوپٹ تھا۔ جس کے چاقو کی تقدیر پھوٹی کہ اُس سے قلم بنانے کا کام نہ لے کر گندیریاں چھیلی جاتی تھیں یا ترکاری بنائی جاتی تھی جس کے سبب سے اس میں دندانے پڑ کے کچھ کچھ آری سے ملنے جلنے لگا تھا۔ دھار کند ہونے کی یہ سزا ملتی تھی کہ

سل پر رگڑ لیا جاتا تھا۔ کتابوں کا ایک بستہ ضرور تھا وہ پہلے ہی سے دست و پا شکستہ۔ کتابیں جب سے بیاہ ہوا نکالی ہی نہیں گئیں۔ یہاں دل کی کتاب پڑھنے سے ہی فرصت نہ تھی۔ کتابوں پر سٹپکے کی وجہ سے پھپھوندی چڑھ گئی تھی سیل کر ورق چمٹ گئے تھے۔ بعض کو چوہے کتر گئے تھے۔ بعض کو دیمک چھلنی کر گئی تھی۔ جلد جلدی میں کسی کی بندھی نہ تھی۔ جلد بند کے شکنجے کی زحمت سے خدا خدا کر کے بچ گئی تھیں۔ تو کیا ہوا اب وہ جزودان کی چار دیواری میں قید اور ڈوری سے جکڑی ہوئی تھیں۔ کلکتے کے بلیک ہول میں وہ چپقلش نہ ہو گی جو ان کتابوں کو تھی۔ حالت ان کی ناگفتہ بہ کوئی کتاب داغ دھبے سے خالی نہیں۔ کسی پر دوات الٹ گئی ہو تو کسی پر تیل کا چکتا پڑا ہوا ہو۔ کسی کا سر ہو تو پیر نہیں، اور پیر ہو تو سر نہیں۔ یعنی کچھ ورق شروع کے اور کچھ آخر کے چٹ۔ تیس ٹوٹی ہوئی ورق بکھرے ہوئے۔ پان کھا کھا کے جو ورق الٹے ہیں تو کونوں پر پیک کے نشانات کی شہادت مادّی موجود۔ دو چار کتابیں ایسی بھی تھیں کہ اُن کے ورق تک نہ کٹے تھے۔ معلوم دیتا تھا کہ ان بدنصیبوں یا ایک اعتبار سے خوش نصیبوں کو سنجیدہ بیگم کے مطالعے کی عزت نصیب نہ ہوئی تھی اور ان کے دست شفقت سے محروم رہ گئی تھیں۔ کتابوں کی

نوعیت سے سنجیدہ کے مذاق سلیم کا بھی اندازہ ہو سکتا ہے۔ چند کتابیں اُس کتب خانہ پارینہ کی ہمیں بھی یاد ہیں۔ اندر سبھا۔ گل بکاؤلی۔ بدر منیر۔ سروش سخن۔ قصہ سپاہی زادہ۔ طوطا کہانی۔ فسانہ عجائب چوہے بلی نامہ۔ مجموعہ غزلیات۔ واسوخت امانت۔ مثنوی زہر عشق۔ خنجر عشق بہار عشق۔ لذت عشق۔ قصہ لیلی مجنوں۔ یوسف زلیخائے اردو۔ اور خدا جانے کون کون سی مزخرفات کتابیں تھیں یا اُس جزدوان میں سانپ بچھو بھرے تھے۔

آپ نے سنجیدہ کی لئیف کا خاکہ ملاحظہ فرما لیا۔ اس میں کچھ مبالغہ ضرور ہے لیکن حشو و زوائد کے حذف کے بعد بھی جو کچھ باقی رہتا ہے وہ بھی زندگی تلخ کرنے کو کافی سے بھی زیادہ ہے۔ پس جس گھر میں ایسا طوفان بے تمیزی برپا ہو اُس کی خستہ حالی اور ابتری کا کیا پوچھنا ہے عدم نگرانی اور اندھا دھند خرچ اُٹھانے کا یہ نتیجہ ہوا کہ چپکے چپکے قرض بڑھتا گیا۔ جس کی تعداد سیکڑوں تک جا پہنچی اور سود تہ الگ۔ سنجیدہ کو اس کا احساس نہ تھا۔ رہا میاں اُس نے اپنی جان کی خیر اس بے تعلقی ہی میں دیکھی تھی وہ سمجھتا تھا کہ بُری یا بھلی کسی طرح بھی گھر چل رہا ہے۔ ع

مزار خیر تو اُمید نیست شر مرساں

اُسے درحقیقت پوسٹ کندہ حالات کی خبر نہ تھی نہ وہ یہ سمجھا تھا کہ اِس درجے تباہی اور بربادی پر نوبت پونہچی ہو۔ اُس سے بہتر سنجیدہ کی کوتاہیوں کو کوئی جان نہیں سکتا تھا مگر باایں ہمہ وہ اصلاح سے معذور تھا۔ وہ چوکڑی بھولا ہوا تھا۔ اور اُس سے کچھ کرتے دھرتے بن نہ پڑتی تھی اِس لیئے اُس نے سنجیدہ کو اُس کے حال پر مجبوراً چھوڑ دیا تھا۔ چوں کہ میاں بیوی کے مزاج میں آسمان وزمین کا فرق تھا اور سنجیدہ کا کوئی کام شوہر کی مرضی کے موافق نہ تھا نتیجہ یہ تھا کہ میاں بیوی میں کھُلی عداوت گو نہ تھی مگر دلی کدورت اور تنفر تو ضرور تھا۔ سنجیدہ میاں کی بے دلی اور رکاوٹ کو لگائی بجھائی پھونکتی تھی وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ از ماست کہ بماست۔ عورتوں کے نزدیک ساری بدمزگیوں کا علاج بس لے دے کے ایک تعویذ گنڈا ہی ہو جس میں صدہا روپیئے برباد ہوتے ہیں۔ فقیروں اور چلتے ہوئے عاملوں کے پھندے میں پھنس کر اپنی جان تک بیچ ڈالتی ہیں اور آخرکار سوائے ندامت اور افسوس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور اِس طرح یکے نقصان مایہ دوم شماتت ہمسایہ سے انگشت نما ہو جاتی ہیں۔ شادی کو چوتھا برس لگ گیا تھا بال بچہ کوئی ہوا نہ تھا میاں بیوی دونوں کو جائز طور پر اولاد کی تمنا تھی۔ اولاد سے مردوں کا

نام چلتا ہی اور عورتوں کا پلّا بھاری ہوتا ہی۔ چاہیئے یہ تھا کہ باقاعدہ علاج کراتیں۔ لیکن یہاں تو یہ سر میں سمائی تھی کہ آسیب کا خلل ہی یا کسی نے کوکھ باندھ دی ہی کیونکہ عورتوں کے دماغ میں ایسے ہی لغو اور مہمل خیالات اتارے جاتے ہیں جو نقص تعلیم کا نتیجہ ہی۔ غافل اور لاپروا گھر والیوں کے نوکروں کا جو حال ہونا چاہیئے وہی ان کی ماما کا بھی تھا۔ آہستہ آہستہ اس نے گھر کی بنیاد کھود کر کھوکھلا کر ہی دیا تھا۔ اب صرف اس بات کی دیر تھی کہ یہ عمارت جو ماما کے سہارے کھڑی تھی دھڑام سے گر پڑے۔ جب ماما کا اتنا رسوخ اور مزاج میں اس درجے در خور ہو اس کے مزاج کا کیا پوچھنا۔ ماما نے گھر والی کو اپنی مٹھی میں لے لیا تھا اور اس درجے حاوی ہو گئی تھی کہ سنجیدہ کا اب اس کے پھندے سے نکلنا محال تھا۔

چوبیسویں فصل۔ ماما کا بچے کے لیے گنڈا تعویذ کرانے کے بہانے سے پانسو روپیئے کی کڑوں کی جوڑی ہضم کرنا

کم ہوں گے اس بساط میں ہم سے بھی بدقمار
جو چال ہم چلے سو نہایت بُری چلے

اب اس ماما حرّافہ نے اور ایک جال بچھایا اور از راہ ہمدردی سنجیدہ کو

سنجیدہ کو بال بچہ ہونے کا علاج کرنے پر اُبھارا اور کہا کہ "بیگم!
خدا کا دیا گھر میں سب کچھ ہے مگر کیا بات ہے جو اب تک تمہارے ہاں بال
بچہ نہیں ہوا۔ ماشاء اللہ جان جوان ہو اب تک تو تمہارے ہاں کئی بچے
ہونا تھے۔ اور گھر کی سوبھا تو بس بچوں ہی سے ہوتی ہے اور وہ گھر ہی
کیا جس میں بچہ نہ ہو۔ اور یہی وجہ ہے جو سرکار کا رُخ بھی تمہاری طرف سے
پھرا ہوا ہے۔ میں بھی تو کہوں کہ کیا بات ہے آپ بھید کھلانا۔
سنجیدہ۔ (ٹھنڈا سانس بھر کے) یہ بھی میری تقدیر!
ماما۔ ہر کام کے لیئے تدبیر بھی تو شرط ہے اگر صرف تقدیر کے بھروسے
ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں تو دُنیا کے سارے کام اَینڈ جائیں
جب تک بچہ نہ روئے ماں بھی تو دودھ نہیں دیتی۔
سنجیدہ۔ پھر میں کیا تدبیر کروں۔ میرا یہاں کون بیٹھا ہے جو کچھ
کرے دھرے۔
ماما۔ بیوی! میں اگرچہ کسی قابل نہیں مگر جہاں تمہارا پسینہ گرے میں
اپنا خون بہانے کو موجود ہوں۔ آپ کے ہاں نوکر رہنے سے پہلے
میں سردار بیگم کے پاس نوکر تھی۔ شاید میں آپ سے ذکر بھی کر چکی
ہوں مدتوں اُن کے ہاں رہی کبھی گھروالی نے خدا انھیں خوش رکھے
آدھی بات تک نہیں کہی۔ مگر نواب صاحب کا مزاج کچھ ایسا تھا کہ گھڑی

میں تولہ گھڑی میں ماشہ۔ آپ جانیں جو اپنی ہڈیاں رات دن پیلے گا وہ کسی کی آدھی بات سُننے کا کیوں روادار ہونے لگا۔ میں نے اُن کی نوکری کو بس ذرا سی بات پہ سلام کیا۔ خدا ہاتھ پاؤں چلتے رکھے نوکریوں کی کیا کمی جس کی خدمت کروں گی دو روٹیاں مل ہی جائیں گی خدا بھوکا اُٹھاتا ہے مگر بھوکا سُلاتا نہیں۔ اب تمہارے ہاں میرا رزق اترا تھا یہاں آگئی۔ بیگم صاحب اب بھی بلا رہی ہیں بہت منتیں کرتی ہیں مگر میں کہتی ہوں کہ چھوڑے گاؤں کا کیا پیجے ناؤں بس اب میرا دل اُکھڑ گیا۔ اگر وہ سونے کی بھی بن جائیں تو میں نہ جاؤں۔ ہاں تو واری جاؤں اُن کی بڑی لڑکی کو دس برس ہوگئے تھے مگر اولاد نہ ہوئی اور تمھیں تو ابھی کچھ ایسی دیر بھی نہیں لگی۔ میں نے اُن کا اس طرح علاج کرایا کہ آج تک کسی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہوئی۔ بس خدا نے میری محنت ٹھکانے لگائی کہ اُن کے ہاں چاند سا بیٹا دیا۔ پھر تو اوپر تلے کئی بچّے ہوئے۔ خدا ان کی گود بھری رکھے۔

سنجیدہ۔ اچھی تو تم نے کیا علاج کروایا تھا مجھے بھی کرا دو۔

ماما۔ ہاں دیکھو! میں کسی دن جاکر خبر لاؤں گی۔ خدا جانے وہ شاہ صاحب ہیں بھی یا کہیں چلے گئے۔ اگر ہوتے تو میں سر آنکھوں سے تمہارا کام کرا دوں گی۔

ماما کی گفتگو سرود بہ مستاں یاد دہانیدن تھی۔ بس ان کو تو اس کی لو لگ گئی روز ماما پر تقاضا اور وہ ہی کہ شوق بڑھانے کو ٹالے بالے دے رہی ہے ہاں بیوی کیا کہوں کم بخت دم لینے کی مہلت نہیں۔ آج کیا دن ہے آخود سو پنج کس بدہ۔ ان شاء اللہ کل جمعرات کو ضرور جاؤں گی لیکن پھر بھی کئی دن جھلاتی رہی آخر کار ایک دن آکر یہ شگوفہ چھوڑ دیا کہ میں درگاہ شریف گئی تھی شاہ صاحب تو ملے نہیں معلوم ہوا کہ پیران کلیر عرس شریف میں گئے ہوئے ہیں مگر آج آنے کی خبر ہے اور اگر آج نہ آئے تو کل تو ضرور ہی آجائیں گے۔ میں کہہ آئی ہوں۔ خبر ملتے ہی ان شاء اللہ سو کام چھوڑ دوں گی اور جاؤں گی۔

ماما نے اور ایک پند حضور والا سے کی لمبی تانی سنجیدہ روز یاد دہانی کرتی تھی۔ جب ماما نے دیکھ لیا کہ اب یہ بیوقوف اچھی طرح میرے ہتھے چڑھ گئی ہے تو ایک دن دروازے ہی سے مسکراتی آئیں چھوٹے دالانوں میں برقعہ چھوڑ لپک جھپک سنجیدہ کے پاس پہنچ، لو بیوی مبارک۔ شاہ صاحب رات آگئے۔

سنجیدہ۔ (اچھل پڑی) آگئے؟ الٰہی تیرا شکر ا سے بس اب جلدی کرو۔

ماما۔ ہاں میرے خود تلووں سے لگی ہے آج رات کو جاؤں گی۔

دیکھوں وہ کیا کہتے ہیں۔ وہ علاج ذرا مشکل سے کرتے ہیں۔ کبھی کسی معاملے میں ہاتھ نہیں ڈالتے۔ لالچ انھیں ہو نہیں۔ ایک ہو دو ہو کس کس کی سنیں۔ کوئی اولاد مانگتا ہے۔ کوئی نوکری چاہتا ہے کسی کا میاں چھوڑ بیٹھا ہے۔ کوئی گھر چھوڑ کے نکل گیا ہے۔ لوگ ستاتے بھی بہت ہیں۔ جب بہت گھبرا جاتے ہیں تو جھڑک بھی دیتے ہیں۔ مجھے اُن کی رکان خوب معلوم ہے سو فقتے میں جاؤں گی اور جس طرح بھی بنے گا خوشامد درآمد کر کے ہاتھ پاؤں جوڑ کے انھیں راضی کر لوں گی اور جو اُنھوں نے ہاں کر لی تو بس فتح ہی فتح ہے کام بن گیا۔ اور تھوڑا بہت جو کچھ خرچ ہو گا وہ میرے کہنے کی کیا ضرورت آپ خود سوچ سمجھ کے دیں ہی گی۔ نواب کی بیٹی نے جو روپیے کو ٹھیکری کر دیا تھا وہ بڑے حوصلے اور جگرے کی عورتیں ہیں اُن کی ریس تو بھلا کوئی کیا کر سکے گا۔ آپ کا کام ان شاء اللہ تعالیٰ کوڑیوں ہی میں ہو جائے گا۔

سنجیدہ۔ آخر کیا خرچ ہو گا۔؟

ماما۔ لے مجھے کیا معلوم پوچھوں گی۔

پھر چند دن کا وقفہ دے کر ماما نے کہا کہ میں نے حضرت سے عرض کیا تھا۔ پہلے تو توجہ ہی نہیں کی۔ جب میں قدموں پر گر پڑی

اور بہت روئی تو میرا سر قدموں میں سے اٹھا کر کہا۔" بول مائی کیا مانگتی ہے۔ مانگ"۔ میں نے کہا" حضور! میری بیوی کے ہاں بیٹا ہو" فرمایا" جا مولا کے حکم سے ہو جائے گا" میں نے سلام کیا اور کہا کہ "یہ غریب آدمی ہیں ان پر کرم کی نظر رہے"

شاہ صاحب۔ مائی فقیر کو تو سوائے کملی اور پاؤ بھر آٹے کے کچھ چاہیئے نہیں۔ بس درگاہ کا شامیانہ بنوا دے پھر فتح ہی فتح ہے۔

سنجیدہ۔ اور وہ شامیانہ کتنے میں بنے گا؟

ماما۔ ای بیگم صاحب بھوپال نے جو بڑا شامیانہ بنواد یا ہے وہ تو کوئی پندرہ بیس ہزار کا ہوگا یہ تو چھوٹا سا شامیانہ درگاہ کے پیش میں چاہیئے اسے کچھ بہت نہیں اگر کفایت سے بنوایا جائے تو پانسو روپے لگیں گے۔

سنجیدہ پانسو کا نام سن کر غوطہ میں گئی اور کہا کہ پانسو روپئے تو میرے پاس نہیں ہیں۔ ہاں یہ میرے ہاتھوں کے کڑے ہیں انکو بیچ ڈالو اور دے دو۔

ماما۔ اچھا خیر کیا مضائقہ ہے۔ گہنا پاتا تو اسی دن کے واسطے ہوتا ہے جو چیز اپنے کام نہ آئے وہ کس کام کی۔ بھٹ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان۔ روپیہ پیسہ ہاتھ کا میل ہے۔ خدا وہ دن کرے کہ تمہاری

گود بھرے ایسے ایسے بہت سے کڑے بن جائیں گے۔ خدا ساتھ خیر کے سب کی سلامتی میں وہ بھاگوان گھڑی تو لائے!

ماماکڑے لے چنپت ہوئی اور بازار میں جاتے ہی پچیس روپیے تولے کے وزن کے پندرہ روپیۓ کے حساب سے بیچ اپنے گھر جا داخل ہوئی۔ دوسرے دن ان کو ایک آدھ سیر کالا دانا ایک تعویذ کچھ پلیتے (فتیلے) ایک نیلے کچے سوت کے سات تاروں کا گنڈا حوالے کیا آپ یوں سمجھئے کہ پانسو میں یہ چیزیں خریدیں۔ ؎

ہر دو عالم قیمت خود گفتۂ * نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

نہا دھو انہوں نے بسم اللہ کر گنڈا باندھ لیا۔ تعویذ گلے میں ڈال لیا۔ کالے دانوں اور پلیتوں کی دو وقتہ دھونی لینے لگیں۔ دن جاتے کیا دیر لگتی ہے۔ چلا پورا ہونے آیا۔ ماما سمجھی کہ اب بوریا بدھنا سنبھالنا چاہیۓ ورنہ خیر نہیں۔ مگر یوں خالی خولی چلی گئی تو بات ہی کیا ہوئی۔ لاؤ چلتے چلاتے ایک کاری ہاتھ اور لگاؤ۔ ؎

جان دیکھی تن بسمل میں جو آتے جاتے * اور چرکا دیا جلادو نے جاتے جاتے

چھبیسویں فصل۔ ماما کا سار کا سارا زیور لے کر غائب ہو جانا

کسی کی قسمت میں زہر غم ہے کسی کو حاصل مۓ طرب ہے
وہی بنائے وہی بگاڑے اسی کی قدرت کا کھیل سب ہے

کوٹھری کے کواڑ تو دن رات چوپٹ کھلے ہی رہتے تھے۔ قفل لگانے کی سرے سے عادت ہی نہ تھی جس کا دل چاہا اندر گھس گیا کبھی چھالیا نکال لایا کبھی کچھ کبھی کچھ۔ ماما کو معلوم ہی تھا کہ زیور کا ڈبہ فلاں صندوق میں رہا کرتا ہے اور نہ ڈبے کو قفل ہے نہ صندوق کو۔ گرمیوں کے تھے دن۔ دوپہر کو جب سو سلا گئے۔ ماما دبے پاؤں گھس گئی گہنے کا ڈبہ بغل میں مار یہ جا وہ جا۔ ماما دوپہر کی روٹی لے کر اپنے گھر جایا ہی کرتی تھی اور کوئی پانچ کے عمل میں آتی تھی۔ اس دن خلاف معمول نہ آئی۔ سنجیدہ سمجھی کہ کچھ کام لگ گیا ہوگا یا انسان ہے شاید بیمار ہو گئی آج اس وقت نہیں آئی تو کل صبح سویرے ضرور آجائے گی۔ صبح بھی وہ نہ آئی باہر سے ممدو کو بھیجا کہ ننبیا کی ماں کو تو جا کر دیکھو کہ کل سے کیوں نہیں آئی۔ نوکر گیا اور الٹے پاؤں واپس آکر کہا کہ بڑی بی تو ملی نہیں گھر کو قفل پڑا ہوا ہے۔ پاس پڑوس میں پوچھا تو وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر نہیں کہ کہاں گئی۔ کل دوپہر کو تو آئی تھی تیسرے پہر سے غائب ہے۔ تب تو سنجیدہ کو فکر تردد ہوا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ بڑی بی نے مجھے جُل دیا ہو اور کڑے ہضم کر کے چل دی ہوں پھر دل میں کہا کہ نہیں نہیں وہ ایسی بٹے باز عورت نہیں۔ پانچ وقت کی تو نماز پڑھتی ہے کچھ ایسا ہی

سبب ہوا ہوگا جو گھر پر بھی نہیں ملی۔ دوسرے دن پھر محمود کو بھجوایا
کہ دیکھو تو شاید آ گئی ہو۔ معلوم ہوا کہ نہیں آئی۔ اسی طرح کئی دن
اس کی تک دوڑ کی گئی مگر وہ تو بے پتہ ہو گئی۔ مکان دار نے قفل
توڑ واڈالا دیکھا تو اندر کچھ بھی نہ تھا۔ صاف جھاڑو دلی ہوئی اس کا
بھی چھ مہینے کا کرایہ چڑھا کر بھاگ گئی۔ لوگ کہہ رہے تھے کہ کہیں
باہر کی تھی۔ چھ سات مہینے سے اس شہر میں بہتی بہاتی آ گئی تھی
اس کا کچھ ٹھور ٹھکانا نہیں۔ سنجیدہ دل ہی دل میں پیچ و تاب
کھانے لگی۔ منہ سے تو کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔ ڈر تھا کہ کہیں میاں کے
کان پر یہ بات نہ پڑ جائے ورنہ غضب ہی آ جائے گا۔ ایک معاملہ
چمن کا تو ہو ہی چکا ہے اب ایک دم سے پانسو کا دھکا یہ بیٹھا۔
اب اسے معلوم ہوا کہ تعویذ گنڈا بھی نرا ڈھکوسلا ہی تھا۔ یہ ساری
باتیں ماما نے صرف لوٹنے کے واسطے کی تھیں۔ سنجیدہ کی
غفلت اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ ہر بات کو بلی کے . . کی طرح
دبائی چلی جاتی تھی۔ دوسری ماما آ گئی گھر کا کام بدستور چلنے لگا۔ انہیں
شبہ تک نہ ہوا کہ گہنے کا ڈبا تو دیکھ لیتیں۔ ایسی چال باز عورت
جو اتنا بڑا چھاپا مار چکی کیا عجب تھا کہ وہ زیور بھی لے اڑی ہو۔ ایسی
بھی کیا بات تھی کہ سنجیدہ کے دل میں یہ خدشہ نہ ہوا ہو۔ ہوا ہوگا

اور ضرور ہوا ہو گا۔ لیکن ستیاناس جائے کاہلی کا کہ خبر تک نہ لی۔ اُس ماما کو جا کر بھی کوئی تین مہینے ہونے آئے تھے کہ سنجیدہ کو کسی تقریب میں جانے کی ضرورت ہوئی تب کہیں گہنے کا خیال آیا۔ ڈبّہ اپنی جگہ پر نہ تھا۔ یہ صندوق کھول وہ صندوق کھول۔ یہ پٹارا اُلٹ وہ پٹارا پلٹ۔ سوئی کی طرح سارا گھر چھان مارا ڈبے کا کہیں پتہ نہیں۔ تب تو ان کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ اور دم سلب ہو گیا۔ کہ پانسو کے کڑوں کو تو صبر کیا ہی تھا یہ کیسی آفت آئی کہ پانچ ہزار کا زیور سارے کا سارا گیا اور بےچاری سنجیدہ بالکل ننگی بچی رہ گئی۔ ایک تار بھی باقی نہ رہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ ہم کو سنجیدہ کے ساتھ اس حادثۂ عظیم میں پوری ہمدردی ہے مگر اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ اگر اسے خدا عقل دیتا تو جس دن ماما روپوش ہوئی تھی اُسی دن دیکھ بھال کر لیتی۔ میاں کو خبر کرتی۔ وہ کچھ تو دوڑ دھوپ کرتے۔ پولیس میں رپٹ لکھواتے۔ ممکن تھا کہ ماما مل جاتی۔ مگر اس عقل کی دشمن نے مُنہ سے بھاپ تک نہ نکالی اور ساری باتوں کو چھپائے ہی رکھا اور احمق یہ نہ سمجھی کہ اتنی بڑی بات چُھپ کیسے سکتی تھی۔ تین مہینے بعد تو خود بدولت کو خبر ہوئی اور خبر ہونے کے بعد بھی اس شش و پنج

میں تین مہینے تک اور کروٹ نہ لی آخر کار چھ مہینے کے بعد یہ سارا
معاملہ میاں کے کانوں تک پونہچا اور کیا ہی بُری طرح پونہچا کہ خدا
کسی کی ایسی ذلّت ورسوائی نہ کرے۔

چھبیسویں ۲۶ فصل میاں کو گھر لُٹ جانے کی خبر لگ گئی اُس کے متعلق بیوی سے پوچھ گچھ

یہ دل کسی نہ کسی وجہ داغ دار رہا
ہزار شکر کہ یہ باغ پُر بہار رہا

اب بھانڈا پھوٹنے کا وقت آیا۔ گھر کے خرچ میں دس بیس
جو کچھ کم پڑتے تھے اسی ماما کی معرفت سنجیدہ اچاپت منگوالیا کرتی
تھی۔ تنخواہ آئی دے دیئے۔ اب ماما صاحب کا خدا نے مُنہ کالا کیا
اُن کو دیس نکالا ملا سیٹھ صاحب کو اپنے روپیوں کی فکر پڑی
کہ ہزار سے اونچا اونچا قرضہ ہو گیا تھا آخر کار لکھمی داس اُدھی چند
کی دُکان کا گماشتہ نتھومل مولوی انوار الحق صاحب
کے پاس آیا اور اُس نے کہا۔ سرکار آپ کی ماما ہماری دُکان سے
روپیہ اُچاپت لایا کرتی تھی پہلے تو وہ کئی مہینے بیس بیس پچیس پچیس
روپیئے ہاتھ اُدھار لیو گئی اور ترت تنخواہ ملتے ہی پٹا گئی اب چھ مہینے

گجر گیو واہ راندؔ نے تمہارے کو بھوتی کوڈی بھی نادی نکا جاکر وں تھا تو یو ہی بولے تھی آج دیووں کال دیووں یوں ہی روج ناتے باتے بتاوے تھی آپ کے کماتے ہیں حشوب سے ہجار روپیہ نکلے ہیں بیاج بٹّو الگ۔"

انوارالحق یہ سن کر سناٹے میں رہ گئے کہ یہ قرضہ ساری تنخواہ کی تنخواہ غایب اور یہ مزید برآں۔ چہ خوش!

ع ایں ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر

اسی وقت گھر میں آئے بیوی سے پوچھا اُس نے صاف جواب دیا کہ "تم کیا اندھے تھے۔ تمھیں نہیں سوجھتا تھا کہ خرچ پورا نہیں ہوتا ہے یہ بات ہمیشہ تمہارے کان پر ڈالتی رہی مگر تم نے سُنی کی اَن سُنی کر دی اور تمہارے کان پر جوں تک نہ چلی۔ پھر میں اپنے کو بازار میں بیچنے سے تو رہی۔ پانچ پچاس روپیے کبھی قرض منگوا لیئے وہی تنخواہ آئی دے دلا دیئے۔ کوئی شاید دو مہینے چڑھے ہوں گے بہت کر کے سوسوا سو روپیئے اُس ساہوکار کے نکلیں تو نکلیں۔

میاں۔ اجی حضرت۔ تم سوسوا سو روپیئے کہہ رہی ہو وہاں تو ایک دم ہزار سے اوپر ہی ادپر کا جوتا ہے۔

سنجیدہ۔ وہ موا جھوٹا لبارہا ہے جھک مارتا ہے ہرگز اتنا روپیہ نہیں۔

ہیں ماما کو برابر دیتی رہی ہوں۔ ممکن ہے کہ اُس ماما کی کچھ کارستانی ہو
انوارالحق نے اپنا سر پیٹ لیا اور باہر آکر ساہوکار کا بہی کھاتہ منگا کر
دیکھا۔ ہزار روپیئے اصل اور سوا سو سود کے اس طرح گیارہ سو پچیس کی
رقم واجب الادا نکلی۔ حساب دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ سلسلہ کوئی چھ
مہینے سے جاری تھا۔ پہلے پہل تو ایک دو دفعہ ماما نے کچھ روپیہ جمع
بھی کرایا بعد سے لینے کا دروازہ تو کھلا رہا اور دینے کا بند۔ انوارالحق
اب سوائے اس کے کیا کر سکتا تھا کہ سوا گیارہ سو روپیئے کا تمسک
سیٹھ صاحب کو لکھ دے اور روپیہ سیکڑا سود۔ چوں کہ انوارالحق
ایک معزز عہدے پر تھے اُس سے ساہوکار زیادہ جیں چپڑ نہ کر سکا
اور تمسک لے کر رکھ لیا۔ اور کہا کہ "سرکار آپ کی ماما ہماری کوٹھی
میں چھ سات مہینوں کے اگل ایک جوڑی کڑے بھی چار سو میں
بیچ گئی ہے۔ انوارالحق نے کہا "وہ کڑے لا کر مجھے تو دکھلاؤ"
گماشتہ بیوپاری کے پاس کیا چیز باقی رہے ہے تو یوں ہاتھوں ہاتھ
دو پیسے بھاؤ سے بیچ ڈالی واہ کو تو جبھی مجبور سیٹھ نے بکوالی
کر دی اب کیا دھری ہے۔
انوارالحق کے طیش کی اب کوئی انتہا نہ تھی اندر اُٹھ کے گئے اور بیوی سے
پوچھا "تمہارے کڑے کہاں ہیں؟"

بیوی۔ ہیں
میاں۔ لاؤ بتلاؤ۔
بیوی۔ کیوں تم کون دیکھنے والے زیور میرا یا تمھارا؟
میاں۔ اس بحث تکرار سے کیا فائدہ۔ مجھے معلوم ہوا ہی کہ وہ بھی تم نے خالصے لگا دیئے۔
بیوی۔ کون موا کہتا ہی۔ جھوٹ طوفان۔ بس کسی نے سچ کہا ہو کہ مردوں کے کچے کان۔
میاں۔ اچھا دکھلاؤ تو۔

اب سنجیدہ کے لیئے نکل بھاگنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ اُس نے میاں کے آگے اپنا سارا دُکھڑا رو رو کے دھرایا اور دبی زبان سے یہ بھی کہا کہ "لوگو! میں لُٹ گئی۔ ہائے میں مرگئی۔ تم پانسو کے کڑوں کو کیا جھینکتے ہو وہ ماماکم بخت خدا اُسے غارت کرے مجھے سارے کا سارا لوٹ کر لے گئی۔ وہ تو میرے گہنے کے ڈبے کا ڈبہ بھی اُٹھا کر لے گئی اور مجھے ننگی بُچّی کر گئی۔
میاں۔ ایں یہ کب؟
بیوی۔ اے لو کئی مہینے ہوئے یہ کیا کوئی آج کی بات ہی۔ اسی لیئے تو وہ بھاگی۔

میاں۔ اور تم کو کب معلوم ہوا۔
بیوی۔ مجھے تو جبھی معلوم ہوگیا تھا مگر کیا کرسکتی تھی۔
میاں۔ اچھا تو تم نے مجھ سے تو کہا ہوتا۔ میں مر تھوڑا ہی گیا تھا۔
بیوی۔ میں تم سے کہہ کر کیا کرتی۔ کیا گئی ہوئی چیز ملتی ہے۔ اگر ملنے والی ہوتی تو جاتی ہی کیوں۔ اور اُلٹے تم مجھ پہ خفا ہوتے ہو۔ بھلا اس میں میرا کیا قصور ہے۔ میں نے اُس ماما سے تھوڑی کہہ دیا تھا کہ تو لے کر بھاگ جا اور یوں تمہارا دل خفا ہونے کو چاہے تو حق ناحق ہولو۔ مجھ پر دُوہری مصیبت۔ ایک تو میرا زیور لُٹ گیا اوپر سے تم مجھ پر اِبل پڑے۔ غریب کی جورو سب کی بھابی۔
میاں۔ ارے کم بخت مجھ سے کہا تو ہوتا۔ جو میں دوڑ دھوپ کرتا۔ اُسے پکڑواتا۔ کیا عجب تھا کہ مل جاتا۔
بیوی۔ ہاں کہہ تو دیا کہ ڈر کے مارے نہیں کہا اور کیا کہوں بار بار۔ پوچھ کر کیوں میرا مغز چاٹے جاتے ہو اور اب تمہیں کس نے منع کیا ہے جو جب کرتے تھے وہ اب کرو نا جب جانے کچھ کر کے دکھلا دیا۔ نری باتیں ہی باتیں بگھارنی آتی ہیں۔
انوار الحق جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں ایک نہایت سُلجھی ہوئی سمجھ اور ٹھنڈے دل کا متحمل اور بردبار آدمی تھا۔ ایسی حالت میں پریشانی

اور اضطراب ضرور ہونا چاہیئے۔ چوں کہ بہت دیر ہو گئی تھی سُراغ برآری ناممکن تھی۔ پولیس میں رپورٹ کرنا مُشتے کہ بعد از جنگ تھا ایسی صورت میں سوائے صبر و شکر کے اور ہو ہی کیا سکتا تھا۔ ؎

آتا ہو تو ہاتھ سے نہ دیجے * جاتا ہو تو اُس کا غم نہ کیجے

دل مار کر رہ گیا۔ بیوی نے اپنے پھوڑپنے سے گھر کو غارت کیا سو کیا اور اُلٹا شوہر پہ ظلم توڑنا شروع کیا۔ بات بات پر لڑائی قدم قدم پہ جھگڑا۔ غرض سوائے بدمزگی اور بے لطفی کے انوار کو کوئی صورت اپنے آرام و آسائش کی نظر نہ آتی تھی۔ اور افسوس یہ تھا کہ آگے کو اصلاح کی توقع بھی اُٹھ گئی تھی۔ ؎

جب توقع ہی اُٹھ گئی غالبؔ * کیوں کسی کا گلا کرے کوئی

سنجیدہ اب بھی اپنے کیئے پر نادم نہ تھی وہ ہر وقت تقدیر پر ہر بات کو ڈھال لے جاتی تھی اور جب کہتی تو یہ ہی کہ میں کیا کروں میرا نصیبہ ہی اُلٹا ہے۔ کرنے جاؤں بھلائی تو ہوتی ہے برائی۔ بال بچہ تو کوئی ہوا ہی نہ تھا ہاں کڑوں کی پانسو کی جوڑی البتہ مفت نذر ہوئی۔ گھر سے بھری پُری آئی تھی اب بیک بینی و دوگوش رہ گئی۔ میکے اور سُسرال دونوں جگہ کا زیور صاف ہو گیا۔ اب بالکل لنڈوری ہی رہ گئیں۔ ناظرین آپ نے دیکھا کہ سنجیدہ نے خانہ داری کی کیسی مٹی پلید کی

ایسی حالت میں انوار الحق نے بہت طرح دی، تبرا قصہ کیا، وہ اب بھی اس بات کا متمنی تھا کہ اب بھی یہ ٹھوکر کھا کر سنبھل جائے۔ اب بھی کسی طرح راہ راست پر آجائے۔ ع میں نہ سمجھوں تو بھلا کیا کوئی سمجھائے مجھے۔ اب تو وہ اور زیادہ چڑچڑی ہو گئی تھی اور بات بات پر الجھ جاتی تھی۔ انوار نے باپ کو لکھا اور ان کو بلا بہو کو ساتھ کیا کہ خدا کے واسطے آپ ان کو لے جایئے اور ان کو ان کے میکے پہنچا دیجئے میرے گھر میں اب ان کا گزارا نہیں ہو سکتا۔ سہ

عیب بے عیب ہی حسب حد سے گذر جاتا ہے

اب بجز بے ہنری ان میں ہنر کچھ بھی نہیں

آپ ہی بتلایئے کہ اس کے سوائے انوار الحق اور کر بھی کیا سکتا تھا۔ آخر الدواء الکی (آخری علاج داغ دینا ہے) اگر وہ بیوی کو میکے نہ بٹھلا دیتا تو کبھی اس کے گھر کے انتظام کی چول ٹھیک نہ بیٹھتی

ستائیسویں فصل سنجیدہ بھوپال کا گھر اجاڑ کے میکے میں آن بسی اور کس مپرسی کی حالت میں مر گئی

پانی طبیب دے ہی ہمیں کیا اچھا ہوا ☆ ہو دل ہی زندگی سے بیمار اچھا ہوا

کہتے تھے آفتاب قیامت جسے سو وہ ☆ نکلا چراغ داغ دل اپنا بجھا ہوا

جل کر اگر بجھا بھی دلِ سوختہ مرا ✣ پھر جل اُٹھے گا جیسے کہ کوئلہ جلا ہوا
ہم آپ جل بجھے مگر اس دل لگی کے ✣ سینے میں ہم نے ذوق نہ پایا بجھا ہوا

سنجیدہ بھوپال میں کوئی برس بھر رہ کر میکے چلی آئی یا یوں کہو کہ بھیج دی گئی۔ ماں تو پہلے ہی سمجھے بیٹھی تھی کہ خدا ہی ہے جو یہ گھر بسے اب جو سُنا کہ میاں کو بال بال قرض دار کر آئی اور سارا گہنا کھویا سو الگ سمجھ گئی کہ گویا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے گھر کو خیر باد کہہ کر آئی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس گھڑی کی آئی کہ پھر جانا نصیب نہ ہوا۔ اور میکے سے نکلی تو بس مر کے ہی نکلی۔ بھوپال سے پچیس روپئے مہینا خرچ کو چلا آتا تھا۔ روٹی ماں کے سر کھاتی تھی۔ یہ اکیلی جان کو بہت تھا۔ رضیہ اب وہ رضیہ نہ تھی جب دیکھو متفکر و پریشان۔ حیران و پشیمان۔ جوان بیٹی کے بنے بنائے گھر کے اُجڑ جانے کا قلق جو ماں کو تھا محتاج بیان نہیں۔ بیٹی کے ساتھ وہ بھی اس غم میں گھلی جاتی تھی۔ میاں ایسا فریفتہ ہوا تھا کہ پھر الٹ کے پوچھا ہی نہیں۔ [illegible] حکمت [illegible] اللّٰہ [illegible] آزمودہ را آزمودن [illegible] پر چٹنے کی امید۔ ہی۔ رضیہ کو گھن لگ گیا۔ [illegible] تھی۔ نہ کہیں آنا نہ جانا نہ کسی سے ملنا [illegible] کر اندر ہی سے چپڑ الگ گیا۔

کھانسی بخار نے آن دبایا جو آخر کار جان لے کے ٹلا۔ ؎

دل کو مسل مسل کے ذرا ہاتھ سونگھیے * ممکن نہیں کہ خون تمنا کی بو نہ ہو
دفنا نا دیکھ بھال کے حسرت زدہ کی لاش * لپٹی ہوئی کفن سے کوئی آرزو نہ ہو

بچھڑا کو ڈتا ہے کھونٹے کے بل سنجیدہ بھی ماں کے برتے پر کودتی تھی۔ اور بڑا سہارا تھا مگر اب وہ رہا سہا سہارا بھی گیا۔ شوہر کو صبر کر چکی تھی۔ اولاد سے مایوس تھی ہی۔ غموں نے چور چور کر دیا تھا۔ زندگی کے دن پورے کر رہی تھی۔ ؎

گر اسی طرح ہو حیات تمام * ای بلا آخر ای بد انجام

عمر کا بھی ڈھلاو تھا توانائی یوں بھی جواب دے رہی تھی۔ بیماری پیچھا نہ چھوڑتی تھی۔ غرض ہجوم افکار و آلام سے زندگی وبال جان تھی ؎

مرتے ہیں آرزو میں مرنے کے * موت آتی ہے پر نہیں آتی

زمیں شدیم چہ شد آسماں شدیم چہ شد
بچشم خلق سبک یا گراں شدیم چہ شد
بہیچ رنگ دریں گلستاں قرارے نیست
تو گر بہار شدی ما خزاں شدیم چہ شد

سنجیدہ کی حالت پہلے ہی سے موت اور زندگی کے بیچ میں

متعلق تھی اور تکلیفیں تھیں سو تھیں۔ پیٹ بڑھتا چلا جاتا تھا۔ سانس سماتا نہ تھا۔ کوئی ورم جگہ کہتا تھا۔ کوئی استسقاء مگر ڈاکٹری تشخیص میں رسولی پائی گئی جسکی تکلیف ناقابل بیان تھی۔ ایک سولی تھی یا یوں کہو کہ پیغام اجل تھا مسہل ہوئے طرح طرح کے ضماد لگائے گئے لیکن مرض بڑھتا ہی گیا۔ آپریشن (عمل جراحی) سے ڈر لگتا تھا۔ اس واسطے پس و پیش تھا مگر جب موت سامنے کھڑی تھی تو اب ڈر کا ہے کا۔ سینٹ اسٹیفنز ہاسپٹل میں ڈاکٹر مس ملر نے آپریشن کیا جو افسوس ہے کہ ناکامیاب ہوا اور ابھی آپریشن پورا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ دم نکل گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ دس پونڈ کی رسولی نکلی لیکن مریضہ ایسی ناتوان تھی کہ تاب نہ لا سکی ؎

ای خاکِ تیرہ خاطرِ مہماں نگاہ دار * کیں نورِ چشم ماست کہ در بر گرفتہ

سنجیدہ کی موت پر دو آنسو بہانے والا بھی کوئی نہ تھا۔ باپ پہلے ہی مر چکے تھے ماں کو مرے دو برس ہوئے تھے شوہر کا نام نہ لو ہوا نہ ہوا برابر۔ شکر خدا کا کہ دنیاوی تکالیف کا خاتمہ ہوا۔ اور اللہ نے سنجیدہ کی مٹی عزیز کر لی ؎

آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی * اب کسی بات پہ نہیں آتی

ہم کو اس کا بھی قلق ہے کہ انوار الحق بیوی کو مرتے دم بھی دیکھنے

نہ آیا اور سنجیدہ یہ تمنا اپنے ساتھ قبر میں لے گئی۔ افسوس صد افسوس!
دمِ آخر تجھے زانو ہے جو اپنا سر ہو ✤ خوش نصیبی ہیں ہمارا نہ کوئی ہم سر ہو
شدہ شدہ بھوپال بھی خبر پونہچی کہ یہ حرماں نصیب دنیا سے چل بسی۔
کسی کی بے کسی کی موت سے دل ہل جاتا ہی۔ ہم یہ کیوں کر کہیں کہ
انوار الحق نے دو آنسو بھی نہ بہائے ہوں گے۔ گو لاکھ بری تھی مگر
پھر بھی بیوی ہی تو تھی فی الواقع انوار الحق کو اُس نیک بخت کے دنیا سے
ناشاد و نامراد اُٹھ جانے کا صدمہ ہوا۔ لوگ کہتے ہیں کہ بیوی کی موت
کہنی کی چوٹ ہوتی ہی یعنی صدمہ تو بہت ہوتا ہی مگر پھر کچھ بھی نہیں۔ اور
یہ ایک حد تک صحیح بھی ہی۔ مرنے والا اپنی جان سے جاتا ہی اور اوپر والے
رو پیٹ کر بھلے چنگے ہو جاتے ہیں۔ اور انوار الحق بھی اِس کلیئے سے
مستثنیٰ نہ تھا۔ کوئی دو برس تو اُنہوں نے کبھی بھول کر بھی ازدواج
کا خیال نہیں کیا۔ کیونکہ دودھ کا جلا چھاچھ بھی پھونک پھونک کر پیتا ہی۔ لیکن
شادی بیاہ کا معاملہ کچھ ایسا گومگو ہی کہ گویا بور کے لڈو ہیں کہ جو کھائے
وہ بھی پچھتائے اور جو نہ کھائے وہ بھی پچھتائے۔ زمانہ بڑا مدبّر و مصلح ہی
غفلت کا پردہ پڑ جاتا ہی۔ انسان بہت کچھ منصوبے کرتا ہی مگر سچ پوچھیے
تو فاعل غیر مختار ہی۔ کرنے دھرنے والا اور دنیا کی کل کو چلانے والا
فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ کوئی اور ہی ہی اور وہ نہیں ہی مگر خدائے عزّوجلّ

جوان آدمی تھے۔ بال بچے بھی نہ تھے جنہیں سمیٹ کر زندگی کے دن تیر کرتے پھر خوش حال صاحب ثروت و وجاہت۔ دوست احباب نے تنگ پکڑا۔ اونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ ہوا۔ من چاہے منڈیا ہلانے کا معاملہ تھا۔ لوگ گھیر گھار کر راستے پر لائے یا یوں سمجھو کہ خود طبیعت مائل ہوئی بہرحال کچھ بھی سہی۔ تو میاں انوار کا نکاح چپکے چپاتے عصر و مغرب کے درمیان کسی شریف زادی سے وہیں بھوپال میں ہو گیا۔ دلی میں تو مدتوں بعد خبر ہوئی۔ ہم رہے دلی میں اور وہ بھوپال میں۔ پھر ہمیں کچھ خبر نہ ملی کہ یہ بیوی کیسی ملی۔ لیکن ایک آدہ دفعہ میاں انوار سے دلی میں راہ چلتے صاحب سلامت ہو گئی تو وہ خوش خوش نظر آئے۔ چوں کہ ہم کو سنجیدہ سے محبت تھی اس واسطے ہمارے دل نے نہ مانا اور ہم نے کرید کرید کر پوچھنا شروع کیا۔ خدا جانے سچ یا جھوٹ وہ تو یہی کہتے تھے کہ جتنی تکلیفیں مجھے مرحومہ کے وقت میں پہنچیں سب کا نعم البدل ہو گیا۔ بال بچے بھی اللہ نے دیئے چنانچہ اب ایک لڑکا ابرار الحق اور ایک لڑکی منعمہ موجود ہیں جھوٹ ہم نے اس واسطے کہا کہ یہ بیوی خود انوار کی پسند کی تھی اگر اس میں کوئی کور کسر ہو گی تو کسی کے سامنے کہہ کر مورد مطاعن کیوں بنتے لگے۔ انوار الحق کی ماں بے چاری نے بیٹے کا کونا

آبادونہ دیکھا وہ اِس طرف سے پھر کتی ہی گئیں اور یہ ایک عجیب بات ہے کہ سنجیدہ کی ماں رضیہ اور انوار کی ماں صالحہ دونوں نے ایک ہی ساتھ سفر آخرت اختیار کیا۔ مسافر کوئی دس دن کا آگا پیچھا رہا۔

اٹھائیسویں فصل۔ خاتمہ

دنیا خوابیست زندگانی در وی
خوابیست کہ درخواب بہ بینی او را

ایک ماں کا پیٹ اور دو لڑکیاں بڑی فہمیدہ چھوٹی سنجیدہ۔ آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ دونوں کا طرز معاشرت کیسا مختلف تھا بڑی نے بگڑے ہوئے شوہر کو سنوار لیا۔ ساس نندوں سب سے گھل مل کر ایسی رہی کہ با ید و شاید اور اب تک خدا کے فضل سے بھرا پُرا گھر لیئے بیٹھی ہے شوہر پاؤں دھو دھو کر پیتا ہے۔ اور سچ مچ کا غلام ہے پھلواسے بچے گھر میں کھیل رہے ہیں۔ ماں باپ نہال نہال ہیں۔

حُسن صورت جو خدا دے تو یہ اوصاف بھی دے
حُسن تدبیر بھی ہو خوبی تقدیر بھی ہو

رہی چھوٹی افسوس کہ اُس کی حالت بالکل اِس کے برعکس تھی۔

اُس نے اچھے خاصے شوہر کو متنفر کر دیا اور اپنا بنا بنایا گھر بگاڑ لیا۔ آخر میاں نے میکے میں بٹھا دیا۔ اولاد کی طرف سے بھی یہ مایوس ہی ورنہ اس شغلے میں کچھ تو غم غلط ہوتا ؎

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل
چو خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

اسی طرح غم میں گھُل گھُل کر مر گئی۔ ہم بھی جانتے ہیں کہ انسان کے بننے بگڑنے میں تقدیر کو بڑا دخل ہی لیکن تدبیر بھی ایک بڑی چیز ہی ؎

بروزِ حشر الٰہی کہ نامۂ عملم ✤ کنند باز کہ آں روز بادِ خواہ منست
بکن مقابلہ آں را بہ سرنوشتِ ازل ✤ کمی و بیشی اگر باشد آں گناہ منست

ہر مرد یا عورت ایک طرح کا نہیں ؎

نہ ہر زن زنست و نہ ہر مرد مرد ✤ خدا پنج انگشت یکساں نکرد

بعض فطرتاً ہوشیار۔ چالاک۔ سمجھ دار۔ مآل اندیش۔ تقدیر کے دھنی بعض مٹّھی عقل کے کند ذہن و غبی۔ تقدیر کے شقی۔ پہلی قسم کے لوگ اپنی ٹانگوں پر آپ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اُن کو اُنگلی پکڑ چلانے کی ضرورت نہیں۔ وہ کنکوے کی مثال ہیں ذرا دریائی دی کہ بس چل نکلے ہوا سے باتیں کرنے لگے۔ دوسری قسم کے لوگ امداد و استعانت کے

محتاج ہوتے ہیں۔ اُن کے سرمایۂ عقل کی کمی دوسروں کے سہارے
پوری ہوتی ہے۔ اُن میں نقّالی کا مادہ ہوتا ہے دوسروں کو دیکھ کر سبق
حاصل کرتے ہیں۔ ٹھوکر کھاکر سنبھل جاتے ہیں۔ لیکن ایک **تیسری قسم**
کے لوگ اور بھی ہیں۔ جاہل۔ اُجڈ۔ اکھڑ۔ ضدّی۔ ہٹیلے۔ غصیلے۔ کینہ ور
جنگ جو۔ احمق عقل سند نما۔ نہ آپ خود کریں نہ دوسروں کی سُنیں۔
احدی۔ جہول۔ خودپسند۔ اوندھی سمجھ کے۔ اور اسی **تھرڈ کلاس**
میں خدا بخشتے سنجیدہ بھی تھیں۔ اگر اُس میں پیدائشی طور پر عقل کی
کمی تھی تو وہ دوسروں کو دیکھ کر سنبھل سکتی تھی یا خود مصائب میں گرفتار
ہونے کے بعد محترز رہ سکتی تھی۔ مگر اس قسم کے لوگ کسی کی تقلید کرنا
عار اور اپنی کسر شان سمجھتے ہیں۔ اور جس قدر زیادہ وہ بیوقوف ہیں۔
اُتنا ہی زیادہ وہ اپنے آپ کو عقل مند و زیرک سمجھتے ہیں اور چوں کہ اُن کو
اپنی کوتاہیوں اور نقائص کا احساس و اذعان نہیں ہوتا اسی وجہ سے
قعر ذلّت اور حماقت کے گڑھے سے نکلنے کی مطلق کوشش نہیں
کرتے اور شہد کی مکھی کی طرح اُسی میں لت پت رہتے ہیں۔ بس ایسے
لوگ کبھی سنور نہیں سکتے۔ خدا ان **تھرڈ کلاس** والوں سے کسی
بھلے مانس کا پالا نہ ڈالے۔ جو خود مریں سو مریں دوسرے کو بھی
لے ڈوبیں۔

جو بات مناسب ہو وہ حاصل نہیں کرتے + جو اپنی گرہ میں ہو اُسے کھو بھی رہے ہیں
بے علم بھی ہم لوگ ہیں غفلت بھی ہی طاری + افسوس کہ اندھے بھی ہیں اور سو بھی رہے ہیں

مستورات کی تعلیم ہی ان کی حالت زبوں کی اصلاح کا تریاق ہی۔ تعلیم ہی سے قوائے عقلی و دماغی منجلی ہوتے ہیں اور انسان کی آنکھیں کھُلتی ہیں۔ وہ مظاہر قدرت اور کرشمات دُنیا کو دیکھ کر اپنے آپ کو حالت اصلی میں دیکھنے لگتا ہی یعنی یہ کہ اپنی ذات کو پہچاننے لگتا ہی۔ اور مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ کے زمرے میں داخل ہو جاتا ہی۔ اور اُسے نیک و بد کی اصلی تمیز کا ملکہ ہو جاتا ہی۔

آئینہ خانے میں عالم کے سمجھ لے یہ مثال + تا تجھے جانیں کہ یہ صاحب نظر اچھا ہوا
ہو بُرا تو ہی اگر آیا نظر تجھ کو بُرا + تو ہی اچھا ہی تجھے معلوم گر اچھا ہوا

وہ دُنیا و مافیہا کو دیکھتا اور اُس سے سبق حاصل کرتا ہی وہ جانتا ہی کہ دنیا میں کیوں کر رہنا چاہیئے۔ اُس میں کیسے کیسے لوگ گزرے ہیں اور اُنھوں نے منازل ہستی کو کس طرح طی کیا ہی۔ وہ جانتا ہی کہ دُنیا کے لق ودق میدان میں کس طرح سفر کیا جاتا ہی۔ اگرچہ اُس میں آرام و آسایش کے خوش نما اور دل فریب سبز باغ بھی جابجا نظر آتے ہیں مگر کم۔ بر خلاف اس کے مصائب و آلام کے پہاڑ تشنگی ترشی کے دریا اور ندیاں کثرت سے پڑی بہ رہی ہیں۔ ان سے دامن بچا کر

کیوں کر دامن بچا کر عبور کیا جائے کہ سانپ مرے نہ لاٹھی ٹوٹے۔ مرد و عورت کے تعلقات کس قسم کے ہونے چاہئیں۔ مردوں کو عورتوں پر کیا تفوق ہے اور دونوں کے حقوق ایک دوسرے پر کیا ہیں۔ دوسرے ملک کی عورتوں کی زندگی کا کیا رنگ ڈھنگ ہے وہ کس طرح اپنی لطیف (زندگی) کو خوش گوار اور کامیاب بناتی ہیں۔ شادی بیاہ کی کیا غرض ہے کیا صرف گوٹے کناری کے جھم جھم کے کپڑے پہن لینا اور سر سے پاؤں تک گہنا لاد لینا۔ مہندی رچا کر ہاتھوں کو شیر مال کے ٹکڑے بنا لینا یا مسّی کی دھڑی جمانا اور پٹیاں جھکانے کا نام شادی ہے؟ اس کے ساتھ کچھ فرائض اور ذمے داریاں بھی ہیں:۔

نظم

ایک لڑکی نے یہ پوچھا اپنی ماں جان سے
آپ زیور کی کریں تعریف مجھ ان جان سے

کون سے زیور ہیں اچھے یہ بتاوت بجے سے مجھے
اور جو بے زیب ہیں وہ بھی بتا دیجیے مجھے

تا کہ اچھے اور برے میں مجھ کو بھی ہو امتیاز
اور مجھ پہ آپ کی برکت سے یہ کھل جائے راز

یوں کہا ماں نے محبت سے کہ اے بیٹی مری
گوش دل سے بات سن او نیولوں کی تم قدر کی

سیم و زر کے زیوروں کو لوگ کہتے ہیں بھلا
پر نہ میری جان ہونا تم کبھی ان پر فدا

سونے چاندی کی چمک بس دیکھنے کی بات ہے
چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات ہے

تم کو لازم ہے کہ ہو مرغوب ایسے زیورات ۔ دین و دنیا کی بھلائی جس سے ای جان آئے ہات

سر پہ جھومر عقل کا رکھنا تم ای بیٹی مدام ۔ چلتے ہیں جس کے ذریعہ سے ہی سب انساں کے کام

بالیاں ہیں کان میں ای جان گوش ہوش کی ۔ او نصیحت لا کے تیرے جھمکوں میں پیچ دی ہے

اور آویزے نصائح ہوں کہ دل آویز ہوں ۔ گر کرے ان پر عمل تیرے نصیبے تیز ہوں

سونے کے پتے دیا کرتے ہیں کانوں کو عذاب ۔ کان میں رکھو نصیحت دیں جو اوراقِ کتاب

اور زیور گر گلے کے کچھ تمھیں درکار ہوں ۔ نیکیاں پیاری مری تیرے گلے کا ہار ہوں

قوتِ بازو کا حاصل تجھ کو بازو بند ہو ۔ کامیابی سے سدا تم خرم و خورسند ہو

ہیں جو یہ بازو کے زیور سب کے سب بیکار ہیں ۔ ہمتیں بازو کی ای بیٹی تمھیں درکار ہیں

ہاتھ کے زیور سے پیاری دستکاری خوب ہے ۔ دستکاری وہ ہنر ہے سب کو جو مرغوب ہے

کیا کروگی ای مری جاں زیور خلخال کو ۔ پھینک دینا چاہیے بیٹی بس اس جنجال کو

سیم و زر کا پاؤں میں زیور نہ ہو گو ڈر نہیں ۔ راستی سے پاؤں پھسلے گر نہ میری جاں کہیں

سب سے اچھا پاؤں کا زیور مری بیٹی ہے یہ ۔ تم رہو ثابت قدم ہر وقت راہِ نیک پہ

یہ یاد رکھو کہ زندگی کے ساتھ صدہا قسم کے فرائض اور ذمہ داریاں وابستہ ہیں۔ زندگی کے اس پھسلواں میدان میں جہاں تیز ہوا کے جھکڑ چل رہے ہیں ہمارے پاؤں کیوں کر جم سکتے ہیں۔ بال بچے خدا کی امانت ہیں اس گراں بہا اور قابل قدر امانت کا رکھ رکھاؤ۔ ان کی پرورش تندرستی دکھ بیماری تعلیم و تربیت غرض یہ کہ ان کو بہترین انسان اور اشرف المخلوقات

اور خلیفۃ اللہ کے قابل فخر خطابات الٰہی کا سزاوار بنانے کی کیا تدبیریں ہیں کہ جن سے دنیا کی آنے والی نسل میں تمہارا نام نیک نامی سے چلے نہ یہ کہ الٹی ناک کٹے اور جگ ہنسائی ہو اور لوگ کہیں کہ کیا ہی برا نمونہ اولاد کو دکھایا اور کیسا بدکردار اور برا ان کو اٹھایا۔ کنبے اور رشتے ناطے کے ممبروں، حق ہمسایوں، بنی نوع انسان کے ہم پر کیا حق ہیں اور آیا ہم ان حقوق کو کما حقہٗ ادا کرتے ہیں یا نہیں جس گھر میں ہم بیٹھے ہیں اور بادشاہت کر رہے ہیں اور جس کے دم کی یہ ساری رونق ہے اس کے ہم پر بڑے بھاری حقوق ہیں۔ خداوند تعالےٰ اپنی ذات اقدس کے سوائے اگر کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو وہ سوائے شوہر کے دوسرا کوئی نہ ہوتا۔ آیا ہم نے اس کی ایسی ہی قدر و منزلت۔ ادب و لحاظ۔ عزت و احترام کیا جیسا کہ ہمارا **فرض عین** ہے یا اس میں ہم سے کوتاہی ہوئی تو اس کی تلافی کی کیا سبیل ہے۔ یہ گھر جو دارالسلطنت ہو اسے ہم کیوں کر جنت کا نمونہ بنائیں کہ دل اس کی طرف خود بخود کھنچے چلے آئیں۔ گھر کیا ہو مقناطیس ہو جس کی زور دار کشش کشاں کشاں اوھر لائے۔ شوہر کا دل کیوں کر مٹھی میں لیں کہ وہ ہماری ایڑی دیکھ کر کسی دوسرے کا منہ بھی نہ دیکھے۔ اس کا یہ حال ہو کہ گھر بغیر اسے ایک دم چین نہ ہو۔ دیس میں ہو یا پردیس میں گرداں کبوتر کی طرح گھر کو اڑ کر آئے شوق

وذوق اُسے گھسیٹ کر لائے اور جب جائے بھی تو دھن اُدھر ہی کی لگی رہے۔ گھر کا سا آرام کہیں نہ پائے۔ گھر تو دیکھ کر باغ باغ ہو جائے گھر والی کا ہنستا مکھڑا۔ بچوں کی سوہنی صورتیں پیاری پیاری اٹکھیلیاں دیکھ کر مارے خوشی کے جامے میں نہ سمائے۔ خلاصہ یہ کہ وہ حال و قال دونوں سے یہی نتیجہ نکالے کہ بیوی اُس کی سچی اور بے ریا خدمت گزار اور بے لوث وفا شعار فرماں بردار ہے۔ ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ اوائل زمان شادی میں میاں بیوی شمع و پروانہ ہوتے ہیں لیکن یہ مکر چاندنی یا دھوکے کی ٹٹی یا سراب ہوتا ہے۔ چار دن کی چاندنی اور بعد اندھیرا کھپ اور چاہیے یہ کہ میاں بیوی کے تعلقات جوں جوں زمانہ گذرتا جائے اور قوی و مستحکم ہوتے جائیں اور ایک زمانہ وہ آئے کہ ایک جان و قالب یا بنیان مرصوص ہو جائیں اور دوئی کی تفریق مٹ جائے۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

لیکن ہوتا کیا ہے کہ ان تعلقات میں امتداد زمانے سے ضعف و اضمحلال آتا جاتا ہے۔ بعض تعلقات لشتم پشتم دنیا کی شرم اور دکھاوے کو قایم رہتے ہیں لیکن ہوتے نہ ہوتے برابر اور بعض بالکل القطع ہو جاتے ہیں۔ اس میں مردوں کی بے اعتنائی اور استغنا کا بھی بڑا حصہ ضرور ہے۔

مگر پھر وہی کہنا پڑتا ہے کہ نزلہ بر عضو ضعیف ملامت کا ٹوکرا عورتوں کے
ہی سر دھرا جاتا ہے لیکن اگر واقعات کا تفحص کیا جائے تو بیشتر ایسی صورتیں
نکلیں گی کہ عورتوں کی بُری تعلیم اُن کی بُری تربیت اُن کی بُری سوسائٹی
نے اُن کو حد اعتدال سے بڑھا دیا اور انہوں نے جیسا کہ چاہیئے مردوں
کی قدر نہ کی اُن کی احسان فراموشی اُن کی غلط فہمی نے ایک ایسے گھر کو
جو ذرا طبیعت پر جبر کرنے اور صبر و تحمل سے چل سکتا تھا اپنی جلد بازی
اور پھوڑپنے سے کھو دیا جو عورتیں سمجھ دار ہیں اور جن کے پیش نظر
اچھے اچھے نمونے رہے ہیں وہ سرد و گرم زمانہ موافق و ناموافق حالات
سب کو جھیل لے جاتی ہیں اور روز بروز اپنی پوزیشن کو قوی کرتی چلی
جاتی ہیں۔ اور رفتہ رفتہ اُن کی جڑ گڑ جاتی ہے اور جو عارضی آپھنگت اور
چند روزہ چونچلوں پر بھول جاتی ہیں اور آیندہ کا خیال اُن کو بھول کر
بھی نہیں آتا اُن کی مثال ایک ایسے درخت کی سی ہے جو ایک چٹان پر
کھڑا ہو اور جس کی جڑیں بودی اور پھسپھسی ہیں کہ ذرا سا ہوا کا جھونکا آیا
اور جڑ سے اکھڑ گیا اور دنیا میں ایسا کون ہے جسے باد مخالفت کے جھونکے
نہیں لگتے۔ ہم کو ہمت و استقلال اور صبر اور رضا اور تسلیم سے [illegible] مصائب
کو برداشت کرنا چاہیئے اور یک در گیر و محکم گیر ہر حال میں شوہر کی رضا جوئی
نصب العین رہنا چاہیئے کہ جس سے دنیا و دین دونوں کا بیڑا پار ہے۔

نظم

اک بیل کو دیکھ کر شجر پر　　پوچھا اُس سے یہ میں نے جا کر
کیا اِس کا سبب ہو یہ بتا تو　　لپٹی ہوئی کس لیئے ہو اِس پر
منتِ کشِ غیر کیوں ہوئی ہو　　چلتی نہیں اپنے زور بل پر
احسان لیا ہو دوسرے کا　　احمق نادان ہو سراسر
جب بیج جدا تنا جدا ہو　　ہو تو بھی رواں الگ زمیں پر
نازک بھی حسین بھی ہو ای بیل　　یہ تیری روش نہیں ہے بہتر
ای میری شریف پیاری لڑکی　　اِس کا الزام رکھ نہ مجھ پر
واقف نہیں اصل واقعہ سے　　ظاہر نہیں اس کا راز تجھ پر
قابل ہوئی جب میں پھیلنے کے　　لپٹا دیا مجھ کو اِس شجر پر
رشتہ کیا جس نے میرا قایم　　تیرا ہی تو تھا کوئی برادر
قایم جب ہو گیا تعلق　　ہو جاؤں جدا میں اُس سے کیوں کر
اب فرض ہوا نباہ کرنا　　کس طرح جدا ہوں ساتھ رہ کر
جھیلیں گے جو آفتیں پڑیں گی　　بجلی جو گری جلیں گے مر کر
طوفان ہوا کے تند جھونکے　　دونوں کو ستائیں گے برابر
ہمدم ہو مرا میں اُس کی دمساز　　عاشق ہیں ایک دوسرے پر

میں اُس سے ہوں خوش وہ مجھ سے راضی	ہیں عیش کے دن ہمیں میسر
باہم ہی جو رشتۂ محبت	کچھ بار نہیں ہی میرا اُس پر
کرتی ہوں دعا خدا سے ہردم	لپٹی رہوں تاحیات اس پر
کرتی ہوں تجھے بھی میں نصیحت	ہو عقد ترا جو پائے شوہر
ساتھ اُس کے اسی طرح بسر کر	لپٹی ہوں میں جس طرح شجر پر
ہو عہد و وفا کا پاس تجھ کو	ہرگز نہ جدا ہوں اس سے مل کر
ہو عمر بسر اسی خوشی سے	بھولے سے بھی دل نہ ہو مکدر
ہمدرد ہوں ایک دوسرے کے	جھیلیں تکلیف دونوں مل کر

بے شک ہی وہ قابل ستایش

جس زن کے ہو دل میں حب شوہر (مسز اصغر کاکوڑی)

ہمارا سب سے بڑا اور مقدم فرض اور زندگی کا دستور العمل یہ رہنا چاہیئے کہ ہم بھی خوش رہیں اور دوسروں کے خوش رکھنے کی بھی دلی کوشش کریں۔ اور اس طرح دنیا کی کٹھن اور پُرمحن منزل کو جس میں قدم قدم پر ٹھوکریں لگنے کا اندیشہ ہو اس خوش سلیقگی اور حسن تدبیر سے تیر کریں کہ جب ہمارا بلاوا آئے تو اس طرح کا مرنا مریں کہ ہم ہنستے جائیں اور لوگ ہمارے فراق میں ڈاڑھیں مار مار کے روتے رہیں۔ ؎

یاد داری کہ وقت زادن تو ٭ ہمہ خنداں بدند و تو گریاں

آں چناں زی کہ بعد مردن تو ٭ ہمہ گریاں بوند و تو خنداں

ہم مر جائیں۔ ہماری ہڈیاں گل سڑ کر خاک میں ایسی رل جائیں کہ اُس کے ایک ذرے کا بھی پتہ نہ لگے۔ ٥

یاران عزیزاں بسر خاک من آیند ٭ از خاک بپرسند نشان و خبر من
گر خاک جہاں جملہ بہ غربال بہ بیزند ٭ حقا کہ نیابند نشان و اثر من

مگر ہماری یاد دلوں میں تازہ رہے جو کہیے یہی کہیے۔ ع

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والی میں

میاں اگر ہم کو نہیں تو خیر اپنے آرام و آسائش ہی کو یاد کر کے رو دیں آل اولاد ہم کو نہیں، ہماری مہربانیوں، ہمارے حسن سلوک، ہماری شفقتوں، ہماری محبت، غرض ایک ایک چیز کو یاد کر کے آہ سرد بھریں! نیک وہ ہے جو نیک نام چھوڑ جائے۔ جنتی وہ ہے جس سے کسی کو آزار نہ پہنچے۔ اور اگر یہ نہیں تو ہم نے ایک شریف اور نیک نہاد انسان کی زندگی بسر نہیں کی بلکہ ایک حیوان کی۔

نظم

شاہ ہوں یا ہوں گدا محکوم ہوں یا حکمراں
وہ نہیں مرتے کبھی جیتی ہیں جن کی نیکیاں

جاگتا ہو اُن کا تا روزِ قیامت نام نیک
گو کہ وہ ہیں بے خبر سوتے لحد کے درمیاں

چپ ہیں پر ہے بحر و بر میں پڑ رہی اُن کی پکار
گم ہیں لیکن چپے چپے پر ہیں ثبت اُن کے نشاں

یاں رہے جب تک رہے ایسے مرنجان و مرنج
غیر سمجھے اُن کو اپنا اور دشمن مہرباں

اور چلے جس وقت دُنیا سے گئے دنیا میں چھوڑ
خوبیوں کی اپنی ایک اک کی زباں پر داستاں

اُن کا جینا کیسی نعمت ہو گی دُنیا کے لیے
جن کا مرنا اُن کے حق میں ہو حیاتِ جاوداں

زندگی سے اُن کی ہرگز نیتیں بھرتی نہیں
پائیں گر بالفرض عمرِ نوح بھی آکر یہاں

وقتِ رحلت یوں ترستی اُن کو رہ جاتی ہو خلق
ایک بجلی سی چمک کر ہو گئی گویا نہاں

جن کی ایسی زندگی اور جن کی ایسی موت ہو
اُن کا اُٹھ جانا ہی بدبختی کا ہو دُنیا کے نشاں

ہو تری نیکی سے امیدا ہر رفیقِ با صفا
آسمانی بادشاہت میں خدا دے تجکو جا
کرلئے تھے سب یگانوں اور بیگانوں کے دل
نیکیوں سے تو نے اپنی فتح واہ کیا کہنا ترا
ہو دلیل اس کے لیئے کافی فقط تیری مثال
مرد پر عورت فضیلت کا کرے گر ادّعا

دستِ قدرت نے بنایا گو کہ تھا عورت تجھے
پر جواں مردوں پہ تھی عالم کی فوقیت تجھے
سچ ہے وہ وارث زمیں کے ہونگے جو ہونگے حلیم
علم سے اپنے ملی آفاق میں تمکنت تجھے
وہ تسلّی پائیں گے دُنیا میں جو جھیلیں گے غم
ہو چکے غم بس تسلّی دے گی اب راحت تجھے
تو مبارک تھی کہ تھا پہلو میں تیرے پاک دل
ہو مبارک خلد میں دیدار کی نعمت تجھے
دشمنوں پر مہرباں تھی تو بروں سے تھی بھلی
حق نے دی اپنی خلافت کی تھی اہلیت تجھے

تجھ کو غیروں سے محبت تھی جو تھا اپنوں کا فخر
غیر اور اپنے کریں گے یاد تا مدت تجھے

برکتیں دنیا میں پھیلیں تیرے دم سے جس طرح
بس یونہیں کنج لحد میں دے خدا برکت تجھے

فرد تھی اقبال میں تو بے نظیر اخلاق میں
تیرے مرنے سے ہوا سناٹا سا اک آفاق میں

غافل مشو از عاقبت کار خود غنی
دل بر بخواب مرگ کہ دنیا فسانہ ایست

تمت ــــــــــــــــ بالخیر

تقریظ دل پذیر خواجہ میر درد حضرت تکلیم سید ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی تلمیذ شمس العلماء پروفیسر مولوی محمد حسین صاحب آزاد مرحوم

ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم
اے بے خبر ز لذت شرب مدام ما

لوگ جناب مستطاب مولوی بشیر الدین احمد صاحب کی بڑی تعریف یہ کرتے ہیں کہ خدا رکھے دن رات دلی میں رستے بستے ہیں ہمیشہ دلی میں رہتے بستے ہیں۔ شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد خاں صاحب مرحوم و مغفور کے صاحب زادے ہیں۔ اردو بہت اچھی لکھتے ہیں اور اردو بھی دلی والیوں کی اور وہ بھی لال قلعے کی بیگمات کی میٹھی بولی یہ کہنا سر آنکھوں پر مگر میں سچ کہتا ہوں وہ بالکل ناواقف ہیں میرے دوستوں کو بسنت کی خبر نہیں اور مولوی صاحب خود اپنے حال سے بے خبر ہیں کہ مجھ میں کیا جوہر پیدا ہو گیا ہے۔ میں پہلے کیا تھا اور اب کیا چیز بن گیا ہوں۔ بات یہ ہے کہ محبوب کی مرگ ناگہاں نے انھیں کندن کر دیا صدمہ سے دل گداز ہو گیا اور اس میں وہ درد پیدا ہو گیا جس کی طلب میں صوفی برسوں پاپڑ بیلتے ہیں اور نصیب نہیں ہوتا۔ جس کی نسبت حضرت فرید الدین عطار فرماتے ہیں:۔

کفر کافر را و دیں دیندار را * ذرۂ دردِ دلے عطار را

اب مولوی صاحب کی ایک آنکھ ساون ہے تو ایک بھادوں۔ بات پیچھے کرتے ہیں۔ آنسو پہلے ٹپک پڑتے ہیں۔ خود روتے ہیں اور پاس بیٹھنے والوں کو رلاتے ہیں اللّٰہم زد فزد۔ فراقؔ مولانا کو مژدہ دیتا ہے کہ عن قریب آپ مجاز کی منزل کو طے کر کے پردۂ وحدت تک پہنچ جائیں گے۔ یہی فلاسفی اور یہی راز ہے کہ مولانا کی تصنیف تالیف اثر میں ڈوبی ہوتی ہے اور ہاتھوں ہاتھ نکل جاتی ہے۔ بالفعل جو اصلاح معیشت نام رسالہ مولانا نے لکھا ہے وہ دیکھنے دکھانے کے قابل ہے اگر شریف زادیاں اسے پڑھ کر

نصیحتوں کو پتے میں باندھیں گی تو اُن کے خاوند ہمیشہ پاؤں مرید رہیں گے اور وہ راج
راجیں گی۔ خدا شمس العلماء مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے کہ اپنے فرزند دل بند کو
ایسا لایق فایق بنا گئے جنہوں نے آج ہماری بہو بیٹیوں کی اصلاح کا بیڑا اُٹھا لیا ہے
اور خدا مولوی بشیر الدین احمد صاحب کو سینکڑوں برس زندہ سلامت رکھے کہ وہ
اپنی اولاد کا سکھ دیکھیں۔ اور قوم کی مستورات کے لیئے اصلاح معیشت جیسی نت نئی
کتابیں تصنیف فرماتے رہیں۔

چوں ز تصنیفِ بشیر الدین خاں + نسخۂ با زیب و زینت طبع شد
بہرِ تاریخش فراقِ دہلوی + گفت اصلاحِ معیشت طبع شد
۱۳۳۵ ہجری

تقریظ بے نظیر جناب مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب دامت برکاتہم

خانہ داری کی ترازو

وارث الادب مولوی بشیر الدین احمد صاحب خلف شمس العلماء مولانا حافظ نذیر احمد صاحب
مرحوم حقیقتاً اِس خطاب وارث الادب کے صحیح مخاطب ہیں۔ اُنہوں نے اپنے نامور باپ کے
شہرہ آفاق ورثہ ادبی کو زمانہ ملازمت میں بھی صاف ستھرا اور ترقی کناں رکھا اور اب جب سے
پنشن لیکر دہلی میں بیٹھے ہیں برابر خدمات علم و ادب میں مصروف ہیں۔
ان کے والد کا طرۂ امتیاز حصّہ ادب بعد میں تو مذہبی تالیف و تصنیف کا مشغلہ ہوگیا
تھا مگر بنیادی پتھر خانہ داری کی اصلاحات پر رکھا گیا تھا۔
مولوی بشیر الدین احمد صاحب نے بھی اصلاح معیشت اور عروج خانہ داری کے
مسائل میں اپنے وارث الادب قلم کو مشغول کیا ہے مستورات کے پڑھنے کے قابل اور
لڑکیوں کی تربیت کے لایق اُنہوں نے متعدد کتابیں لکھی ہیں جو ملک میں عام طور سے
پسند کی جاتی ہیں۔ ان دنوں ایک اِسی قسم کی کتاب اصلاح معیشت کے
نام سے تیار کی ہے جسمیں ہندوستانی خصوصاً اسلامی گھروں کی دونوں تصویروں کو

دکھایا گیا ہے۔ ایک تصویر میں سُگھڑ اپے کا نظارہ ہے اور دوسری میں پھوہڑاپے کا منظر ہے۔ اور دونوں کیفیتوں میں ایسے اسلوب سے خامہ فرسائی ہوئی ہے کہ پڑھنے والے کے دل پر خود بخود اصلاح کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔

مجھے اُمید ہے کہ جس طرح مرحوم مولانا نذیر احمد کی کتاب مراۃ العروس مقبول عام ہوئی تھی اصلاح معیشت بھی مرغوب انام ہوگی۔ کیونکہ اس کا پیرایہ بھی مراۃ العروس کے خاکے کا پیرو معلوم ہوتا ہے۔

زبان اور بندش خیالات کے اعتبار سے بھی مولوی بشیر الدین احمد کی عبارت ہمیشہ اعلیٰ اور نفیس سمجھی جاتی ہے۔ اس کتاب میں بھی یہ شان موجود ہے۔

یقیناً ایسی کتابوں کی زنانہ لٹریچر میں بڑی ضرورت تھی اور ہے۔ مولوی صاحب موصوف قابل شکریہ ہیں جو وہ قومی خانہ داری کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

قطعۂ تاریخ از قلم حکیم شید رقم عالی جناب نواب احمد سعید خاں بہادر المتخلص بہ طالب جاگیر دار لوہارو رئیس اعظم دہلی

یہ تو تصنیف مولانا بشیر الدیں — الٰہی عورتوں کی ہیکل جاں ہو
دعائیہ سنین طبع ہیں طالب — کہ "اصلاح معیشت بہر نسواں ہو"

۱۳۳۵ھ

قطعات تاریخ از قلم جادو بیان ابو اللسان جناب منشی محمد صدیق حسن صاحب نگینوی المتخلص بہ سفیر

نئی تصنیف اک کرکے بشیر الدین احمد نے — سُنا ہے نام رکھا اُس کا اصلاح معیشت ہے
یہ قصہ اک بہت آموزگار پند ہے لکھا — عجب دلچسپ پیرایہ میں دو بہنوں کی حالت ہے

سگی بہنیں ہیں آپس میں یہ فہمیدہ وسنجیدہ | انھیں دونوں کی پند آمیز یہ لکھی حکایت ہے
خبر دیتا ہے یہ قصہ ہمیں وہ خانہ داری کا | زمانے بھر میں گھر گھر عام جس کی اک شکایت ہے
عجب ہوتی ہیں تصنیفات مولانا کی کارآمد | غدار کیجے انھیں ان کا ہر اک ممنون منت ہے
مجھے لکھا ہے اس کا قطعۂ تاریخ لکھنے کو | بڑی مشکل ہے یہ مجھ کو کہاں دم بھر کی فرصت ہے
مگر تعمیل بھی کرنی ہے لازم حکم عالی کی | اسی باعث مجھے تاریخ کے مصرعے کی عجلت ہے

لیا مشورہ جو ہاتف سے تو مجھ سے یہ کہا اُس نے
سفیرؔ "اب لکھ دے زیر طبع اصلاح معیشت ہے"
۱۳۳۵ھ

وله

قصۂ فہمیدہ وسنجیدہ چوں ترقیم یافت | دل کش ودل چسپ وکلا رآمد حکایت شد
کرد استفسار تاریخش چو از ہاتف سفیرؔ | گفت از من "طبع اصلاح معیشت شد"
۱۳۳۵ھ

قطعات تاریخ مترشدہ کلک جواہر سلک جناب مولوی محمد فضل ستار صاحب المتخلص بہ لاابالی ہیڈ مولوی مدرسہ امروہہ ضلع مرادآباد

پاکیزہ رقم اصلاح معیشت
۱۳۳۵

بشیر الدین احمد نے لکھی ہے | وقار علم اصلاح معیشت
وہ جس سے زندگی پُرلطف گزرے | نگار علم اصلاح معیشت
رہے جس سے شگفتہ غنچۂ دل | بہار علم اصلاح معیشت
عروس علم کا ایک زیور دست | سوار علم اصلاح معیشت
رہے جس سے تحفظ ہنریاں کا | حصار علم اصلاح معیشت
ضروریات دنیا اس میں ہیں جمع | ہے دار علم اصلاح معیشت
اسی سے ہوتی ہے ہر کام کی جانچ | عیار علم اصلاح معیشت

جہاں بھر کا ہی اس میں تجربہ ہے — دیارِ علم اصلاحِ معیشت
ہو مشکِ خلق نیک اس سے مہکتا — تتارِ علم اصلاحِ معیشت
یہ سالِ طبع لکھ دو لاابالی — "مدارِ علم اصلاحِ معیشت"
۱۳۳۵ھ

ولہ

جوہرِ معانی اصلاحِ معیشت
۱۳۳۵ھ

ز اصلاح معیشت دین و دنیا می شود حاصل — بہارِ عمر در دوراں یقینی باغ جنت داں
پیئے سالِ طبعش لاابالی بر محل اکنوں — "بشیر جاودانی عیش اصلاح معیشت" خواں
۱۹۱۷ع

قطعہ تاریخ از قلم عفت رقم عزیزہ پارسا خاتون سلمہا اللہ تعالیٰ دختر نیک اختر جناب لاابالی صاحب

"اصلاحِ معیشت طورِ معنی" پارسا بے شک — عیاں جس سے تجلیِ رضائے ایزدِ مناں
ترقی تربیتِ انساں جو ہے وہ اس میں مضمر ہے — کہیں کیوں پھر نہ "اصلاحِ معیشت عمر جاویداں"
۱۳۳۵ھ

جو دیکھی اس کی خوبی خوش نمائی قیصری میں نے
لکھی تاریخ "اصلاحِ معیشت زیورِ انساں"
۱۳۳۵ھ

قطعہ تاریخ نوشتہ جناب مولوی محمد عبد الحکیم صاحب سوم تعلقہ دار ڈونرن گنگاوتی ضلع رائچور

فہمیدہ و سنجیدہ اُختین حقیقی را — در عہدِ شباب اُنہا شوہر چو عنایت شد
نافہم بہ فہمیدہ با عقل بہ سنجیدہ — نااہل و شائستہ باہر دو مرحمت شد

فہمیدہ بہ ناداں را داد عقل بہ دانائی | شائستہ بسنجیدہ در دَورِ معیشت شد
فرمود چوں ایں قصہ مولانا بشیر الدیں | از باعث آں فاعل اظہارِ حقیقت شد
ارشاد چوں آں والا گشتہ پئے تاریخش | از حکم بہ تعمیلش حاضر در خدمت شد

درخواب چو من رستم از غیب ندا آمد
تاریخ بگو "اینک اصلاحِ معیشت شد"
۱۳۳۵ھ

ولہ

"مصنفہ محسن ہند مولوی بشیر الدین صاحب"
۱۳۳۵

بشیر الدین احمد نیک سیرت | مسلّم جن کی ہو علمی فضیلت
جو انگلش فارسی عربی و اردو | ہو دی اللہ نے اُن کو لیاقت
مصنف ہیں مؤلف اور مؤرخ | ادیب با ادب ماہر ز حکمت
لیاقت میں ہیں یکتائے زمانہ | خداداد ان کی یہ ہو قابلیت
ہو علم و فضل ان کا خاندانی | شرافت اور نجابت ہو ودیعت
صفات صاف گوئی میں ہیں یکتا | ہو ظاہر سے بھی بہتر ان کی طینت
طبیعت میں ہیں ایسے پاک باطن | نہیں خاطر میں رہتی ہو کدورت
ہزاروں میں نہیں ہو ہم نے دیکھی | قسم اللہ کی ایسی طبیعت
دکن کے مختلف ضلاع میں بھی | رہی ہو مدتوں ان کی حکومت
رہے ہیں آپ عرصے تک کلکٹر | وجاہت کی رہی حضرت کی خدمت
حکومت بھی رہی بے مثل ان کی | سدا راضی رہی ان سے رعیت
تھے جتنے لوگ ماتحتی میں ان کی | رہا ہر فرد از آرام و راحت
ہزاروں نے گزاری عمر اپنی | بڑی بے فکری سے ان کی بدولت
ہوئی پچپن برس جب عمر ان کی | ہوائی پر تب آئی اپنی قسمت
وظیفہ کے لیئے درخواست دیدی | ہوئی سرکار سے جس کی اجازت

تعلق میں چھوڑ کر تب ہم سب صوبے کو ‏ ضلع رائچور سے پھر ہو کے رخصت
وطن مالوف کو اپنے سدھارے ‏ تصانیف پہ ہوئی مائل طبیعت
تصانیف آپ کی اک اک سے بڑھ کر ‏ جو پُر ہیں از فصاحت اور بلاغت
ہے یہ شایق پئے تعلیم نسواں ‏ ہے بچوں سے انہیں بے حد محبت
اسی میں ہیں بہت ان کی کتابیں ‏ اسی میں ہے یہ اصلاح معیشت
ہوئی جب طبع اصلاح معیشت ‏ اور اس کی ہو گئی ہر جا پہ شہرت
تو پہنچی یہ خبر گنگا وتی میں ‏ اور عاصی کو ہوئی از حد مسرت
پئے تاریخ تھی گو فکر مجھکو ‏ ملی لیکن سبب مجھے مطلق نہ فرصت
پشیمانی بڑھی جب حد سے زاید ‏ تو اک شب سو گیا در خواب غفلت
اسی حالت میں جب کچھ رات گزری ‏ تو سوتے میں ہوئی مجھ کو بشارت

جو کوئی سال ہجری تم سے پوچھے
کہو "شد طبع اصلاح معیشت"

۱۳۳۵ھ

قطعہ تاریخ نوشتہ جناب مولوی حکیم لطیف احمد صاحب رئیس تحصیل ضلع سارن

بشیر الدین احمد آں کہ باشد ‏ بدنیائے تصانیف اہل شہرت
فطین و عاقل و فرزانہ ذی ہوش ‏ ذہین و زیرک و اہل فراست
در اضلاع دکن با نیک نامی ‏ بدستش داشت تا مدت حکومت
وظیفہ یافت بہر مدت العمر ‏ بسر فرمود چوں میعاد خدمت
مآل اندیشی ہر فرد انساں ‏ وجود ش رحمت و دانش غنیمت
نماید شرح اوصاف کمالش ‏ کجا باشد زباں را ایں طلاقت
کتابے احسن التالیف بنوشت ‏ کہ می دارد بطور خویش ندرت
در آں مضمون اخلاقی ست دلچسپ ‏ پُر از قانون قدرت با ظرافت

زہے ایں نسخۂ اکسیر و نایاب — کہ شد مطبوع با صد حسن صحت
بسے را دعوی تالیف باشد — مگر نبود چنیں در فکر جدت
دریں شک نیست کو را بے تجسس — بدست آمد خداداد ایں سعادت
بوقت فکر سال انطباعش — بگوشیم آمد ایں با صد مسرت
لطیف احمد اگر فرمائش از تست
بگو "شد طبع اصلاح معیشت"
۱۳۳۵ھ

قطعۂ تاریخ از جناب ڈاکٹر شبیر حسن صاحب رئیس کرت پور ضلع بجنور

مرحبا صلِّ علیٰ واہ مصنف کا شعور — جن کی تصنیف سے ہے ہر دل محزون مسرور
شک نہیں اس میں بلاغت میں ہے سحبان غرور — کہ فصاحت سے مضامین ہیں بالکل بھرپور
ایسے شائستہ مضامین کہ سبحان اللہ — حرف گوہر ہیں تو ہیں سلک گہر اس کی سطور
طبع نازک کی ہیں جولانیاں کیا کیا خوش کن — فقرے فقرے میں حمیت بھی حیا بھی مسطور
اس پہ زیبا ہے عجب چاشنی لطف سخن — متفق خوبیوں پر اس کے سراسر جمہور
لڑکیوں کے لیے تصنیف ہے یہ اک اعجاز — خانہ داری کے بتاتے ہیں مہذب دستور
عورتیں اس پہ نظر غور سے گہری ڈالیں — ذکر فہمیدہ و سنجیدہ ہے کیا خوش مذکور
دیکھو فہمیدہ کا گھر بن گیا رشک جنّت — خانۂ تیرہ و تاریک بنا بقعہ نور
اور سنجیدہ کا وہ خانۂ فردوس بریں — اس کی کج فہمی سے دوزخ کا نمونہ ہے ضرور
گر سمجھ دار زن و شو ہیں تو گھر ہے جنّت — مرد خاطی نہ بنے گر نہ ہو عورت کا قصور
شوہروں کے لیے ہیں بیبیاں آسایش جاں — تیرگی خانۂ تاریک انھیں سے کافور
بی بی شائستہ تو دنیا میں ہے جنت بے شک — زن و شو جس میں نظر آتے ہیں غلمان و حور
اور اگر جہل مرکب میں ہو مستغرق زن — متکبر متغیر متمرد مغرور
گھر ہو فردوس تو وہ تیرہ و تاریک بنے — مرد کو نار نظر آئے اگر ہو وے نور

دیکھو سنجیدہ و فہمیدہ کے حالات کو تم ایک برباد ہوئی ایک مظفر منصور
توسن طبع کو تاریخ کی بحتی کچھ تک و دو راکب فکر نے مہمیز کیا دور سے دور
کہ یکایک یہ سُنی ملہم غیبی کی صدا
بادۂ کبر سے سنجیدہ ہوا از حد مغرور

۱۹۱۷ء

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱۰۳	۱۱	چڑانے	چڑائے
۱۰۳	۱۵	تھنوں	تھنتوں
۱۰۴	۸	چوکا	چُپکا
۱۱۳	۱۷	تمہارے	×
۱۲۰	۱۳	نشتوں	مشتوں
۱۲۵	۱۲	جیح	جو
۱۲۷	۱۳	بجا کر	×
۱۳۴	۲	بلا	بلا ہو
۱۳۶	۱۴	غصب خدا	غضب خدا
۱۳۷	۱۰	کا کیا	کاشہ کیا
۱۳۸	۵	کول	کون
″	۱۱	پہا	پُرانا
۱۴۲	۱۲	جاں	جان
۱۵۵	۵	پکر کر	پکڑ
۱۶۷	۸	رنہ	ورنہ
۱۷۷	۸	مرغن	مُزیّن
۱۹۱	۱۵	سکوریان	سکوریاں
۱۹۴	۸	دلواقی	دلواتی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱۹۵	۱	بہنلی	نیلی
۱۹۷	۱۵	تولیا	کون
″	۷	لولہن	کوکھن
۲۰۰	۸	چوستے	چُوسنے
۲۰۳	۱۲	ہیں	میں
۲۰۵	۱۷	کرے	گرے
۲۰۷	۲	پیالی	پیالی سے
۲۱۸	۱۱	تول	قول
۲۱۹		نواب بیگم	سردار بیگم
۲۲۳	۱	نوگروں	نوکریوں
۲۲۴	۹	ندر	نذر
۲۴۴	″	چھوڑووں	چھوڑوں
۲۴۲	۵	قرضہ	قرضہ کیسا
۲۵۵	۱۱	و	وہ
۲۵۶	آخر	دامن بچا کر	×
۲۶۸	۱	دل پذیر	دل پذیر باقیات مصالحات
۲۶۸	۱۲	کنور	کنورا
″	۱۵	وزوو سے	وردو سے

فرہنگ اصلاح معیشت

اُردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ
ہندوستاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

جس طرح انگلینڈ کی زبان انگریزی ہے اُسی طرح ہندوستان کی لنگوا فرینکا (عام بولی) اُردو ہے اور جس طرح خاص لندن کی انگریزی اور پھر رائل فیملی (خاندان شاہی) کی زبان بہترین نمونہ انگلش کا مانی جاتی ہے اُسی طرح دہلی اور لکھنؤ کی اُردو فصیح مستند اور ٹکسالی سمجھی جاتی ہے۔ کیوں کہ کلام الملوک ملوک الکلام۔ شاہان مغلیہ کی زبان اُردو تھی اور اُنہیں کی گودوں میں یہ زبان پلی اور پرورش پائی۔ دہلی اُجڑ کر لکھنؤ بسا۔ اُردو کی نئی نویلی دُلہن کو اہل لکھنؤ نے آغوش محبت میں لیا اور خوب بنایا سنگھارا سنوارا۔ جب سلاطین اسلامی کا تختہ اُلٹ گیا تو اُردو رانڈ ہو گئی اور جب سے اب تک کس مپرسی کی حالت میں سسک رہی ہے۔ مری تو نہیں مگر زندہ درگور ضرور ہے۔ گو ہندوستان کے مختلف اقطاع میں اُردو بولی جاتی ہے مگر یہاں کی اور وہاں کی زبان اور خصوصاً محاورات میں آسمان زمین کا فرق ہے۔ جو محاورات ہماری زبان پر چڑھے ہوئے اور زباں زد خاص و عام ہیں اُن سے پنجاب۔ دکن اور مدراس کے لوگوں کے کان آشنا نہیں۔

غیروں کا اختراع و تصرف غلط ہے داغ
اُردو ہی وہ نہیں جو ہماری زباں نہیں

مرد ہندوستان تو ہندوستان غیر ممالک تک کی خبر لاتے ہیں اور جس حصۂ ملک میں رہ پڑتے ہیں وہاں کا لب و لہجہ اور محاورات اُن کی زبان پر ایسے چڑھ جاتے ہیں کہ اُنہیں خبر تک نہیں ہوتی۔ اس لیے اُن کی زبان خالص اور مستند اردو نہیں رہتی بلکہ ست نجا ہو جاتی ہے لیکن برخلاف اس کے

عورتوں کی اُردو بالکل خالص اور ٹھیٹ آمیزش اور عیار سے پاک ہنڈرڈ ٹچ کا سونا سمجھی جاتی ہے کیوں کہ اس میں بیرونجات کی آمیزش نہیں ہوتی اور نہیں ہوسکتی جس کے دو وجوہ ہیں۔ اول اور سب سے بڑھ کر پردہ جو ایک قسم کا سگریگیشن ہے یعنی سب سے الگ تھلگ رہنا دوسرے ان کے میل جول کا حلقہ محدود پس ان کی اُردو حقیقت میں لوکل اردو ہے جو اپنے صوبے بلکہ اپنے شہر اپنے محلے حتیٰ کہ اپنے گھر کی چار دیواری کے اندر محدود ہے۔ نہ وہ کہیں باہر آتی جاتی ہیں نہ ان کے کانوں تک اجنبی کی آواز پہنچتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ملک والیاں غیر دیار و امصار کے محاورات سے مانوس نہیں اور اسی وجہ سے دلی کی اُردو میں بھی لال قلعے کی بیگمات کی اُردو چوٹی کی اُردو مانی جاتی ہے۔ یہ کتاب بھی دلی کے شریف گھرانوں کی با محاورہ زبان ہے اسی وجہ سے بعض بعض لفظ اور خاص خاص محاورے ایسے آگئے ہیں جن غیر ملک کی عورتوں نے نہیں سنے اور اس وجہ سے ان کو فہم مطالب میں ایک گونہ الجھن اور دقت ہوتی ہے اور وہ مفہوم اصلی سمجھنے سے قاصر رہتی ہیں اسی مشکل کا حل یہ فرہنگ ہے۔ جو لفظ یا محاورہ کسی کو معلوم نہ ہو اس میں دیکھ لیں لگے ہاتھ ہم نے خاص کر عورتوں کی آسانی کے لیئے مشکل الفاظ اور فارسی اشعار کے معنے بھی لکھ دیئے ہیں۔

الف

اُبھارنا۔ آمادہ کرنا۔ برانگیختہ کرنا۔

آبرو باختہ۔ بے عزت۔ بے غیرت۔

آبرو ڈبو۔ عزت کھونے والا۔

اُبکائیاں لینا۔ قے کرنا۔

اپنی گرہ سے۔ اپنے پاس سے۔

اپنی بیتی۔ جو اپنی ذات پر گزری ہو

اپنا سا منہ لے کر رہ جانا۔ شرمندہ ہوجانا۔ منہ کی کھانا۔

الف

اپنی ہائی اوروں سر گنوائی۔ بات تو اپنی ٹال دی اوروں پر۔

آپھت۔ گنواری بولی۔ آفت۔

آپے سے باہر ہونا۔ بے قابو ہوجانا۔ تن بدن کا ہوش نہ رہنا۔

آپس میں چھننا۔ باہمی جھگڑا لڑائی۔

اترانا۔ ناز کرنا۔ لاڈ کرنا۔

اٹی ہوئی۔ بھری ہوئی۔ پُر۔

اٹکھیلیاں۔ کھیل۔ تماشے۔

الف

اُٹھک بیٹھک۔ نشست برخاست۔
اُٹھانا۔ برداشت کرنا۔
آٹے کے ساتھ گھن کا پس جانا۔ ناکردہ گناہ بلا وجہ کسی دوسرے کے سبب سے آفت میں آجانا۔
آثار۔ علامات۔
اچیرن۔ وہ چیز جس سے طبیعت ملول ہو جائے۔
اُجلی گزران۔ شریفانہ طرز زندگی۔
اُجڑنا۔ ویران ہونا۔
اُجاڑنا۔ برباد کرنا۔
اجنبی۔ اوپری۔ بے پہچان۔
اُچاپت۔ ہاتھ اُٹھاؤ قرض۔ چلتر قرضہ۔
اچھوتے۔ تازہ۔
احترام۔ بزرگ داشت۔ عزت۔ توقیر۔
احساس و اذعان۔ علم و یقین معلوم ہونا۔
احمق عقل مند نما۔ ظاہر میں تو عقل مند مگر دراصل بے وقوف۔
اختتام۔ خاتمہ۔
اختلاج قلب۔ دل کی دھڑکن۔
اخوان الشیاطین۔ بُرے یار دوست شیطان کے بھائی بند۔
ادّعا۔ کسی بات کا فرض کر لینا۔

الف

اُدھار۔ قرض و وام۔
ادوان۔ چارپائی کے پائنتی جو رسّی بندھی رہتی ہے جس سے چارپائی کھینچی جاتی ہے۔
اُدھیڑ بُن۔ پرچول۔ ٹوہ۔ تفتیش۔ تفحص۔
ادھ کچری۔ نیم پختہ
ادب تاجیست از نور الٰہی۔ ادب اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ایک ایسا تاج ہے کہ اسے سر پر رکھ جہاں چاہو جا سکتے ہو۔
آدھی بات۔ ذرا سی بات۔
آدمی گھس لگانے کو بھی میسر نہیں۔ یعنی آدمی ناپید ہے۔ ملتا نہیں۔
اَدھر۔ معلّق۔ بیچ میں۔
آرزوے دیرینہ۔ مدت کی تمنا۔
ارمان۔ آرزو۔ تمنا۔ خواہش۔
اُڑس لینا۔ اٹکا لینا۔
اُڑتی پڑتی۔ سُنی سُنائی۔ گوش زدہ۔
اُڑتی ہوئی چڑیا کے پر گننا۔ تاڑ لینا۔ بھانپ لینا پہچان لینا۔
اُڑ لگنی۔ وہ عورت جو اُڑ کر چمٹ جائے یعنی زبردستی سر ہو جائے۔
آزار۔ دکھ۔ تکلیف۔ روگ۔

الف

ازقضا آئینہ چینی شکست الخ
اتفاق سے چینی آئینہ ٹوٹ گیا۔ یہ بہت اچھا ہوا کہ اپنے آپ کو (ہر وقت) دیکھنے کا سامان ہی جاتا رہا۔

ازکار رفتہ۔ بے کار۔

از ماست کہ بر ماست۔ اپنا کیا اپنے آگے جو کچھ ہم کو پیش آتا ہے وہ ہمارے ہی کرنے دھرنے کا نتیجہ ہے۔

آزمودہ را آزمودن جہل است۔
ایک دفعہ آزما لینا کافی ہے آزمائے ہوئے کو بار بار آزمانا فضول بات ہے۔ عربی مثل یہ ہے۔
مَنْ جَرَّبَ الْمُجَرَّبَ حَلَّتْ بِهِ النَّدَامَة
مجرب کو آزمانے سے سوائے ندامت کے کچھ حاصل نہیں۔

از سر نو۔ شروع سے۔

ازبسکہ۔ چوں کہ۔ اگرچہ۔

از صحبت شاہاں الخ۔ بادشاہوں کی صحبت سے ڈرنا چاہیئے کبھی تو وہ سلام پر آزردہ ہو جاتے ہیں اور کبھی گالی پر خوش ہو کر سرفراز کر دیتے ہیں۔

از خورداں خطا الخ۔ چھوٹوں کی خطا کو بڑے معاف کر ہی دیا کرتے ہیں۔

استغنا۔ بے پروائی۔ پیٹ بھرا۔

الف

استسقاء۔ جلندھر (مرض)

استرکاری۔ مکان کی لپائی چونے سے گلاوا۔

آسمان زمین کا فرق۔ بہت بڑا فرق۔

آسمان زمین کے قلابے ملاتا۔ توڑ جوڑ ملانا۔ جو بات ممکن نہ ہو اُسے ممکن الوقوع کہنا۔

استغفر اللہ۔ توبہ۔ پناہ۔ بخدا۔

اشتیاقیکہ بدیدار تو الخ۔ آپ کی ملاقات کا جو اشتیاق مجھے ہے اُسے میرا ہی دل (خوب) جانتا ہے۔

اشک شوئی۔ آنسو پوچھنا۔ تسلی و تشفی کرنا۔ دل جوئی کرنا۔

اصلاح معیشت۔ طرز زندگی کی درستی۔

اصول موضوعہ۔ پکے اور مجرب قاعدے جو توڑے نہ ٹوٹیں۔ آزمائی ہوئی بات

اصلاح کا بیڑا اُٹھانا۔ درستی کا ذمہ لینا۔ حتی وعدہ۔

اظہر من الشمس۔ سورج کی طرح ظاہر۔ جو بات بالکل کھُلی ہو۔

اعتراف۔ قبول کرنا۔ اقرار کرنا۔

اعتدال۔ بیچ کی راہ۔ درمیانی حالت

الف

افراتفری۔ الٹ پلٹ۔ تفرقہ اندازی۔

آفاق۔ دُنیا۔

افشائے راز۔ بھید کھول دینا۔

اُف نہ کرنا۔ مُنہ سے بھاپ نہ نکالنا۔

افتادِ مزاج۔ طرزِ مزاج و روش۔

اُقلیدس کے چاروں مقالے۔

اُقلیدس علم ہندسہ اور اشکال ریاضی کی ایک کتاب ہے جس کے چار حصّے مروج و مشہور ہیں۔ اقلیدس اُس حکیم کا نام ہے جس نے یہ فن نکالا۔ لغوی معنی کلید ہندسہ۔ یونانی زبان میں اُقلی کُنجی کو کہتے ہیں اور دِس یا دَس بمعنی ہندسہ۔

اکھٹے۔ یک جا۔ جمع شدہ۔

اکیلی جان۔ تنِ تنہا۔ مُنفرد۔

اکھّڑ۔ ترش رو۔ بدمزاج سخت گیر۔

اُکڑوں بیٹھنا۔ چوتڑوں کے بل دونوں گھٹنے کھڑے کرکے بیٹھنا۔

اُکسانا۔ اُبھارنا۔ بھڑکانا۔ برانگیختہ کرنا۔

اکھرنا۔ ناگوارِ خاطر ہونا۔

اُکھڑی اُکھڑی۔ جو بات ٹھکانے سر نہ ہو۔ بددلی سے بات کرنا۔

اِکّا دُکّا۔ شاذ و نادر۔

اکسپریس۔ (انگریزی) تیز رَو ریل۔

الف

اغیار۔ غیر شخص۔ اجنبی۔

آگے کو کان ہوئے۔ آیندہ کو ہشیار ہو گئے۔

اگل۔ پیشتر۔

اُگلوانا۔ پیٹ میں جو چیز اُتر گئی ہو اُسے نکلوانا۔ برآمد کرانا۔

آگے دے کے لُٹوانا۔ دیدہ و دانستہ برباد کرانا۔

الیومینیم۔ ایک قسم کی سفید دھات ہے جس کے ہلکے ہلکے برتن آج کل بہت رائج ہیں۔ جسے قلعی کرانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

اُلجھنا۔ بحث پر تُل جانا۔ پیچھے پڑ جانا۔

القط ہو جانا۔ قطع تعلق۔ چھُٹ جانا۔

الم۔ رنج۔

اللہ آمین۔ لاڈ۔ چونچلے۔ خیر منانا۔

الٹی گنگا بہنا۔ خلاف قیاس و عقل کسی بات کا ہونا۔

اُلٹے بانس بریلی چڑھنا۔ خلاف قیاس و عقل کسی بات کا ہونا کیوں کہ بریلی تو خود بانسوں کے لیے مشہور ہے پھر وہاں بانس لے جانے کے کیا معنی۔

اُلٹے پاؤں۔ فوراً واپس۔ جیسے گئے تھے جب ہی پلٹ آئے۔

الف

اَللّے تَلّلے۔ مزے اُڑاتا۔ عیش و آرام۔
الگ الگ اڑا لینا۔ بالا بالا نا معلوم طور پر لے لینا۔
اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ یعنی خود تو مجرم اور ڈالے کوتوال پر۔
آلتی پالتی مار کے بیٹھنا۔ چار زانو بیٹھنا۔
البیت۔ جاہل عورتیں۔ البتہ کی جگہ بولتی ہیں۔
اُلٹی آنتیں گلے پڑنا۔ دوسرے پر الزام دینا مقصود ہو مگر پھنس جائیں خود۔
الکساہٹ۔ سستی۔ کاہلی۔
الخموشی نیم رضا۔ چپ سادھ جانا بھی ایک قسم کی رضامندی ہے۔
اُلٹا اثر۔ نتیجہ برعکس۔
اُلٹ کر نہ پوچھنا۔ کس مپرسی۔ خبر تک نہ لینا۔
امتداد زمانہ۔ بہت عرصہ گزر جانا۔
امکا ڈھمکا۔ یہ وہ۔ فُلاں۔
امنا صدقنا۔ بالکل اتفاق کر لینا۔
آماواری۔ آما صدقے۔
آمدم بر سر مطلب۔ میں اپنے مطلب پر آگیا
آمادہ۔ مستعد۔ طیار۔
اِنّا للّٰہ الخ۔ ہم تو اللہ کے ہیں اور اللہ کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ مسلمان

الف

لوگ کسی کے مرنے یا حالت غم و نقصان میں قرآن شریف کی اس آیت کو پڑھا کرتے ہیں۔
آنکھ اوجھل الخ۔ از دیدہ دور از دل دور۔
آناً فاناً۔ دم بھر میں۔ چٹکی بجاتے۔
آنکنا۔ قیمت کا اندازہ کرنا۔
انتڑیاں قل ہو اللہ الخ بہت بھوک کے وقت یہ کہاوت کہی جاتی ہے۔ خالی پیٹ میں جو قراقر ہوتا ہے اس کو انتڑیوں کا قل ہو اللہ پڑھنا کہتے ہیں۔
آن بان۔ شان شوکت۔
انگشت بدنداں۔ تحیّر کی حالت۔
آنکھوں ہی آنکھوں میں۔ گھور گھور کے۔
ان شاء اللہ تعالیٰ۔ جاہل عورتیں یونہیں بولتی ہیں۔ اگر خدا بھی چاہے۔
اَن جان۔ ناواقف۔
انگشت نما ہونا۔ بدنام ہونا۔
آنگن۔ انگنائی۔ صحن۔
آنکھیں کھلنا۔ خبردار ہو جانا۔
آنسو بہانا۔ غم کرنا۔
انقلاب عظیم۔ بڑا ردوبدل۔

الف

اندھا دھند۔ بے ٹھور۔ بے ٹھکانے۔
انسداد کرنا۔ روکنا۔
آنکھوں کا تیل نکالنا۔ سخت محنت کرنا۔ دیدہ ریزی۔
انفعال۔ شرمندگی۔
آں کہ شیراں را کند الخ۔ ضرورت وہ بُری بلا ہے کہ شیر جیسے تند خو کو بھی تو لومڑی جیسا غریب بنا دیتی ہے۔
اٹواٹی کھٹواٹی لے کر پڑنا۔ روٹھ کر الگ تھلگ پڑ جانا۔
اَن بَن۔ نااتفاقی۔ سوء مزاجی۔
آنکھیں اُلٹا لینا۔ روتے روتے آنکھیں سُجا لینا۔
آنی کانی کرنا۔ حیلہ جوئی۔ ٹالنا۔
اندھیر نگری چوپٹ راج۔ وہ سلطنت جہاں بالکل انصاف نہ ہو۔
انگلی لگانا۔ یعنی ذرا بھی نہیں مارا۔
اَنیا خَنیا۔ ایرے غیرے۔ ایسے لوگ جو ناقابل شمار ہوں بے وقعت۔
آں راکہ عقل بیش الخ۔ جسے عقل زیادہ ہوتی ہے اُسے ہی فکر افکار زیادہ ہوتے ہیں۔
انٹا۔ گولا۔

الف

انگیز کرنا۔ برداشت کرنا۔ اٹھا لینا۔
اُن کو لیا۔ یعنی خوب خبر لی۔
اناپ شناپ۔ واہی تباہی۔ مہمل۔
انوکھی۔ عجیب و غریب۔ نادر۔
اوسان درست ہونا۔ حواس برجا ہونا۔
آویزے۔ بندے جو کان میں پہنے جاتے ہیں۔
اوپر تلے کے بہن بھائی۔ ایک کی پیٹھ پر دوسرا۔ یکے بعد دیگرے۔
اوائل۔ شروع۔ آغاز۔
اوندھ جانا۔ برباد ہو جانا۔ بالکل بگڑ جانا۔ خراب ہو جانا۔
اوباش۔ آوارا۔ بدرویہ۔
اونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانا۔ ذرا سے اشارے یا تحریک پر کوئی کام کر دینا۔
اوپری۔ اجنبی۔ غیر مانوس۔
اودھم۔ شرارت۔ غل غپاڑا۔
اونچا سنائی دینا۔ ثقل سماعت۔
اوچھا پن۔ خفیف الحرکاتی۔
اوندھی سمجھ۔ الٹی عقل۔
اونٹ رے اونٹ الخ۔ جو ہر طرح سے بُرا ہو اور جس کی کوئی بات بھلی نہ ہو۔
اونچ نیچ۔ نشیب و فراز۔

الف

اوندھی سیدھی پٹی پڑھانا۔ غلط سلط خلاف واقعہ سمجھا دینا۔

اوانے توانے کسنا۔ طعن و تشنیع کرنا۔

اوجھل۔ آڑ۔

آوے کا آوا اوندھا۔ گھر کا گھر چوپٹ یعنی کل بے ڈھنگے۔

اوپری خلل۔ آسیب۔ جھپٹا۔

اوندھی۔ الٹی۔

آہستہ خرام الخ۔ آہستہ چلو بلکہ احتیاط کا اقتضا تو یہ ہے کہ چلو ہی نا کیوں کہ تمھارا پاؤں کے نیچے لاکھوں جانیں ہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی روندن میں آجائے مطلب صرف احتیاط کرنے سے ہے۔

اہلیت۔ قابلیت۔

اہم سترگ۔ بڑا۔ باوقعت۔ ضروری۔

آہٹ۔ کھٹکا۔ آواز۔

ایجاد بندہ الخ۔ یہ بندہ کی ایجاد ہے۔ خواہ وہ کیسی ہی بری ہو۔

اینڈ رہ جانا۔ چلتا ہوا کام رک جانا۔ ہارج ہونا۔

ایک تار بھی باقی نہ رہا۔ یعنی ذرا سا بھی نہ رہا۔

الف

اے خار و خس الخ۔ کانٹا اور گھانس پھونس اور سمندر سب ہی تو تیری تعریف کی باتیں کیا کرتے ہیں تیری تعریف کی برکت سے تیری تعریف کرنے والے کا منہ موتیوں کا خزانہ ہو جاتا ہے۔

ایں ہم اندر عاشقی الخ۔ عاشقی میں جہاں اور غم ہیں۔ خیر یہ اور بھی سہی۔

اے خاک تیرہ الخ۔ اے ڈراؤنی زمین ذرا تو اس مہمان کا خیال رکھیو کہ یہ ہماری آنکھوں کا نور (اور کلیجے کی ٹھنڈک ہے) جسے تو نے اپنی بغل میں لیا ہے۔

آئی اوائی۔ جو چیز آچکی ہو۔

ایں نگاریں نگار الخ۔ یہ خوب صورت تحریر ایسی ہے کہ چمن بھی اسے دیکھ کر رشک کرتا ہے جس کی تحریر باغ کے بیان سے بھی اچھی ہے۔ خداوند تعالیٰ کے فیض و کرم سے خدا ایسا کرے کہ قدر دانان سخن کی نظروں میں قبول ہو۔

آئی گئی کر دینا۔ بات کو رفع دفع۔ رفت گزشت کر دینا۔

الف

ایک ایک کی دس دس لگانا۔ مبالغہ کے ساتھ شکایت کرنا۔ چغلی کھانا۔

آئے دن۔ ہمیشہ۔

اینٹھنا۔ کسی کو دھوکا دے کر لے لینا۔

آئیں تو پھر جائیں کہاں۔ ایک دفعہ جب غصہ آگیا تو پھر کیا ٹھکانا کسی طرح اُترتا ہی نہیں۔

اے بسا ابلیس الخ۔ بہت سے شیطان انسانوں کی شکل میں ہوتے ہیں یعنی دیکھنے کو بھلے مانس مگر باطن میں اول درجے کے پاجی۔

آئے تھے نماز بخشوانے الخ۔ آئے تھے ایک خاص کام کو سرانجام دینے وہ تو ہونے نہ پایا کہ دوسری بلا سر منڈھی گئی۔

ایک آن۔ کوئی وضع۔

ایام جاہلیت۔ حضرت پیغمبر صاحب صلعم کی بعثت کے قبل بت پرستی اور شرک وغیرہ کثرت سے تھا وہی زمانہ ایام جاہلیت کا کہلاتا ہے۔

ب

باادب الخ۔ جو ادب کرتا ہے وہ نصیبے ور ہوتا ہے اور بے ادب بدقسمت ہوتا ہے۔

باتیں بگھارنا۔ باتیں بنانا۔

بانٹ چونٹ۔ تقسیم۔

باید و شاید۔ جیسا کہ چاہیئے۔

بانٹیا۔ ساجھا۔ حصہ۔ شرکت۔

بالواسطہ۔ کسی کے ذریعے سے۔

بارے۔ غنیمت ہے کہ۔

باچھیں کھلنا۔ اظہار مسرت۔

بار گراں۔ بھاری بوجھ۔ ناگوار خاطر۔

بالالتزام۔ ہمیشہ۔ معمولاً۔

بادہ خواری۔ شراب خوری۔

بات خالی جانا۔ اثر نہ ہونا۔

بایں ہمہ۔ باوجود اس کے۔

بار قرض۔ قرض کا بوجھ۔

باراں کہ در لطافت الخ۔ مینہ کی عمدہ خاصیت میں کچھ فرق نہیں یہ زمین کی تاثیر ہے کہ باغ میں پھول اُگتے ہیں اور جنگل میں خس وخاشاک۔

باد سموم۔ لُو کا جھونکا۔ گرم ہوا۔

بارہ مہینے۔ ہمیشہ۔

بار گراں سے سر گراں۔ بوجھ سے بوجھل۔

بات دینی آنا۔ قول و اقرار کر لینا۔

ب

بائیں ہاتھ کا کھیل ۔ آسان بات۔
بالائی خرچ ۔ علاوہ خرچ ۔ اوپری خرچ۔
بال پڑ جانا ۔ چینی کے برتن میں دراڑ پڑ جانا ۔ ترخ جانا۔
بات چیت ۔ گفتگو۔
بات کو ڈھال لے جانا ۔ بات کا رخ بدل دینا اور پر ڈال دینا۔
بادی النظر ۔ ظاہر میں۔
بات کو گرہ باندھ لینا ۔ پابندی قول۔
بات کا بتنگڑ بنانا ۔ چھوٹی بات کو بڑا کر دینا۔
باری ۔ نوبت۔
بات کا پی جانا ۔ برداشت کرنا تحمل کرنا۔
بات کا پٹنا لگ جانا ۔ کسی بات کی زڑ لگ جانا۔
بات دل میں کھٹکنا ۔ خلش ۔ کسی بات کا ناگوار ہونا۔
بادی کی طرح چھنٹ جانا ۔ فضولیات کا کم ہو جانا۔
بارہ گھاٹ کا پانی پیئے ہوئے ۔ جہاں دیدہ ۔ ہشیار ۔ تجربہ کار ۔
بنانا ۔ کسی کو بے وقوف بنانا۔

ب

بپھرنا ۔ اس طرح بگڑنا کہ مشکل سے منے۔
بتدریج ۔ رفتہ رفتہ ۔ آہستہ آہستہ۔
بتّے باز ۔ چال باز ۔ دھوکے باز۔
بجلی پسند ۔ تیز مزاج۔
بچھڑا کودتا ہے الخ ۔ مربی بیا ر و مربا بخور ۔ آدمی وسیلے پر گھمنڈ کرتا ہے۔
بچھڑنا ۔ چھٹ جانا ۔ جدا ہو جانا۔
بجھیرا ۔ صراحی نما مٹی کی ٹھلیا ۔ جھجر۔
بحر و بر ۔ تری و خشکی ۔ سمندر و زمین۔
بحر ذخار ۔ بہت بڑا سمندر جس کے پاٹ کا پتہ نہ ہو۔
بخشش سو سو الخ ۔ دینے کو جو دل چاہے دے دو مگر حساب تو کوڑی کوڑی کا ہوتا ہے۔
بخشیدن درم الخ ۔ روپیہ پیسہ دینا کون سی بڑی بات ہے ۔ بڑی بخشش والا وہ ہے جو قصور معاف کر دے۔
بخت نارسا ۔ پھوٹی تقدیر۔
بخیئے ڈھیلے کر دینا ۔ پتے کی بات کہنا ۔ اس طرح جھنجوڑنا کہ انجر پنجر ڈھیلے ہو جائیں اچھی طرح خبر لینا۔
بدقماش ۔ بداطوار ۔ بدروش۔

ب

بدروپ - بدرنگ۔

بدل - عوض۔

بدھنی - مٹی کا لوٹا۔

بدولت - بسبب۔

بدن چرانا - شرمانا۔

بدون انگریزی کے ٹکڑا نہ توڑنا - یعنی ہر بات میں انگریزی کی پیروی کرنا۔

بذلہ سنج - لطیفہ گو۔

برتے - بھروسے۔

برق صاعق - کوندنے والی بجلی۔

بروز حشر الخ - یا اللہ حشر کے دن جب کہ میرا اعمال نامہ کھلے کہ وہی دن سوال وجواب کا ہے تو میرے نامۂ اعمال اور میری تقدیر کے لکھے کو مقابلہ کرکے دیکھا جائے اگر اُس میں کچھ فرق نکلے تو البتہ وہ میرا گناہ ہے۔

برآر از مدّ بسم اللہ الخ - بسم اللہ کی مد سے (کہ وہ بھی تلوار کی شکل کی ہے) خوش گفتاری کی تلوار نکالو۔ اور وہ تلوار ایسی ہو کر جو نازک خیالی سے چاروں طرف اپنا عمل دخل کرلے۔ یعنی ایسا قابو بیں کرلے۔ کہ لوگ گرویدہ ہوجائیں۔

ب

براچنا - جلوس کرنا - چین کرنا۔

برج - (انگریزی) ایک قسم کا تاش کا کھیل ہے جو چار آدمی مل کر کھیلتے ہیں اور آج لوگوں کو اس کی بڑی لت ہے۔

برگ وبار - پھل پات۔

برتری - بزرگی - بڑا یا اونچا ہونا۔

بڑھاوے چڑھاوے دینا - سبز باغ دکھلانا طمع دلانا۔

بڑھیا ٹھڈّو - بڑھیا خبیث۔

بساط - اوقات۔

بس - قابو - اختیار۔

بس - زہر۔

بسورنا - رونے کی شکل بنانا۔

بس چلنا - اختیار ہونا۔

بشرے سے - چہرے سے۔

بطور حکایت - قصے کہانی کی طرح۔

بعید القیاس - جو بات قیاس میں نہ آئے۔ ناممکن الوقوع۔

بغارا - بڑا سوراخ۔

بغل میں بچہ الخ - کوئی چیز جو پاس ہو اُس کے لیے دُور دُور بھٹکنا۔

بکری - فروخت۔

ب

بکوائی ۔ فروخت ۔

بکھیر دینا ۔ منتشر کر دینا ۔

بکرے کی ماں الخ ۔ بکرا تو ایک نہ ایک دن ذبح ہی ہوگا اس کی ماں کب تک اللہ آمین منائے گی ۔ یہ مثل ایسے موقع پر بولتے ہیں کہ مصیبت تو ایک نہ ایک دن آکر ہی رہے گی

بکٹا بھر لینا ۔ نوچ لینا ۔ کھسوٹ لینا ۔

بگڑی بات کا بن جانا ۔ تقدیر سنور جانا ۔

بلیک ہول ۔ سلاطین مغلیہ کے زمانے میں بنگال کا ایک صوبہ تھا اور وہاں کا حاکم صوبہ دار کہلاتا تھا ۔ ۱۷۳۹ء میں نادر شاہ کے دہلی لوٹ لینے کے بعد ایک بہادر شخص اللہ وردی خاں تاتاری پٹھان بنگال کا نواب ہوگیا ۔ اور مرشد آباد اس کا دار الحکومت تھا ۔ اللہ وردی خاں انگریز تجار کا بڑا دوست تھا جس نے انگریزوں کو پٹنہ اور ڈھاکے میں تجارتی کوٹھیاں کھولنے کی اجازت دی اللہ وردی خاں نے ۱۷۵۶ء میں انتقال کیا مگر اس نے اپنی حیات میں ہی ۱۷۵۵ء میں اپنے نواسے مرزا محمود الملقب بہ سراج الدولہ کو اپنا جانشین مقرر کر دیا جو ناتجربہ کار اور

ب

اوندھی سمجھ کا آدمی تھا اور انگریزوں سے سخت نفرت رکھتا تھا ۔ راجہ راج بلبھ ڈھاکے کے ناظم نے سراج الدولہ کے ڈر سے اپنے اہل و عیال اور خزانے کو اپنے بیٹے کشن داس کے ساتھ کلکتے بھجوا دیا تھا ۔ جسے انگریزوں نے پناہ دی اور فورٹ ولیم قلعے کی فصیل کی مرمت بھی اس وجہ سے کی کہ فرانسیسیوں سے جنگ کا اندیشہ تھا ۔ سراج الدولہ نے راجہ بلبھ کی حوالگی اور فصیلیں گرا دینے کا حکم دیا لیکن انگریز گورنر نے دونوں باتوں سے انکار کیا سراج الدولہ نے انگریزوں کی کوٹھی جو قاسم بازار میں تھی اس کا محاصرہ کر لیا اور انگریز افسروں کو قید کر لیا اور پچاس ہزار فوج کے ساتھ کلکتے پر چڑھائی کی ۔ چار روز تک محصورین نے مقابلہ کیا بعد سویلین لوگ اپنے اپنے بال بچے لے کر کشتیوں میں سوار ہو کر بھاگ گئے جو رہ گئے انھوں نے جان کی اماں چاہی اور ۲۰ جون ۱۷۵۶ء کو مسٹر ہالول نے جو ان سب کا سرکردہ تھا قلعہ حوالہ کر دیا ۔ مانک چند گورنر ہگلی نے (۱۴۶) قیدی گرفتار کیے اور

ب

اُنھیں ایک چھوٹے سے کمرے میں جو
صرف اٹھارہ فٹ مربع تھا اور جس میں
صرف دو چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں تھیں رات
بھر بند کر دیا اسی کو بلیک ہول یعنی کالا
سوراخ کہتے ہیں۔ سراج الدولہ کو خبر
تک نہ ہوئی وہ خواب استراحت میں
تھا۔ صبح کو جب اس حجرے کا دروازہ
کھولا گیا تو صرف (۲۲) مرد اور ایک
عورت زندہ نکلی باقی سارے کے سارے
گرمی کی شدت سے دم گھٹ کر مر گئے۔ اس
افسوس ناک واقعہ کا الزام سراج الدولہ
کے سر نہیں تھوپا جا سکتا کیوں کہ
اگر اُسے جان ہی لینی ہوتی تو پکڑتے کے
ساتھ ہی مروا ڈالتا چنانچہ مسٹر ہالول
بھی یہی کہتے ہیں کہ سراج الدولہ کا جان
لینے کا ارادہ نہ تھا یہ سارا قصور اُن لوگوں
کا ہے جنہوں نے لاپروائی سے اتنے
بہت سارے آدمیوں کو ایسے تنگ
مکان میں ٹھونس کر بند کر دیا اور رات
بھر خبر نہ لی۔

بلک اُٹھنا۔ بے قراری سے رونا۔

بُلاوا۔ طلب۔ شادی بیاہ میں جو مدعو کرتے ہیں۔

ب

بَل۔ فرق۔

بلوں بلوں پڑھ جانا۔ واویلا کرنا شور و شغب۔

بلا منتِ خلق۔ کسی کا احسان اُٹھائے بغیر۔

بِلّی کے بھاگوں الخ۔ تقدیر کی خوبی سے کسی کو بلا تگ و دو کوئی بات حاصل ہو جانا۔

بلند پروازی۔ عالی حوصلگی۔

بمصداق عذر گناہ بدتر از گناہ
موافق اس قول کے کہ گناہ کرکے بجائے اقرار کے توجیہہ لنگ کرنا اور عذر گھڑنا ایسا ہے کہ وہ گناہ سے بھی زیادہ بُرا ہے۔

بنا سنوار۔ آراستہ پیراستہ کرکے۔

بنّو۔ دُلہن۔

بنیان مرصوص۔ سیسہ پلائی ہوئی دیوار مستحکم و استوار۔

بنکارنا۔ زور سے چلانا۔ دہاڑنا۔

بن نہیں آتا۔ مجھے کچھ کرتے دھرتے سدھرتا نہیں۔

بندی۔ ممانعت۔

بن پیندی کا بدھنا۔ جو شخص کسی بات پر قایم نہ ہو۔

بندھن۔ بندش۔ باندھنے کا ڈورا۔

ب

بند ہیضہ - وہ ہیضہ جس میں قے دست نہ ہو۔
بندۂ درم - روپیے پیسے کا غلام۔
بن بلائی احمق الخ - مان نہ مان میں تیرا مہمان - ناخواندہ مہمان - کوئی کہے یا نہ کہے کام میں دخل دینا۔
بندھوا - قیدی - پابند۔
بندش - ممانعت۔
بن ٹھن کے - بناؤ سنگھار کرکے۔
بنج بیوپار - معاملت - کاروبار - دادوستد۔
بوریا بدھنا باندھنا - چلنے کی طیاری کرنا۔
بوباس - خصلت - خوش بو۔
بوجھنا - پوچھنا (گنواری بولی)
بوٹی بوٹی الگ - ٹکڑا ٹکڑا جدا۔
بوجھل - وزنی۔
بوڑھ سہاگن - دعا ہے - بڑی عمر تک تم بھی جیو اور تمھارا شوہر بھی زندہ رہے
بولی وولی - وولی بدل تابع ہے۔
بوکھلانا - گھبرانا - بدحواس ہوجانا۔
بھاگڑ - جلدی - اضطراب۔
بھاگم بھاگ - جلدی جلدی - مستعجلانہ۔
بھاؤ - نرخ۔
بھاگوان - خوش نصیب۔

ب

بھانڈا پھوٹنا - افشائے راز
بھکسنا - پھنکے مارنا - تھورنا - نگلنا۔
بھٹکنا - راستہ بھول جانا - کوراہ چلنا ٹامک ٹوئیے مارنا۔
بھانوں بھی نہیں - ذرا بھی اثر نہیں مطلق پروا نہیں۔
بھگوڑے پن - ہر وقت کا بھاگنا۔
بھروسہ - اعتماد۔
بھڑکا ہوا - ڈرا ہوا۔
بھری بیٹھی تھیں - غصے میں تھیں۔
بھرائی ہوئی آواز میں - غصے یا رنج کی آواز
بھول پر پتھر پڑیں - بھول کا برا ہو۔
بھٹ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان
صدقے کیا تھا وہ سونا جس سے کانوں کو نقصان ہو۔
بھرا پرا - آباد - بارونق۔
بہتی بہاتی - آوارہ گرد جس کا کوئی ٹھور ٹھکانا نہ ہو۔
بھنیا - بہن (گنواری بولی)
بھلے چنگے - اچھے خاصے۔
بھلامانس - اشراف - نیک آدمی۔
بھاری بھرکم - باوقار - معتبر۔

ب

بھس میں چنگی ڈال الخ۔ خود ہی آگ لگائیں اور آپ ہی پانی لینے کو دوڑیں۔ خود فساد ڈلوائیں اور پھر الگ کے الگ۔

بہی خواہ۔ خیر خواہ

بھیا کی جان کی سوں۔ بھائی کی جان کی قسم (گنواری بولی)

بھونچکا۔ متحیر۔ تعجب کی حالت میں۔ چکرا جانا۔

بھیگی بلی۔ غریب مسکین۔

بھراٹا۔ زعم۔ بھروسا۔

بھونچال۔ زلزلہ۔

بھر مٹھی۔ اکھٹی۔ یک مشت۔

بھیڑنا۔ بند کرنا۔

بھکراند۔ پھپھوندی لگ کر بگڑ جانا۔ سڑی بو۔

بھدا / **بھدسیلی** } بے ہنگم۔ بد قطع۔ بے ڈول۔ اٹھموٹ

بھرکس نکال دیا۔ طاقت سلب کر لی۔ بے دم کر دیا۔

بھداکوٹ۔ بدنما بالائی تہ یا ابرا رنگ کے ایک دفعہ پھیرنے کو کوٹ (انگریزی) کہتے ہیں۔

بھوبل۔ گرم راکھ یا ریت۔

ب

بھرم۔ اعتماد۔ ساکھ۔

بھولی بھالی۔ سادہ لوح۔

بھلا منہ کیا تھا۔ یعنی کیا حوصلہ تھا۔

بھید۔ راز۔

بھنک۔ اڑتی ہوئی خبر۔

بینڈی۔ بے ڈھنگی۔

بیک بینی و دو گوش۔ اکیلی۔ تن تنہا۔

بیرنگ واپس۔ جس طرح آئے تھے بے نیل مرام واپس۔

بے ریا۔ خلوص سے۔ دکھاوے کو نہیں۔

بیٹ۔ پنچال۔

بے اعتنائی۔ بے پرواہی۔ کم توجہی۔

بیٹھک۔ دیوان خانہ۔ جائے نشست۔

بیل منڈھے چڑھنا۔ مراد ملنا۔ کامیاب ہونا۔ حصول مطلب۔ فائز المرام ہونا۔

بیر کرنا۔ بغض و کدورت رکھنا۔

بی۔اے۔ انگریزی کا ایک بڑا امتحان ہے۔

بیچ بچاؤ کرنا۔ تصفیہ کرا دینا۔ مصالحت کرا دینا۔

بے بھاؤ کی جوتیاں پڑنا۔ ایسا پٹنا کہ جس کا شمار نہ ہو۔

بیرہ۔ دفعہ۔ (گنواری)

بیرا۔ (انگریزی) بیرر۔ خدمت گار۔

ب

بپھنگم۔ بد قطع۔ بے ڈول۔
بے سود خوار۔ بے فائدہ ذلیل۔
بیوتات۔ خدمت گاروں کے رہنے کے مکانات جنھیں انگریزی میں آوٹ ہوزز کہتے ہیں۔
بے ٹھور ٹھکانے۔ بے موقع۔
بیڑا پار ہونا۔ کام نکل جانا۔
بے ڈھنگا۔ بد سلیقہ۔

پ

پا بدست دگرے الخ۔ جبر آ لے جانا اس طرح کہ پاؤں ایک پکڑے اور ہاتھ دوسرا۔
پالا پڑنا۔ سابقہ پڑنا۔
پائیں۔ نیچے وار کو۔
پارۂ درخاک الخ۔ اپنی کوشش سے ایک بیج زمین میں ڈال دیا ہے خدا کرے کہ حالت بعد بڑھتے بڑھتے وہ ایک پھل دار درخت ہو جائے
پاس پڑوس۔ حق ہمسایہ۔
پانی سے آگے پاڑ باندھنا۔ سوت نہ کپاس کولھو سے لٹھم لٹھا یعنی کسی بات کا ٹھکانا نہیں مگر اہتمام پہلے سے ہو رہا ہے۔
پاس نہ پھٹکنا۔ نزدیک تک نہ آنا۔
پاؤں دھو دھو کے پینا۔ بدرجۂ غایت شیفتہ و فریفتہ ہونا۔
پاسنگ۔ ترازو کے دونوں پلڑوں میں جو فرق ہوتا ہے اس کے پاسنگ بھی نہیں یعنی اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچے۔
پاؤں پھلنی ہو جانا۔ پھرتے پھرتے پاؤں زخمی ہو جانا یعنی بڑی دوا دوش۔
پاسبان۔ محافظ و نگہبان۔
پاکھنڈ مچانا۔ ڈھونگ کرنا۔
پارینہ۔ کہنہ۔ پرانا۔
پائنتی۔ پلنگ کا وہ رخ جو پاؤں کی طرف ہوتا ہے۔
پالنا پوسنا۔ پرورش و پرداخت۔
پاؤں خاک ہو جانا۔ بالکل تابعدار و فرماں بردا ہو جانا۔
پاؤں میں مہندی تھوڑی لگی ہے جو چھوٹ جائے گی
یعنی ایسا کون سا مشکل کام ہے جس کے کرنے میں تمہیں تامل ہے اور اگر کرو گی تو کیا حرج ہو جائے گا۔

پ

پاؤں تلے کی زمین نکل جانا۔ مضطرب و حواس باختہ ہوجانا گھبرا جانا بے اوسان ہوجانا۔

پاؤں میں بیڑی پڑنا۔ مجبور و عاجز ہوجانا۔

پانی مرنا۔ کسی قسم کے نقص کا ہونا۔

پالیسی۔ (انگریزی) منشاء۔ طرز عمل۔

پتھر کا کلیجہ کرلینا۔ دل سخت کرلینا۔

پتے کو مارنا۔ برداشت کرنا۔

پتیانا۔ اعتبار کرنا۔

پتے وار۔ نشان وار۔ ٹھکانے سے۔

پٹخ دینا پھینک دینا۔ زور سے ڈال دینا۔

پٹنا۔ جھکنا۔ کسی بات کے پیچھے پڑجانا۔

پٹاپٹی کا موبان۔ سفید اور سرخ دورنگی دھجی جو چوٹی کے سرے پر باندھی جاتی ہے۔

پیڑا۔ بیٹھنے کا تختہ۔

پٹا دینا۔ چکا دینا۔ ادا کردینا۔

پٹے۔ سر کے بال جو کانوں تک ہوتے ہیں۔

پٹلیا چھوٹی پوٹلی۔ چھوٹی گٹھری۔ بقچیہ۔

پیچھڑوں۔ پاجیوں۔ کمینوں۔ رذیلوں۔

پچ کرنا۔ حمایت لینا۔ پشتی لینا۔

پچھتانا۔ ندامت۔ شرمندگی۔ انفعال۔

پ

پچ پچ جانا۔ دب جانا۔

پخ۔ فی۔ نقص۔ زبردستی کا اعتراض۔ کسی چلتے کام میں فضول رخنہ اندازی کرنا۔

پخت و پز۔ پکا کرلینا۔ مستحکم۔

پرسان حال۔ پوچھنے والا۔

پرندہ بھی ایسا گھرا۔ یعنی بہت سخت کہ پرندہ پر نہ مار سکے۔

پرتول۔ ڈھونڈ۔ کرید۔ تفتیش۔ تفحص۔

پردیس۔ غریب الوطنی۔ عالم مسافرت۔

پرائی۔ دوسرے کی۔

پرچھائواں۔ سایہ۔ اثر۔

پریزیڈنٹ۔ (انگریزی) میر مجلس۔ صدر جلسہ۔

پرمحلّے۔ دوسرے محلے میں۔ غیر جگہ۔

پرپرزے۔ کیل کانٹے۔ سامان۔

پھر جانا۔ بدل جانا۔ منحرف ہوجانا۔

پرمحن۔ رنجیدہ۔ مغموم۔

پرکالہ آتش۔ آگ کی چنگاری یعنی بڑی تیز مفسد۔

پڑواسے۔ پڑپائے بھی کہتے ہیں جو پایوں کے تلے سرا نہا اونچا کرنے کو لگائے جاتے ہیں۔

پڑھاجن۔ عجمی۔ ضدی۔ ضرورت سے زیادہ

پ

ہوشیار جو کسی کی بات سے قائل نہ ہو۔

پس وپیش۔ تامل

پس انداز کرنا۔ بچانا۔

پسیجنا۔ نرم پڑجانا۔

پس جانا۔ آفت میں آجانا۔

پکّا وعدہ۔ قول راسخ۔

پکوا رندھوا۔ کھانا پکوا سمیٹ سماٹ۔

پلڑا۔ ترازو کا ایک حصہ۔

پلّا بھاری ہونا۔ جم جانا۔ جڑ مضبوط ہونا۔

پل پڑنا۔ کسی پر ٹوٹ پڑنا۔ یورش کرنا۔

پلنگانہ۔ چھوٹا پلنگ۔ پلنگڑی۔

پنّے اور کٹّے۔ جہاں دیدہ اور اپنے قول پر ثابت۔

پن کُٹّی۔ پان کوٹنے کا چھوٹا سا ظرف جیسے کھرل۔

پن ڈالنا۔ اُدھیڑ دینا۔ بے طور فضیحت کرنا۔

پن چورا۔ مٹی کا لوٹا جو پانی چُرا لیتا ہے اور پھر جب پھونکو تو پانی اُبل پڑتا ہے ہر دم ٹپکتا رہتا ہے۔

پن ڈبّی۔ ایک قسم کی مُرغابی ہے جو ہر وقت پانی میں ڈبکیاں لگاتی رہتی ہے

پنشن۔ (انگریزی) وظیفہ۔

پنج عیب شرعی۔ بڑا عیب دار۔

پندار۔ خیال۔

پ

پنجے جھاڑ کے پیچھے پڑجانا۔ بے طور کسی کے سر ہوجانا۔

پوچھ گچھ۔ پرسش

پوت کے پاؤں الخ۔ بچے کی حالت چھٹپنے ہی سے معلوم ہوجاتی ہے کہ وہ آیندہ چل کر کیسا نکلے گا۔

پوپلا۔ جس کے مُنہ میں دانت نہ ہوں۔

پوست کندہ حالات۔ تفصیلی اور اصلی کوائف۔

پوزیشن۔ (انگریزی) وقعت حیثیت۔

پھلروا۔ پھول کی طرح۔

پھوہڑ۔ بدسلیقہ۔

پھسل پڑنا۔ بات کو جھٹ پٹ مان لینا۔ گرویدہ ہوجانا۔

پھسپھسی۔ بودی۔

پہل۔ ابتدا کرنا۔

پھوسڑا۔ تُس۔ یعنی بے حقیقت۔

پھبتا ہوا۔ موزوں۔ مناسب۔

پھوک۔ فضلہ۔

پھپوندی۔ بھبوجی جو سیل پونہچ کر لگ جاتی ہے۔

پھوٹی کوڑی۔ (گنواری) پھوٹی کوڑی خرمہرہ۔

پ

پھسکم پھاکی۔ پھینکنا۔ اُلٹ پلٹ کر دینا۔
پہاڑ گنج۔ دہلی سے ملا ہوا ایک گاؤں ہے۔
پھڑکتی ہوئی گئیں۔ آرزو دل میں لے کر مر گئیں۔
پھنکیت۔ پھینک میں مشّاق۔
پھننگ۔ نوک۔ سب سے اوپر کی چیز۔
پہلے ہی سے بھری بیٹھی تھی۔ یعنی آمادہ تھی۔ غصہ چڑھا ہوا تھا۔
پھڑکن۔ بے قراری۔ اضطراب۔
پھنپھنا۔ زور سے غصّے سے اُٹھ کھڑے ہونا۔
پیٹک پیّا۔ پٹس۔ اپنے آپ کو پیٹ ڈالنا خود مار لینا۔
پیٹ بھر کر بگاڑنا۔ خوب بگاڑنا۔
پیش دالان۔ صدر دالان۔
پیران کلیر۔ ایک موضع کا نام ہے جو رڑکی کے قریب ہے جہاں حضرت خواجہ علاء الدین صابر ایسا بزرگ کا مزار شریف ہے۔ آپ کا عرس شریف بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے جس میں ہزارہا آدمیوں کا مجمع ہوتا ہے اور دور دور سے لوگ آتے ہیں۔

پ

پیاپے۔ یکے بعد دیگرے۔
پیٹ کا ہلکا ہونا۔ جس کے پیٹ میں کوئی بات نہ پچے۔ جو راز نہ رکھ سکے۔
پیش حکیم مرو الخ۔ حکیم کے پاس جانے سے کچھ فائدہ نہیں بلکہ تجربہ کار کے پاس جانا زیادہ مفید ہے۔
پیراں نمی پرند الخ۔ پیر بے چارے تو کچھ تعلّی کی نہیں لیتے مگر اُن کے مرید بڑی ڈینگ مارتے ہیں اور پیر کو آسمان تک پونچا دیتے ہیں۔
پیٹ میں چوہے دوڑنا۔ گھبراہٹ۔ پریشانی اضطراب۔

ت

تارے ٹوٹنا۔ اچانک مصیبت آن پڑنے سے جو ایک قسم کی چکا چوند آجاتی ہے اور نظر کے سامنے دھندلا دکھلائی دینے لگتا ہے۔
تاملیٹ۔ (انگریزی ٹمبلر سے بگڑا ہوا ہے) ٹین کا چینو۔
تاڑ جانا۔ پہچان لینا۔ بھانپ لینا۔
تار نظر۔ نگاہ کی جوت۔
تالو سے زبان نہ لگنا۔ ایک دم چیخے چلے جانا۔

ت

کسی وقت خاموش نہ رہنا۔
تاک لگائے رکھنا۔ موقع و محل کے منتظر رہنا۔
تانتا۔ سلسلہ۔
تبرّا۔ نفرت کرنا۔ بری ہونا۔ بے زار ہونا۔
تپّھیے۔ بکھیڑے۔
تتّتے۔ گرم۔
تتہڑا اگنگال۔ تانبے کا گھڑا جس میں پانی گرم ہوتا ہے۔
تجاہل عارفانہ۔ جان بوجھ کر انجان بن جانا۔
تجوری۔ لوہے کا صندوق جس میں ساہوکار روپیہ پیسہ رکھتے ہیں۔
تحفظ۔ حفاظت۔
تخم پاشی۔ بیج چھڑکنا کسی کام کا آغاز۔
تدبیر کند بندہ الخ۔ بندہ اپنی جگہ تدبیر کرتا ہے مگر تقدیر اس تدبیر پر ہنستی ہے۔
ترکی تمام ہونا۔ قطع محبت۔
ترتری۔ تیز رواں۔
ترت۔ فوراً۔ جلد۔
ترمرا۔ ذرہ۔
تریاق۔ زہر اتارنے کی دوا۔ زہر مُہرہ۔
تسبیح پھیروں الخ۔ ظاہر میں تو تسبیح پھراتی ہوں مگر مقصود یہ ہے کہ ستر آدمی

ت

کو اپنے بس میں کروں۔
تشہیر۔ مشہور کرنا۔
تشخیص۔ پہچانت۔ تعین۔
تعریف کے پل باندھ دینا۔ تعریف میں مبالغہ کرنا۔
تعلّم۔ سکھلانا۔
تفوق۔ برتری۔
تفحص۔ تلاش تفتیش۔
تقدیم۔ پہل۔
تقلید۔ پیروی۔
تقید۔ تاکید۔
تقدیر کے دھنی۔ نصیبے کے یاور۔
تک سے تک ملانا۔ جوڑ ملا دینا۔
تک و دو۔ کوشش۔
تکلے کے سے بل نکالنا۔ بدلا لینا۔
تلخ۔ کڑوا۔
تل جانا۔ آمادہ ہو جانا۔ طیار ہو جانا۔
تلچھٹ۔ دُرد۔ جو تہ میں بیٹھ جائے۔ گاد۔
تلّپٹ۔ غایب۔ جس کا پتہ نہ لگے۔ ناپید۔
تلوؤں سے لگنا۔ بڑی تمنا ہونا۔
تلملی۔ بے تابی۔ بے چینی۔ اضطراب۔ بے قراری۔
تمکنت۔ غرور۔ ٹیپ ٹاپ۔ شان و شوکت۔

ت

تمہارا میاں تو بس میاں ہی ہے۔
تمہارا شوہر تو بڑا بھلا مانس ہے۔
تناول کرنا۔ کھانا۔
تنفر۔ نفرت۔
تُنک مزاجی۔ نازک مزاجی۔
تُنک انگنے کو تو آ۔ (گنواری) ذرا ادھر تو آ۔
تنگ پکڑنا۔ عاجز کر دینا۔ مجبور کر دینا۔
توہمات۔ وہم۔ بے اصل باتوں پر یقین۔
توکلاً علی اللہ۔ اللہ پر بھروسہ کر کے۔
تواں بلطف الخ۔ مہربانی اور محبت سے کسی کے دل پر بھی قابو پا سکتے ہیں۔
دیکھ کہ دانے کے لالچ میں سیانی چڑیا بھی جال میں پھنس جاتی ہے۔
توپھان۔ (گنواری) طوفان۔
توانائی۔ طاقت۔
تہ کر دینا۔ ختم کر دینا۔
تھکا فضیحتی۔ رسوائی۔
تھوکنا۔ (کسی پر) حقیر و ذلیل سمجھنا۔ نفرین کرنا۔
تھتا لینا۔ (منہ) منہ بنا لینا۔ بگڑ جانا۔
تہ نشین ہونا۔ دل میں گڑ جانا۔ جم جانا۔
تھانور کے روج۔ (گنواری) ہفتے کے دن۔

ت

تہی دستان قسمت الخ۔ بدقسمتوں کو رہبر کامل سے بھی کچھ فائدہ نہیں ان کو تو حضرت خضر بھی مل جائیں تو بھی آب حیواں کے چشمے سے پیاسا ہی پلٹا لائیں۔
تہ در تہ۔ نیا۔
تیر کرنا۔ بسر کرنا۔ گزارنا۔
تین پانچ۔ تاویل و توجیہہ۔
تیل دیکھنا تیل کی دھار دیکھنا۔ تامل۔ کسی کام کو سہولت و اطمینان سے کرنا۔
تیوری پر بل آنا۔ پیشانی پر شکن ڈال لینا علامت ہے بددماغی کی۔
تیں نے۔ (گنواری) تو نے۔
تیجے۔ ہندوؤں کا ایک تہوار ہے۔
تیس مار خاں۔ شیخی خورے۔ افلاطون۔
تین میں نہ تیرہ میں الخ۔ کسی شمار میں نہیں کوئی پوچھتا بھی نہیں کہ تم کس باغ کی مولی ہو۔

ٹ

ٹالے بالے دینا } جھلانا۔ چیز التوا میں رکھنا۔
ٹالم ٹولا۔ }
ٹپکتے رہنا۔ بن بلائے چلے آنا۔ بلا طلب ملنا۔

ٹ

ٹرّوں ٹوں۔ بیک مینی دوگوش۔
ٹٹولنا۔ ہاتھ سے تلاش کرنا۔
ٹرّے۔ گستاخ۔ بدمزاج۔ جو ہر بات کا جواب دے۔
ٹس سے مس نہ کرنا۔ جنبش نہ کرنا۔
ٹسوے بہانا۔ ناحق رونا۔ خود ہی شرارت کرنا اور خود ہی رونا۔
ٹکڑا اٹیڑا۔ چھوٹا موٹا ٹکڑا۔
ٹکا دھر دیا۔ دام دے دیئے۔ اُجرت دے دی۔
ٹل جانا۔ وقت پر کہیں کو ہٹ جانا۔
ٹمٹمانا۔ چراغ کا مدھم جلنا۔
ٹنس بیٹ۔ (انگریزی) ٹنس کھیلنے کا ایک بلا ہے ٹنس انگریزی ایک کھیل ہے جو گیند اور بلّے سے بیچ میں جالا باندھ کر دو یا چار آدمی کھیلتے ہیں۔
ٹونے ٹوٹکے۔ اکثر عورتیں اس قسم کی فضولیات کرتی ہیں مثلاً توے کو اوندھا مار دیا کہ لڑائی ہو جائے یا دلتی میں تیل ڈال دیا کہ جس طرح پانی میں تیل پھٹتا ہے اسی طرح یا دل پھٹ جائے یا شوہر کے مطیع کرنے کو اُلّو کا گوشت کھلا دیا وامثال ذلک یہی ٹونے ٹوٹکے کہلاتے ہیں۔

ٹ

ٹوٹ کر ملنا۔ گرویدہ ہو کر شوق سے ملنا۔
ٹوہ لینا۔ سراغ برآری۔ خبر لینا۔ پتہ لگانا۔
ٹوٹا پھوٹا۔ شکستہ۔
ٹونا ٹاناا سے رہی سکھی الخ جادو وادو اے سہیلی بھول کر بھی نہ کرنا یہ سب فضول باتیں ہیں اپنے شوہر کی خدمت گزاری کیوں نہ کرو کہ وہ خود بخود قابو میں آجائے۔
ٹھنڈے دل سے۔ بہ اطمینان خاطر۔
ٹھاٹ۔ شان وشوکت۔
ٹھیس۔ ذراسی چوٹ۔
ٹھیک ٹھاک۔ درست۔ آراستہ۔
ٹھٹکتی۔ رکتی۔ جھجکتی۔ متامل۔
ٹھکانا۔ مقرر جائے۔ اقامت۔
ٹھوکر کھا کر سنبھل جانا مصیبت بھگت کر درست ہو جانا۔
ٹھسّا۔ تبختر۔ اترانا۔
ٹھور ٹھکانا۔ آسرا۔ ملجا ماوا۔
ٹہل خدمت۔ تابع داری۔ نوکری۔ چاکری۔
ٹھس۔ بلید۔ کند ذہن۔ سست۔ کاہل۔
ٹھوکے۔ طعن آمیز۔ چھیڑ چھاڑ۔

ٹ

ٹیڑھی انگلی سے گھی نکالنا۔ نرمی سے کام نہیں نکلتا بلکہ سختی سے نکلتا ہے۔

ٹیڑھی بانکی۔ بناؤ سنگھار کی شوقین۔

ٹیکری۔ ٹیلہ۔ چھوٹی پہاڑی۔

ٹیڑھی نگاہ۔ غصے کی نگاہ۔

ٹینٹوا۔ حلقوم۔ نرخرا۔ ٹینٹوا دبانا یعنی گلا دبانا عاجز کرنا۔

ٹیس۔ کُلَن۔ پھوڑے پھنسی کی سوزش۔

ٹیڑھی کھیر۔ اندھے نے پوچھا تھا کھیر کیسی ہوتی ہے تو کسی نے بگلے کی گردن کی مثال دی مگر اُس کی سمجھ میں نہ آیا جب سے یہ مثل چل پڑی کہ مشکل کام کو ٹیڑھی کھیر کہتے ہیں۔

ث

ثانی۔ دوسرا۔

ثالث بالخیر۔ دو شخصوں کے درمیان تیسرا پڑ کر جو صلح کرا دے۔

ج

جادو کا سر پر چڑھ کے بولنا۔ خود بخود کسی مخفی بات کا اظہار۔

جاں نثار۔ وفادار۔ خیر خواہ۔ جان چھڑکنے والا۔

ج

جان چھڑکنا۔ جان فدا کرنا۔ کسی بات میں دریغ نہ کرنا۔

جائی۔ زائیدہ۔ جس کے پیٹ سے پیدا ہوئی ہو۔

جان نہ پہچان خالہ بڑی سلام۔ بلا تعارف دخل در معقولات۔

جان کو آ جانا۔ سر ہو جانا۔ پیچھے پڑ جانا۔

جال بچھانا۔ کسی کو پھانسنا۔ مصیبت میں گرفتار کرنا۔

جان بوجھ کر۔ دیدہ و دانستہ۔ عمداً۔

جتنی چادر دیکھے الخ۔ خرچ بقدر وسعت ہونا چاہیے۔

جذبہ۔ ولولہ۔ جوش۔

جرمن سلور۔ (انگریزی) ایک قسم کی چاندی ہے جو جرمنی کے نام سے مشہور ہے۔ ہلکی قسم کی چاندی جس کے چمچے وغیرہ ہوتے ہیں۔

جَڑنا۔ بالفتح۔ تعبیہ کرنا۔ بالضم۔ میسر آنا۔

جُزرس۔ محتاط۔ کفایت شعار۔

جُزیات۔ تھوڑی بات۔

جزوِ عظیم۔ بڑا حصہ۔

جِز بِز۔ عاجز۔ مجبور۔

جعدِ مشکیں۔ گھونگر والے بال جس میں

ج

مشک کی لپٹ آئے۔

جغرافیہ۔ مرکب ہے دو الفاظ یونانی جی اور گریفی سے جی کے معنی زمین اور گریفی بیان۔ جغرافیہ وہ علم ہے جس میں ملکوں۔ دریاؤں۔ پہاڑوں وغیرہ کا حال ہو۔ کہ کون سا مقام کہاں ہے۔

جکڑ دینا۔ کس دینا۔ پھانس دینا۔ مجبور کر دینا۔

جگمگانا۔ چمکنا۔ جھم جھم کرنا۔

جگ ہنسائی۔ وہ بات جس پر دنیا ہنسے۔

جگالی کرنا۔ مویشی دانہ چارہ کھانے کے بعد جو آہستہ آہستہ منہ چلا کر ہضم کرتے ہیں۔

جل تو جلال تو الخ۔ خدا کی پناہ اللہ ہی اس بلا کو ٹالے تو ٹلے۔

جلی کٹی باتیں۔ طعن و تشنیع کی بات۔

جلاپا۔ غم۔ رنج۔ الم۔

جلے تو پھپھولے پھوڑا ہی کرتے ہیں بگڑے دل جو کچھ نہ کر بیٹھے تعجب نہیں۔

جُل دینا۔ دھوکا دینا۔ مغالطہ و فریب دینا۔

جلتوائی۔ عداوت۔

جمگھٹا۔ ازدحام۔ بھیڑ۔ مجمع۔

جنگوں۔ جاہل لوگ جگنوں کو جنگوں بولتے ہیں۔

ج

جمہی جم۔ ہمیشہ۔ مرحبا۔ مرحبا۔ خدا رکھے۔

جنجال۔ بلا۔ مصیبت۔

جنٹلمین۔ شریف آدمی۔

جوڑواں۔ توام۔

جوروا۔ جورو کو حقارت سے جوروا کہتے ہیں۔ جیسے لڑکے کو لونڈا۔

جوئندہ یابندہ۔ جو ڈھونڈے سو پائے۔

جوتیوں میں ڈال دینا۔ حقیر و ذلیل کرنا۔

جوتی سے۔ یعنی کچھ پروا نہیں۔

جوڑ توڑ۔ تدبیر کرنا۔

جوک سے۔ (گنواری) ذوق سے۔

جوانا مرگ۔ کوسنا ہے۔ یعنی خدا کرے کہ جوان ہی مر جائے۔

جواد۔ بڑا بخشش کرنے والا۔

جونا۔ گھانس پھونس جس سے برتن مانجھتے ہیں۔

جواب دینا۔ نکال دینا۔ برطرف کر دینا۔

جو کاٹے نہ کٹے۔ جو کسی طرح بسر نہ ہو۔

جوں توں کر کے۔ پس و پیش کر کے۔ تامل کر کے۔ کسی طرح بھی۔

جھجک۔ تامل۔ پس و پیش۔

جھلک۔ اچٹتی ہوئی نظر۔

ج

جھٹ۔ فوراً۔ جلد۔
جھونک دینا۔ زبردستی ڈال دینا۔
جھلانا۔ ٹالنا۔
جھلا مزاج۔ تیز مزاج۔ بدمزاج۔ غصیلا۔
جھڑپ۔ لڑائی۔ ردوکد۔ بحث مباحثہ۔
جھپ۔ فوراً۔ جلد۔
جھینپنا۔ شرمانا۔
جھونٹے۔ بالوں کی لٹیں۔
جھڑک دینا۔ زجر۔ ڈانٹنا۔
جھوڑ۔ فوری لڑائی۔ کش مکش
جھک مارنا۔ حماقت کرنا۔
جھولا۔ ڈھیلا۔
جھیل لینا۔ برداشت کرنا۔
جھلنگے۔ وہ چارپائی جس کا بان ٹوٹا ہوا ہو۔
جھاڑو پھر جانا۔ کچھ باقی نہ رہنا۔ صفایا ہو جانا۔
جھکولا۔ صدمہ۔
جھجری۔ ایک قسم کی صراحی۔
جھپاکے سے۔ جلدی سے۔
جھٹکنا۔ جھاڑنا۔
جھائیاں۔ منہ پر جو دھبے پڑ جاتے ہیں۔
جھڑی۔ مسلسل بارش۔
جھپٹ کر۔ جلدی سے۔ پھرتی سے۔

ج

جیتے جی۔ زندگی میں۔
جیّد۔ پکا۔

چ

چالاک۔ ہوشیار۔
چاشنی۔ بانگی۔ نمونہ۔ مزا۔
چال ڈھال۔ وضع قطع۔ طرز و روش۔
چار آنکھیں کرنا۔ دوبدو۔ روبرو۔ مقابلہ کرنا۔
چار دن کی چاندنی الخ۔ صرف چار دن کی رونق اور پھر وہی مصیبت۔
چار چاند لگا دینا۔ آؤ بھگت۔ عزت کرنا۔ توقیر بڑھانا۔
چار ابرو کا صفایا۔ ڈاڑھی مونچھ صاف۔
چارپائے بر وکتابے چند۔ علم پر جو عمل کرے وہ ایسا ہے کہ نہ تو اسے کچھ آتا ہی ہے نہ عقل رکھتا بلکہ یوں سمجھو کہ جیسے کسی جانور پر کتابوں کا بوجھ لاد دیا۔
چارج لینا۔ (انگریزی) جائزہ لینا۔ مامور بکار ہونا۔
چاٹ۔ چسکا۔ مزا۔
چلبلی۔ خفیف الحرکات۔
چبھن۔ درد۔ اس طرح کی تکلیف جیسے کوئی

چ

چیز چبھتی ہو۔

چپقلش۔ تنگی جائے۔ انبوہ۔ ہجوم۔ بھیڑ۔

چپے چپے۔ کونے کونے۔ ہر جگہ۔ ذرا ذرا سے مقام پر۔

چیتھڑا۔ چندھی۔ کترن۔ کپڑے کا ٹکڑا۔

چت بھی اپنی اور پٹ بھی اپنی۔ یعنی ہر طرح اپنی ہی جیت۔ حق ناحق اپنی ہی بات ور رہے۔

چتی۔ روٹی پر جو سینکنے سے سرخ سرخ نشان پڑ جاتے ہیں۔

چترائی۔ ہوشیاری۔ چالاکی۔

چٹ پٹ۔ جھٹ۔ فوراً۔

چٹ کر جانا۔ کھا جانا۔

چٹخارا۔ مزا۔ ذائقہ۔

چٹنی ہو جانا۔ جلد خرچ ہو جانا۔

چٹورپن۔ سودے کھانے کا شوق۔ زبان کا مزا۔

چٹ اُڑ جانا۔ کسی چیز کی بیچ اُکھڑ جانا۔

چٹخنی۔ بولٹ (انگریزی)

چٹکی بجاتے کام ہو جانا۔ ذرا سی دیر میں کام ہو جانا۔

چٹکلا۔ مزے دار بات۔ لطیفہ۔

چراغ میں بتی پڑی الخ۔ سر شام سے سو جانا۔

چ

چراغ گل پگڑی غائب۔ اندھیرے میں حسب منشار کام ہو جاتا ہے چالاکی اور ہوشیاری سے کوئی کام کرنا۔

چرکا۔ چرپٹہ۔

چڑیل۔ ارواح خبیثہ۔

چڑھاوا۔ وہ زیور جو سسرال سے آتا ہے۔

چرغنا۔ جب بچہ شروع شروع تتلا تتلا کر بولنا شروع کرتا ہے تو اسے چرغنا کہتے ہیں۔

چرخ چوں۔ چوں چوں کی آواز۔ ڈھیلم ڈھالا۔ پرانی

چکر۔ دور تقدیر کا پھیر۔ پریشانی۔

چکر کھما۔ ایسا قابو میں کر لینا۔ کہ بس گھر کے چکر ہی کاٹا کرے۔

چکٹنا۔ منہ بھر کے ایسا کاٹنا کہ سارے دانت ابھر آئیں۔

چکرانا۔ گھبرا جانا۔ متحیر ہو جانا۔

چکنے گھڑے الخ۔ بے حیا اور بے غیرت کی وہی مثل ہے جیسے چکنے گھڑے پے بوند پڑ کر ٹکتی نہیں پھسل جاتی ہے یعنی کسی بات کا اثر ہی نہیں۔

چکٹ جانا۔ (سر) سر کے بال چیکنے لگنا۔

چلتے ہوئے۔ سراسری۔

چ

چلتا ہوا نسخہ۔ مجرب نسخہ۔ آزمودہ۔

چل چل لمبا ین۔ جا جا دور ہو۔

چلّانا۔ چیخنا۔ پکارنا۔

چل نکلنا۔ ہاتھ پاؤں نکالنا۔ دنیا کی ہوا لگنا۔

چلتی پرزہ۔ چالاک۔ ہوشیار۔

چلچلاتی دھوپ۔ سخت دھوپ جس میں نظر چوندھیا جائے۔

چشم بد دور۔ ماشاء اللہ۔ نظر بد دور۔

چمپت ہونا۔ چل دینا۔ غایب ہو جانا۔

چند را کر۔ ان جان ہو کر۔

چونچلا۔ نخرہ۔ ناز۔

چونڈے۔ سر کے بال۔

چوکھٹ۔ دہلیز

چوٹی کا گھرانا۔ اعلیٰ خاندان سب سے اونچا اور نامور کنبہ۔

چوپٹ۔ خراب۔ برباد۔ ستیاناس۔

چوتھا بھر کے۔ یعنی چوتھا برس پورا ہو کے۔

چوبند و چاق۔ مستعد۔ ہوشیار۔

چور چوری سے گیا الخ۔ جس کی جیسی عادت پڑ جاتی ہے وہ اس سے باز نہیں آتا۔

چ

چوہا بل میں نہ سمائے الخ۔ اپنی گزران کا ٹھکانہ ہی نہیں اوپر سے اور بلا سر لے لی۔

چوری بیٹھی تھی۔ شرمندہ و پشیمان ہو گئی تھی۔

چو احمق الخ۔ جب تک احمقوں کا وجود دنیا میں ہے تو ان کی بے وقوفی کی بدولت مفلس کوئی بھی نہ رہے گا۔ یعنی ان کی حماقت سے دوسرے لوگ مستفید ہوں گے۔

چوٹی ایڑی پر سے وارنا۔ سر سے لے کر پاؤں تک صدقے میں اتارنا۔

چوکھونٹی۔ مربّع۔

چوں نہ کرنا۔ اُف نہ کرنا۔ بحث و تکرار۔

چُنْدڑی۔ رنگی ہوئی اوڑھنی جس میں لال سفید چتّیاں ہوتی ہیں جو اکثر گنواریاں اوڑھتی ہیں۔

چوکڑی بھول جانا۔ حواس باختہ ہونا۔

چول ٹھیک بیٹھنا۔ معاملے کا روبراہ ہونا۔

چوکھی۔ (گنواری) اچھی۔

چوکنّا۔ ہوشیار۔ باخبر۔

چھاتی پر مونگ دلنا۔ کھلے خزانے ظلم کرنا۔ جبر کرنا۔

چھٹکارا۔ نجات۔

چھان بین۔ تلاش تفتیش۔

چ

چھرے مہرے۔ وضع قطع۔
چھلّا اتارنا۔ سرسری طور پر اپنے سر سے کسی بات کو ٹال دینا۔
چہل پہل۔ رونق۔
چہ نسبت خاک الخ۔ خاک کو پاک چیز سے کیا نسبت یعنی بے جوڑ بات۔
چھل بٹّے۔ مکروفریب۔
چھجّا۔ سائبان۔
چھانٹنا۔ منتخب کرنا۔
چہیتا۔ لاڈلا۔ پیارا۔
چھپر پھاڑ کے دینا۔ بے طلب کوئی چیز مل جانا۔ خلاف توقع فلاح۔
چھکّے چھوٹ جانا۔ حواس باختہ ہوجانا۔ پریشان ہوجانا۔
چھٹ چھٹا جانا۔ کم ہوجانا۔ فضولیات خارج ہوجانا۔
چھٹ چھٹا جانا۔ القطع ہوجانا قطع تعلق۔
چھٹم چھٹّا۔ چھٹ جانا۔ بے تعلقی۔
چھچھوندر چھوڑ دینا۔ فساد لگا دینا۔
چھا جانا۔ حاوی ہوجانا۔
چہرے شاہی۔ کلدار۔
چھپی ڈھکی۔ پوشیدہ۔

چ

چھلاوا۔ غول بیابانی۔
چہ تواں کرد الخ جب آدمی ہی اس قسم کے ہیں تو کیا کیا جائے چارو ناچار انھیں سے موافقت رکھنی چاہیئے۔
چھلنی ہوجانا۔ زخمی ہوجانا۔ زیادہ دوا دوش سے مراد ہے۔
چھدرا۔ دور دور بنا ہوا۔ جو ٹھسٹ نہ ہو۔
چھان مارنا۔ بہت تلاش کرنا۔
چھبّا۔ بانس کی کھپچیوں کا بنا ہوا خوان پوش۔
چھوڑے گاؤں الخ۔ چھوڑی ہوئی چیز کا ذکر ہی کیا۔
چھٹی میکے چھٹی میکے۔ جب دیکھو میکے کو چلیں۔
چیخنا۔ چلّانا۔ شور کرنا۔
چھی چھی۔ بُری چیز۔ بچوں کا پاخانہ۔
چیل کے گھونسلے الخ۔ بھلا کہیں چیل کے گھونسلے میں گوشت باقی رہ سکتا یعنی ہمارے پاس کہاں سے آیا۔
چین۔ آرام۔ آسایش۔ فارغ البالی۔
چیں چپڑ۔ بحث مباحثہ۔ حجت۔ تکرار۔

ح

حال وقال۔ کیفیت۔ حالت۔

ح

حاوی ہونا۔ چھا جانا۔ غالب آنا۔
حامی بھرنا۔ قول وقرار کرنا۔ وعدہ کرنا۔
حبنق۔ بے ڈھنگا۔ مہمل۔
حجت حق۔ دلیل صادق۔
حرماں نصیب۔ بدنصیب۔
حرافہ۔ بڑی فتنہ پرداز۔
حشوب۔ مارواڑی حساب کو حشوب کہتے ہیں۔
حصت۔ حضرت کو جلدی میں حضت بولتے ہیں۔
حل کرنا۔ تصفیہ کرنا۔ فیصلہ کرنا۔
حلاوت۔ لطف۔ مزا۔ مٹھاس۔
حماقت آمیز۔ بے وقوفی کی۔
حنا بندی۔ مہندی لگانے کی رسم یعنی منگنی۔
حوصلے اور جگرے۔ ہمت اور دل گردے کی باتیں۔
حیات جاوداں۔ ابدی زندگی۔
حیص بیص۔ ردوقدح۔ تکرار۔ بحث مباحثہ

خ

خاک اڑانا۔ واہی تباہی پھرنا۔ آوارگی۔
خاکہ اڑانا۔ کسی کا افشائے راز یا ہجو کرنا۔
خائن۔ خیانت کرنے والا۔ غبن کرنے والا۔
خالی الذہن۔ جب کہ دل میں کچھ بات نہ ہو بے خبر۔
خاک بدہنم۔ میرے منہ میں خاک جیسے ہمارے یہاں کہتے ہیں کہ خاک چاٹ کے کہتا ہوں۔
خال۔ تل۔
خالصہ لگا دینا۔ تباہ وبرباد کردینا۔ لٹا دینا۔
خاک ڈالنا۔ درگزر کرنا۔ دبا دینا۔
خدا گر بحکمت الخ۔ خداوند تعالیٰ اگر کسی حکمت سے ایک نعمت لے لیتا ہے تو اور بہت سے راستے کشایش کے کھول دیتا ہے۔
خدشہ۔ اندیشہ۔ خطرہ۔
خدا ہمچو کنا د۔ خدا ایسا ہی کرے۔
خرمن۔ کھلیان۔
خس کم جہاں پاک۔ اچھا ہوا پاپ کٹا۔ بلا سر سے ٹلی۔
خفت۔ شرمندگی۔
خلاصہ۔ مختصر۔ ماحصل۔ مطلب کی بات۔
خلخال۔ پازیب۔
خمیازہ بھگتنا۔ اپنے کیے کا نتیجہ جھیلنا۔
خنتے ڈھیلے ہوگئے۔ کمان اتر گئی۔ غرور ڈھ گیا۔
خندہ پیشانی۔ ہنس مکھ۔

خ

خندۂ دنداں نما۔ کھلکھلا کر ہنسنا جس میں دانت کھُل جائیں۔

خودداری۔ اپنے تئیں سنبھالنا۔

خوش تر آں باشد الخ۔ عمدہ طریقہ بات کا یہ ہے کہ در پردہ کہی جائے۔

خوے بدرا الخ۔ بُری عادت والا سینکڑوں بہانے نکال کھڑے کرتا ہے۔

خون کے سے گھونٹ پی کر رہ جانا۔ بہت ضبط کرنا۔ برداشت۔ تحمل۔

خواب استراحت۔ آرام کی نیند۔

خوشدامن۔ ساس۔

خیر کرنا۔ بہتری کرنا۔ بھلائی کرنا۔

خیرباد کہنا۔ رخصت کرنا۔

د

دال ہے دال۔ یعنی حرف دال دلالت کرتا ہے۔

دائرہ وسیع۔ پھیلا ہوا حلقہ۔ یعنی بہت سے لوگوں سے ملاقات تھی۔

دار و مدار۔ انحصار۔ بھروسہ۔ ٹھکانا۔

داتا کے دینے کے سو ہاتھ۔ خدا جب دینے پر آتا ہے تو سو طرح سے دیتا ہے۔

دانت نکوسنا۔ عاجزی کرنا۔

دانت کاٹی روٹی۔ گاڑھی دوستی یک جان و دو قالب۔

دانتوں چڑھانا۔ کوسنے کا موقع دینا۔

دانتا کِلکِل۔ ہر وقت کی کوسم کاٹی۔

دارالامان۔ پناہ کی جگہ۔

داغ بیل۔ راستے کی لیکھ جس کو دیکھ کر آدمی چل سکتا ہے۔ رہ نمائی۔

دال میں کالا۔ کچھ شبہ و شک کا موقع۔

دبے پاؤں۔ آہستہ۔

دبی زبان سے کہنا۔ آہستہ کہنا۔ تامل کر کے کہنا۔

دبیل۔ مغلوب۔

دبیز۔ موٹا۔ غفص۔

دخیل۔ دخل دینے والا۔

دربدر۔ دروازے۔ دروازے۔

در عفو لذت الخ۔ معافی میں جو مزا ہے وہ بدلا لینے میں کب ہے۔

درجن۔ (انگریزی) ڈزن۔ بارہ۔

درخور۔ لایق۔

در۔ دروازہ۔

دُرِ شاہوار۔ عمدہ موتی۔

دریائی۔ ایک قسم کا ریشمین کپڑا جو کثرت سے

د

لاہور میں بنتا ہے۔

دراڑ۔ رخنہ۔ جھری۔

دڑبڑا لینا۔ ایسا گھبرا دینا کہ کچھ نہ سُدھرے۔

دست و گریباں ہو جانا۔ ہاتھا پائی پر تُل جانا۔

دسترخوان چُننا۔ دسترخوان پر کھانا جمانا۔

دُسراہٹ۔ ایک سے دو اکھٹے ہونا۔ رفع تنہائی۔

دست شفقت پھیرنا۔ بطور تعریض کہا ہے یعنی مارنا۔

دست خود دہان خود الخ۔ باوجود موقع ہونے کے اگر کوئی نہ کھائے تو گویا وہ اپنا نقصان آپ کرتا ہے۔

دست بوسی۔ تعارف۔ آغاز کار۔ ہاتھ چومنا۔

دس لَین کا لمپ۔ دس بتّی کی روشنی کا لمپ۔

دست بُرد۔ لوٹ لینا۔ قابو پا لینا۔

دست و پا شکستہ۔ بے قابو۔ ناچار۔ عاجز۔

دشمناگی۔ (عورتوں کی بولی) دشمنی۔ عداوت

دفعتہً۔ یکایک۔ اچانک۔

دفتر ہی گاؤخورد ہو گیا۔ سارا کام اُلٹ پلٹ ہو گیا۔

د

دقیق۔ باریک۔

دقیانوسی۔ پُرانا۔ قدیم۔ از کار رفتہ۔

دُکھڑا۔ داستان۔ مصیبت۔ شکایت۔

دُکھتی چوٹ کی ٹھیس۔ چبھتے کی بات کہنا۔

دگھدہا۔ مذبذب۔

دل ٹھکنا۔ اطمینان خاطر۔

دلکش۔ دل لبھانے والا۔ پسندیدہ۔ مرغوب

دل میں گھر کر جانا۔ دل میں جگہ پیدا کرنا نظروں میں چڑھ جانا۔

دل دھک دھک کرنا۔ ڈر کے مارے قلب کی حرکت بڑھ جاتی ہے۔ اچانک کسی بات کا سُن لینا۔ حیرت کی بات۔

دلدادہ۔ فریفتہ۔

دل میں سمانا۔ کسی بات کا خیال میں آجانا۔

دل الٹنا۔ دیوانگی۔ فریفتہ ہونا۔

دل پھٹ جانا۔ شکستہ خاطر ہو جانا۔

دل مٹھی میں لینا۔ خاطرداری۔ استمالت

دل کھٹا ہو جانا۔ نفرت ہو جانا۔

دل میں بڑی سمائی ہے۔ دل میں بڑی گنجائش ہے۔ عالی حوصلگی۔

دلیل۔ تدارک۔

د

دل اُکھڑ جانا۔ طبیعت اُچاٹ ہوجانا۔ دل نہ لگنا
دل ہل جانا۔ صدمۂ عظیم۔
دل بجھ جانا۔ پژمردہ خاطر۔ افسردہ۔
دل پرچانا۔ لبھانا۔
دل ہاتھ میں لینا۔ خاطر۔ مدارات۔ تواضع۔
دُلکنا۔ ڈُکنا۔ ہٹکنا۔
دم بھرنا۔ کسی کو لخلخہ لگ جانا۔
دمڑی دمڑی۔ ذرا ذرا سی بات۔ کوڑی کوڑی۔
دم دار۔ طاقت ور۔
دم فنا ہونا۔ خوف زدہ ہونا۔
دم نہ مارنا۔ برداشت کرنا۔
دم دبا کر چلتا بنا۔ کچھ کہا سنا نہیں چپ چاپ چلا گیا۔ بلا چون و چرا کیے خاموش چلا گیا۔
دندناتے پھنپھناتے۔ زور شور اور غصّے سے۔
دن پھر جانا۔ تقدیر مساعد ہوجانا۔ زمانہ موافق
دنداں شکن جواب۔ جواب دُسکت۔ ایسا جواب کہ جس کا پھر جواب نہ ہوسکے۔ کلّہ بکلّہ۔
دن دہاڑے۔ علی رؤس الاشہاد۔ روز روشن میں علی الاعلان۔ کھلّم کھلا۔

د

دُنبل۔ گیٹھل۔ وہ پھوڑا جس کا مُنہ نہ ہو۔
دندان موش۔ چوہے کے دانت۔
دنیا ومافیہا۔ دُنیا کی کُل کائنات۔
دندانے۔ کنگھی کے دانت۔ چاقو کی دھار چھٹ کر نشان پڑجانا۔ رخنہ۔
دُنیا خوابیست۔ دنیا نِرا خواب ہی خواب ہے رہی زندگانی وہ ایسی ہے جیسے کسی نے سوتے میں خواب دیکھا یعنی چندروزہ اور پھر فنا۔
دن پہاڑ۔ یعنی بہت لمبا کہ کسی طرح کاٹے نہ کٹے اجیرن ہوجائے۔
دوبھر۔ بار۔ ناگوار خاطر۔
دو میں تیسرا الخ۔ دخل در معقولات۔ دو میں تیسرے آدمی کا دخل دینا ناگوار خاطر ہوتا ہے۔
دوراندیش۔ انجام کار کی سوچنے والا۔ سمجھ دار عقل مند۔
دوہاجو۔ وہ مرد جس کی پہلی بیوی مرگئی ہو۔
دوسروں پر ڈھال ڈھال کر کہنا۔ اشارۃً کنایۃً کہنا۔
دوالیہ۔ جس کا دیوالہ نکل جائے۔ مفلس۔ قلّاش۔
دوادوش۔ سعی۔ کوشش۔ دوڑ دھوپ۔
دودھاری گائے۔ فائدہ بخش۔ ثمردار

د

دونوں وقت ملتے۔ سر شام۔
دُہرانا۔ مکرر تذکرہ کرنا۔ دوبارہ کہنا۔
دوڑ دھوپ۔ کوشش۔
دودھ کا جلا الخ۔ جسے ایک مرتبہ نقصان پونہچ جاتا ہے وہ بہت پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہے۔ اور ہر چیز سے ڈرنے لگتا ہے۔
دو انگلیاں ماتھے پر رکھ لینا۔ بد دلی سے سلام کر لینا۔
دُور دفان۔ چل نکل۔ غارت ہو۔ اُجڑ جا۔ برباد ہو جائے
دھر لینا۔ پکڑ لینا۔
دھینگا مشتی۔ زبردستی۔ سرزوری۔ شورہ پشتی۔
دھیما۔ ٹھنڈا۔ مدھم۔
دھن دولت کی جونک۔ دولت کی لٹانے والی جس طرح جونک خون چوستی ہے اسی طرح دولت کو تباہ کرنے والی۔
دُھندلے۔ نا صاف
دھورے۔ (گنواری) نزدیک پاس۔
دھڑا دھڑ پیٹنا۔ زور شور سے مارنا خواہ اپنے کو ہو یا دوسرے کو۔
دھن۔ دولت۔ روپیہ پیسہ۔
دوہتڑ۔ دونوں ہاتھوں سے مارنا۔

د

دُھن ڈالنا۔ خوب مارنا۔
دھک۔ بہت باریک جوں۔
دھڑام سے گر پڑنا۔ زور سے گر پڑنا۔
دھوون۔ برتن دھونے کے بعد جو پانی رہ جاتا ہے۔
دھکا دینا۔ دھکیل دینا۔
دُھن لگنا۔ کسی بات کی رٹ لگ جانا۔
دھڑی۔ مستی جو جماتے ہیں اور ہونٹوں پر جو اس کی تہ جم جاتی ہے اُسے دھڑی کہتے ہیں۔
دھپ دھپ۔ پاؤں کی آواز یا ہاتھ سے کھٹکھٹانے کی آواز۔
دھیرے۔ آہستہ۔
دھیان۔ خیال۔
دیدے پتھرا جانا۔ علامت تحیّر اور مرتے وقت آدمی کے دیدے پھٹ جاتے ہیں۔
دیدہ ہوائی ہو جانا۔ دُنیا کی ہوا لگ جانا کسی بات پر دل نہ لگنا۔
دیر آید درست آید۔ جو کام سہولت سے کیا جاتا ہے وہ اچھا ہوتا ہے۔
دیدوں پھوٹی۔ یعنی کیا تجھے سوجھتا نہیں اندھی ہے۔

د

دیدے پتھرا جانا۔ آنکھیں پھوٹ جانا۔
دیدے گھٹنوں کے آگے آنا۔ جیسا تو کرتی ہے خدا کرے تیرے آگے آئے۔
دید نشنید۔ نہ دیکھا نہ سُنا۔
دیوٹ۔ لکڑی کا شمع دان۔
دیس نکالا۔ جلاوطنی۔
دیوانہ را ہوئے بس است۔ دیوانے کو بس ذرا سا اشارہ کافی ہے۔
دیوار ہم گوش دارد۔ بہت احتیاط کرو دیوار کے بھی کان ہوتے ہیں۔

ڈ

ڈانٹ ڈپٹ۔ زجر و توبیخ۔
ڈاڑھیں مار مار کے رونا۔ بے اختیار ہو کر رونا۔
ڈبکیاں لینا۔ پانی میں ڈوبنا۔
ڈبل۔ (انگریزی) دُہرا۔
ڈکار تو ڑہی نہ لی۔ (گنواری) رسید تک نہ دی۔
ڈگ۔ لمبا قدم۔
ڈلاؤ۔ کوڑے کرکٹ کا انبار۔
ڈنکے کی چوٹ۔ کھلے خزانے۔ بے ڈر بے خوف۔
ڈونگا۔ پانی بھرنے کا ظرف۔
ڈھارس۔ اُمید۔ توقع۔
ڈھکوسلا۔ بے اصل بات جو دل سے گھڑ لی جائے۔

ڈ

ڈھنگ سیر۔ سلیقے سے۔
ڈھرّا۔ قدیم راستہ۔
ڈھل جانا۔ انحطاط۔ دوپہر کے بعد کا وقت۔
ڈھیل۔ تراخی۔ مہلت۔ وقفہ۔
ڈھاک کے تین پات شہرت تو بہت کچھ تھی مگر دراصل کچھ بھی نہیں۔
ڈھنڈار۔ ویران۔
ڈھٹائی۔ دلیری۔
ڈھنڈیا۔ تلاش۔
ڈھلاؤ۔ نشیب۔
ڈھنگ۔ طور۔ طریقہ۔
ڈینگیا۔ شیخی خورہ۔
ڈینامیٹ۔ بھک سے اُڑجانے والی بارود جو سُرنگوں کے اُڑانے کے کام آتی ہے۔

ذ

ذکر چھیڑنا۔ تذکرہ آغاز کرنا۔ ذکر فکر۔ تذکرہ۔ بیان۔
ذی علم۔ صاحب علم۔ پڑھا لکھا۔

ر

راجس۔ (انگریزی۔ راجرز) چاقو قینچی وغیرہ لوہے کی چیزیں بنانے والے ایک مشہور کارخانے کا نام ہے۔
راجی۔ (گنواری) راضی۔
راست و دروغ بگردن راوی۔ جھوٹ سچ کہنے والے

ر

کی گردن پر۔

ربط ضبط۔ میل جول۔

رپٹ دینا۔ (انگریزی رپورٹ) خبر دینا۔ واردات کی اطلاع لکھوانا۔

رتی برابر۔ ذرا سا۔

رچ جانا۔ اچھا رنگ آنا۔ خوش گوار معلوم دینا۔

رسّی دراز ہونا۔ حرام زادے۔ بدمعاش کی عمر زیادہ ہوتی ہے۔

رسوخ۔ کسی کے پاس زیادہ آمد و رفت یا جگہ ہونا۔ خصوصیت۔

رسیدہ بود الخ بلا تو آئی ہی گئی تھی مگر خدا نے خیر کر لی۔

رطب اللسان۔ کسی کی تعریف کرنا۔ مدح سرائی۔

رفتہ رفتہ۔ بتدریج۔ سہولت سے۔ آہستہ آہستہ۔

رکان۔ طرز۔ طریقہ۔ انداز۔

رکھائی۔ ترش روئی۔ رکاوٹ۔ بددلی۔

رلنا۔ خاک میں مل جانا۔ تلف ہو جانا۔ ضائع ہو جانا۔

رند مشرب۔ آوارہ مزاج۔ اوباش۔

رنگ ڈھنگ۔ طرز۔ روش۔ چال چلن۔

رواق منظر چشم من الخ۔ میری آنکھ کا میدان آپ کی تشریف آوری کے لیئے موجود ہے۔ تشریف لائیے تشریف لائیے کہ یہ گھر تو

ر

آپ ہی کا ہے۔

رو براہ ہونا۔ درست ہونا۔ بہتر ہو جانا۔

روڈڑ۔ پرانی روئی جو از کار رفتہ ہو جائے۔

روبرو۔ سامنے۔ بالمقابل۔

روڑے۔ کنکر پتھر۔ پٹل (انگریزی)

روپے کو ٹھیکری کر دینا۔ روپے کی کچھ قدر نہ کرنا۔ اسراف۔ خوب لٹانا۔ فضول خرچی۔ بے قدری۔

روک تھام }
روک ٹوک } انسداد۔ ممانعت۔ مزاحمت۔ بندش۔

روغن قاز ملنا۔ خوشامد کرنا۔ فریب دینا۔ دھوکا دینا۔

ریوڑی کے پھیر میں آجانا۔ مشکل کا سامنا۔ چکر میں پڑ جانا۔

ریوڑی والے کا چراغ۔ وہ چراغ جس کی روشنی بالکل کم ہو۔

ریشہ دوانی۔ سازش۔

ریس۔ حرص۔

ز

زاد۔ توشہ۔

زبان پکڑنا۔ اعتراض کرنا۔

زبان چل جانا۔ ایک قسم کی قسم ہے کہ یعنی

ز

ہم نے ہرگز ایسا نہیں کیا اور اگر ایسا کیا ہو تو ہماری زبان جل جائے۔
زبان دینا۔ وعدہ کر لینا۔ قول و قرار کرنا۔
زبوں۔ خراب۔
زمانہ باتو نسازد الخ اگر زمانہ تم سے موافقت نہیں کرتا تو خیر تم ہی زمانے سے موافقت کرو یعنی جیسی دُنیا کی چال ڈھال دیکھو وہی ڈھنگ تم بھی اختیار کرو۔
زمیں شدیم چہ شد الخ اگر ہم زمین کی طرح پستی میں رہے تو کیا اور آسمان کے تارے توڑ لائے تو کیا۔ دُنیا میں بھلا کسی حالت کو ثبات بھی ہے تم اگر پھلے پھولے تو کیا ہوا۔ اور ہم اگر حالتِ خزاں میں رہے تو کیا ہوا (سب یکساں ہی ہے)
زنہار۔ ہرگز۔
زہ۔ کنارہ۔
زہر مار کر لینا۔ بلا استحقاق کھا لینا۔
زیاد۔ زیادہ۔
زیر سما۔ آسمان کے تلے۔
زیرک۔ عقل مند۔ ہوشیار۔

س

سائیں جیئے۔ شوہر زندہ رہے۔
سامنے وار۔ آگے کی طرف۔
سادات بارہ۔ بارہ ایک بستی کا نام ہے وہاں کے سادات اصالت اور شرافت میں زبان زد ہیں۔
سانوٹے۔ مستعد۔ طیار۔
سانچے میں ڈھالنا۔ درست کرنا۔ تربیت دینا۔
سانچے میں ڈھلے ہوئے۔ خوب صورت۔
سانج۔ (گنواری) شام۔
سامان میں نہ آنا۔ بے قابو ہو جانا۔
سانجھا۔ مشارکت حصّہ بخرہ۔
ساکھ۔ بندھی کی بندھی رہی۔ بھید نہ کھلا عزت و وقار برقرار رہا۔
سُبیتا کرنا۔ مناسب سبیل نکال دینا۔
سب سے بڑھ کر طرّہ یہ کہ۔ سب سے زیادہ لطف یہ کہ۔
سُبکی۔ خفت۔ تذلیل۔
ستونتی۔ اچھی نیک کردار۔
ستی ہونا۔ شوہر کے مرے بعد شوہر کے ساتھ جل مرنا۔
ستیاناس۔ برباد۔ تباہ۔

س

ستری بہتری - بدحواس -
سٹپٹا جانا - گھبرا جانا -
سٹمک پمپ - (انگریزی) وہ پچکاری جس سے پیٹ اور معدہ صاف کیا جاتا ہے -
سٹلو - بدسلیقہ - سٹرلی -
سجانا - آراستہ کرنا - آرائش -
سچ مچ - فی الحقیقت -
سدھارنا - درست کرنا -
سدِّ راہ ہونا - حائل مانع و مزاحم ہونا -
سڈول - خوش وضع - خوش قطع -
سرہانا - پلنگ کا وہ حصہ جو سر کی طرف ہو -
سر منڈنا - لُٹا جانا - تباہ و برباد ہونا -
سر دھرا - مربی -
سر دھننا - پچھتانا - افسوس کرنا -
سر نہ پیر - بے اصل محض -
سر پہ سینگ ہونا - انوکھی عجیب و غریب بات -
سر پھٹول - لڑائی -
سر کھجانے کی فرصت نہیں - دم مارنے کی مہلت نہیں بالکل عدیم الفرصت
سروکار - واسطہ -
سرِ بام - لبِ بام - کوٹھے پر -

س

سر پکڑ کر بیٹھ جانا - انتہا درجے کی فکر - پریشانی کی حالت -
سرگزشت - حالات -
سر چڑھا کر لانا - زبردستی کوئی بات کرنا -
سر چڑھانا - مغرور کر دینا - ناز اُٹھانا -
سرخاب کا پر لگنا - انوکھی بات ہونا -
سر پھرنا - دوران سر - خود سر ہو جانا -
سر ہونا - خواہ مخواہ کسی سے بحث مباحثہ کرنا -
سر پٹک لینا - غصہ کی حالت میں سر کو مار لینا -
سر آنکھوں سے کام کرنا - خوش دلی سے کام کرنا - بطیب خاطر کام کرنا -
سُراب - دھوکا - شور زمین جو دھوپ میں چمک کر دور سے پانی کی طرح نظر آئے -
سرودے بمستاں الخ - دیوانے آدمی کو راگ کی یاد دلانا یعنی بھولی ہوئی بات کو تازہ کر دینا -
سرے سے - شروع سے -
سڑاند - بدبو - تعفن -
سزاوار - لایق - قابل -
سسکنا - ادموا ہونا - نیم جاں ہونا -
سکت - قوت - طاقت - سمائی -
سُکڑی ہوئی - تنگ - سمٹی ہوئی -

س

سکوری۔ مٹی کی چھوٹی سی طشتری۔
سکیم جدید۔ سکیم انگریزی لفظ ہے۔ نیا نظم ونسق۔
سگھڑ۔ سلیقہ مند۔
سگرٹ۔ (انگریزی) کاغذ کا چرٹ۔
سگرے۔ (گنواری) سارے۔ تمام۔ کل۔
سگ باش الخ۔ کتا ہونا بہتر مگر خدا کسی کو چھوٹا بھائی نہ بنائے۔ یعنی چھوٹوں کی قدر نہیں ہوتی۔
سلجھانا۔ پیچیدہ معاملے کو صاف کرنا۔ تصفیہ کرنا۔
سلہج۔ سالے کی بیوی۔
سلسلہ جنبانی۔ کارروائی آغاز کرنا۔ تحریک
سلسلۂ سخن۔ بات کا سلسلہ۔
سلوٹ۔ شکن۔
سلنگے۔ بڑے بڑے ٹانکے۔
سلوک۔ ملاپ۔
سلٹ لینا۔ سمجھ لینا۔ طے پا جانا۔
سمیٹنا۔ اکٹھا کرنا۔ خبرگیری کرنا۔
سم قاتل۔ زہر ہلاہل۔
سمائی۔ گنجایش۔
سمونا۔ ٹھنڈا گرم پانی ملانا۔ اعتدال۔
سنوسار۔ خانہ داری۔ گھرست پنا۔

س

سنوارنا۔ آراستہ کرنا۔
سناٹا۔ ویران۔
سنڈ منڈ۔ موٹا تازہ۔ فربہ۔ گراں ڈیل۔
سنبھالنا۔ درست ہو جانا۔
سن جانا۔ بھر جانا۔
سنگوانا۔ حفاظت سے رکھنا۔
سنی کی ان سنی کر دینا۔ بات سن کر ان جان ہو جانا۔
سوز نہاں۔ غم پنہاں۔ اندرونی غم۔
سویرا۔ اول وقت۔
سوا۔ زیادہ۔
سوٹ۔ (انگریزی) جوڑا۔
سوکن۔ سوت۔ مرد کی دوسری بیوی۔
سوختہ۔ جلا ہوا۔
سوچ بچار۔ تامل۔ پس وپیش۔
سوک۔ (گنواری) شوق۔
سوتیلے۔ دوسری ماں کے بچے۔
سوندسا تد۔ گوشت مسالا وغیرہ سب ملا جلا کر۔
سوبھا۔ رونق۔ آرائش۔
سونے کی بھی بن جائیں کیسی بھی بیش قیمت و قابل قدر ہو جائیں۔

س

سوفتے۔ اطمینان خاطر۔ وقت فرصت۔
سوگ۔ ماتم۔
سہم جانا۔ ڈر کر دم سلب ہونا۔
سہج سہج۔ آہستہ آہستہ بتدریج۔
سہاگ۔ محبت پیار۔ جس کا شوہر زندہ ہو اُسے سہاگن کہتے ہیں۔
سہل الاصول۔ آسان طریقہ۔
سیاہ سفید کی مالک۔ مختار کُل۔
سیانی۔ بڑی ہوشیار۔ سمجھ دار۔
سیدھی سادی۔ بھولی بھالی۔
سینتا۔ حفاظت سے رکھنا۔
سیٹھا۔ بدمزا جس کا آب و نمک درست نہ ہو۔
سیل سپاٹا۔ سیر تفریح۔
سیڑھی۔ سُلّم (عربی)
سیلانی۔ سیر تماشے کا دلدادہ۔
سیلا۔ نم۔
سیروا۔ چارپائی کے سراہنے کی لکڑی۔
سیوا کروگے جب میوہ کھاؤگے۔ تکلیف کے بعد آرام ملتا ہے۔

ش

شاہدانِ بازاری۔ آوارہ عورتیں کسبیاں طوائف۔
شانوں کو تولنا۔ اپنے کندھوں کو بار بار گھور گھور کے دیکھنا جو علامت غرور ہے۔
شان نہ گمان۔ وہم نہ شک۔ خیال بھی نہیں۔
شاق۔ ناگوار۔ سخت۔
شادی رچانا۔ خوشی منانا۔ شادی بھیلنا۔
شامت آنا۔ مصیبت آجانا۔
شبانہ روز۔ رات دن۔ مسلسل۔
شجر۔ درخت۔
شدہ شدہ۔ رفتہ رفتہ۔ بتدریج۔
شدّ و مد۔ سخت اہتمام۔
شرارۂ آتش۔ آگ کا پتنگا۔
شرح اس قصۂ دل سوز الخ۔ اس جی کے جلانے والے قصّے کو کب تک نہ کہا جائے میں تو جل گیا کب تک اس راز کو چھپائے رہوں۔
ششدر۔ متحیّر۔
شغف۔ گہری محبت۔ زلفتگی۔
شفتل۔ بد۔ بے ڈھنگی۔ بدقوارہ۔
شقی۔ بدبخت۔ بدنصیب۔ کھوٹی تقدیر کا۔
شکل شمایل۔ شکل و صورت۔
شکر کہ جمازہ الخ خدا کا شکر ہے کہ گاڑی منزل

ش

پر پونہچ گئی اور اُمید کی کشتی کنارے آن لگی۔

شگوفہ چھوڑنا۔ کوئی ایسی بات لگا دینا کہ جس سے کچھ گُل کھلے۔

شَل ہوجانا۔ ایسا تھک جانا کہ ہاتھ پاؤں دُکھ جائیں۔

شمار قطار۔ گنتی۔ حساب۔

شمس تاباں۔ چمکتا ہوا سورج۔

شمّہ۔ ذرا سا۔

شوخ وشنگ۔ چلبلی اور خوش طبع۔

شورہ پشت۔ گستاخ۔ شریر۔ ٹرّا۔

شوشہ چھوڑنا۔ کوئی بات لگا دینا۔ فساد ڈلوا دینا۔

شہادت مادّی۔ گواہی کی دو بڑی قسمیں ہیں ایک زبانی اور ایک مادّی یعنی کسی چیز کو پیش کر کے ثابت کیا جائے۔

شیر بکری الخ یعنی ایسا انصاف ہے کہ شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں۔

ص

صافی۔ دُسمال۔ جھاڑن۔ برتن صاف کرنے کا کپڑا۔ یا۔ کپڑے کا چھوٹا ٹکڑا جو کسی چیز پر لپیٹ دیا جائے۔

صبح ومسا۔ صبح وشام۔

ص

صحنچی۔ سہ دری۔ بغلی کمرے جو چبوترے پر ہوں۔

صرصر۔ جھکڑ۔ تند ہوا۔

صفایا۔ بالکل خالی۔

صلواتیں۔ سخت سست باتیں۔

صیقل۔ جِلا۔ چمکانا۔

ض

ضرب المثل۔ کہاوت۔

ضعف واضمحلال۔ کمزوری اور طبیعت کی سستی۔

ضماد۔ لیپ۔

ط

طاری۔ ظاہر ہونے والا۔ عارض ہونے والا پیش آنے والا۔

طاق۔ محراب۔ بالائے طاق رکھنا کسی بات کو نظر انداز کرنا۔ تغافل۔ منفرد۔ نرالا۔ انوکھا۔

طبع کی روانی۔ طبیعت کی جودت۔ جولانی۔

طبع زاد۔ اپنے دل سے نکالی ہوئی بات۔

طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھرنا۔ کوئی چیز جو طبیعت میں مخمّر ہوجائے

طرّار۔ ہوشیار۔ چالاک۔ تیز۔

ط

طرفین۔ دونوں طرف۔

طعن۔ طعن و تشنیع۔

طغیان۔ طوفان۔ زیادتی۔

طنطنہ۔ ولولہ۔ جوش۔

طومار۔ لمبا خط۔ مبالغہ۔

طینت۔ عادت۔ طبیعت۔ خصلت۔

ع

عار۔ غیرت۔ شرم۔ عیب۔

عاق کر دینا۔ چھوڑ دینا۔

عبور حاصل کرنا۔ مشق بہم پونہچانا۔ تکمیل۔

عجز و الحاح۔ منت سماجت۔ عاجزی۔

عرق عرق ہو جانا۔ پسینے پسینے ہو جانا۔ خجالت شرمندگی۔ ندامت۔

عروج۔ بڑھنا۔ کامیابی۔

عسرت۔ تنگی۔

عفت۔ پاک دامنی۔

عفو قصور۔ خطا معاف کر دینا۔

عقدہ۔ مشکل کام۔

عقدہ حل کرنا۔ مشکل کام کا رستہ نکالنا۔

عقل کے ناخن لینا۔ سمجھ کے کام کرنا ہوش سنبھالنا۔

علاج بالمثل۔ جس قسم کا مرض ہو اسی قسم کے علاج کو علاج بالمثل کہتے ہیں یعنی غصے کا علاج غصے سے نہیں ہوتا۔

علیک سلیک۔ چلتا ہوا سلام۔ سرسری ملاقات

عمر طبعی۔ پوری عمر۔ بھرپور عمر۔

عنبر افشاں۔ عنبر چھڑکنا۔

عندیہ۔ مطلب۔ دلی بات۔

عود و گل۔ خوش بو اور پھول۔

عین مین۔ بجنسہ۔

غ

غیا غیب۔ بافراط۔

غدار۔ بڑا بھاری جس کی تھاہ نہ ہو۔

غریب کی جورو الخ غریب پر سب کا زور چلتا ہے۔

غصہ وصہ۔ وصہ بدل تابع ہے۔

غضب ٹوٹنا۔ آفت کا آنا۔

غلو۔ مبالغہ۔

غمزہ۔ اشارہ۔

غوطہ میں ہو جانا۔ متردد ہونا۔ فکر سے خاموش ہو جانا۔

غیر متساوی الاضلاع۔ وہ شکل جس کے ضلع برابر نہ ہوں۔

غصے کو تھوک ڈالنا۔ غصہ کو رفع کر دینا۔

غ

درگزر کرنا۔

ف

فارغ البالی۔ فراغت۔ آسائش۔

فاعل غیر مختار۔ اپنے اختیار سے کچھ نہیں کرسکتا۔

فتنہ۔ فساد۔

فراہم کرنا۔ جمع کرنا۔ اکٹھا کرنا۔

فراست۔ عقل۔ سمجھ۔

فرد۔ اکیلا۔ طاق۔

فرد جرم۔ عیب مجرم پر بادی النظر میں جرم ثابت ہو جاتا ہے تو اُسے لکھ کر سُنا دیتے ہیں کہ فلاں جرم کا الزام تجھ پر لگایا گیا ہے تاکہ وہ اپنی صفائی پیش کرسکے۔

فرس راہوار۔ گھوڑا جو خوب چلتا ہو۔

فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی۔ لاعلمی محض۔ بالکل بے خبر ہونا۔

فرنٹ۔ (انگریزی) خلاف۔ منحرف۔

فنافی الزوج۔ شوہر پر مٹنے والی۔

فوٹو۔ (انگریزی) تصویر۔

فوقیت۔ برتری۔ تفوق۔

فطرت۔ خصلت۔ جبلت۔

فعال لما یرید۔ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے۔

ف

فی نکالنا۔ عیب جوئی۔ حرف گیری۔ سقم برآمد کرنا۔

فیشن۔ (انگریزی) وضع قطع۔ طرح۔

فیصلہ متفقہ۔ وہ فیصلہ جس پر سب متفق ہوں۔

ق

قتلے۔ ٹکڑے۔

قدم ٹکنا۔ سہارا لینا۔ اقامت۔

قدم پھونک پھونک کر رکھنا۔ محتاط۔

قدم بقدم چلنا۔ پیروی کرنا۔ تقلید۔

قدم دھرنا۔ داخل ہونا۔

قدم شریف۔ دہلی کے پاس ایک درگاہ ہے جہاں حضرت رسول اللہ صلعم کا قدم مبارک ہے۔

قدمے رنجہ فرما الخ۔ آپ تشریف لائیے میں تو آپ کی منتظر بیٹھی ہوں۔ تمہارے قدموں پر میں اپنا سر فدا کرنے کو حاضر ہوں۔

قدر ہی ہو جانا۔ دُنیا اِدھر کی اُدھر ہو جائے کچھ بھی ہو جائے۔

قدر نعمت الخ۔ نعمت سلب ہو جانے کے بعد ہی اُس کی قدر ہوتی ہے۔

قطامہ۔ بڑی بدکار عورت۔

ق

قطع کلام - بات کاٹنا۔

قطع سفر - منزل طے کرنا۔

قطع و برید - کاٹ چھانٹ۔

قعرِ مذلت - رسوائی کا گڑھا۔

قلا بازی - اصل لفظ کلا بازی ہے مگر عورتیں قاف سے بولتی ہیں۔ کلاٹی کھانا۔

قلاش - مفلس۔ ننگا۔

قل اعوذیئے - مُلّانے۔

قلب ماہیت - کایا پلٹ ہو جانا۔ حالت بدل جانا۔

قوت جاذبہ - کھینچنے والی۔ یا چوسنے والی طاقت۔

قلانچیں مارنا - کودنا۔ لمبے لمبے قدم ڈالنا

قہر درویش الخ فقیر کا غصہ فقیر کی جان پر۔

قیامت توڑنا - غصہ کرنا۔ ظلم کرنا۔

ک

کاٹو تو لہو نہیں - ڈر جانا۔ سہم جانا۔ دم سلب ہونا۔

کاج - کام۔ شادی کرنے کو بھی کاج کہتے ہیں۔

کاڈھی - (گنواری) نکالی۔

کارستانی - حکمت عملی۔ چالاکی۔

کارگاہ - وہ جگہ جہاں جلاہا بیٹھ کر بنتا ہے۔

کارگر - فائز المرام۔ کامیاب۔

ک

کارن - واسطے۔ لیئے۔ خاطر۔

کاری ہاتھ - مہلک ضرب۔ بھرپور ہاتھ پڑنا۔

کاڑھا - ایک قسم کی مرکب دوا ہے جو جوش کر کے چوپاؤں کو پیٹ صاف کرنے کے لیئے دی جاتی ہے۔

کالر - گلے میں جو سفید پٹھا سا لگاتے ہیں تاکہ گردن کے میل سے کپڑا خراب نہ ہو۔

کان کچے ہونا - ہر بات کو سن کر یقین کر لینا۔

کان پر جوں نہ چلنا - خبر نہ ہونا۔ توجہ نہ کرنا۔

کان پکڑ لینا - قائل ہو جانا۔

کان نکلنا - پلنگ کی پٹیاں ٹیڑھی ہو کر ایک پایا اٹھ جانا۔

کانا پھوسی - سرگوشی۔ چپکے چپکے باتیں کرنا۔

کانوں کان خبر نہ ہونا - بے خبر رہنا۔ کسی بات کا اثر نہ ہونا۔

کانوں پر ہاتھ دھرنا - لاعلمی۔ برأت۔

کان اینٹھنا - کسی بات سے توبہ کرنا۔

کان میں بات پڑنا - مطلع ہونا۔

کان پر بات ڈالنا - گوش گزار کرنا۔ اطلاع دینا۔

کان کھڑے ہونا - خبردار۔ ہوشیار ہو جانا۔

کان ہو جانا - سمجھ جانا۔

کان پکڑ کہتی ہوں - توبہ کر کے کہتی ہوں۔

ک

کان پکڑ کر اُٹھانا بٹھانا۔ یعنی جس کل چاہو اُٹھاؤ بٹھاؤ بالکل تمھارے بس میں ہو جائے گا۔

کالا دانہ۔ ایک قسم کا سیاہ رنگ کا زیرہ ہے۔

کالے کوسوں۔ بہت دور۔

کالی بھلی نہ سفید الخ یعنی دونوں میں سے ایک بھی اچھی نہیں۔

کام دھام۔ کام کاج۔

کافی ضمانت۔ اطمینان کُلی۔

کام کوڑیوں میں ہو جانا۔ سستے میں کام نکل جانا۔

کامنی سی۔ نازک۔

کانٹا نکل جانا۔ تکلیف و تردد رفع ہو جانا۔

کبھی کبھار۔ بعض وقت۔

کپٹ۔ کینہ۔

کترا جانا۔ ترپ جانا۔ رستہ بچا کر جانا۔

کتر بیونت۔ کاٹ چھانٹ۔ جز رسی کفایت شعاری۔

کٹھن۔ مشکل۔ صعب۔

کٹھ حجتی۔ کج بحثی۔

کچا ساتھ۔ صغر سن بچوں کا ساتھ۔

کچی گولیاں کھیلنا۔ ناتجربہ کاری بھولاپن۔

ک

کچوکے دینا۔ طعن و تشنیع دینا۔

کرانی۔ کرسٹان (کرسچین) عیسائی۔

کروٹ نہ لینا۔ خبر نہ لینا۔ اُلٹ کر نہ پوچھنا۔

کرشمہ۔ ناز و غمزہ۔

کرتوت۔ اعمال۔ روش۔ طرز۔ چال چلن۔

کرسٹان۔ (انگریزی) کرسچین۔ عیسائی۔

کرے مونچھوں والا الخ کرے ایک اور پکڑا جائے دوسرا۔

کُرید کُرید کر پوچھنا۔ باریکی سے دریافت کرنا۔

کرکرا۔ جس میں ریت ملی ہوئی ہو۔

کرکرا کر دینا۔ خراب کر دینا۔

کرکری ہو جانا۔ ہیٹی ہو جانا۔

کرن۔ شعاع۔

کرچھا۔ فرائی پن یا کڑھائی کی طرح کا چھوٹا سا ڈنڈی لگا ہوا برتن کفچہ یا کفگیر کی وضع کا جس میں گھی وغیرہ گرم کر لیتے ہیں۔

کڑا۔ سخت۔

کڑبڑی ڈاڑھی۔ جس میں کچھ بال کالے کچھ سفید ہوں۔

کس نگوید الخ اپنے دہی کو کون کھٹا کہتا ہے۔ اپنی چیز کو کوئی بُرا نہیں کہتا۔

کسر رہ جانا۔ نقص رہ جانا۔

ک

کسی کل۔ کسی حال۔ کسی طرح۔
کسیرا۔ تانبے پیتل کے برتن بنانے یا بیچنے والا۔
کسی کے کپے رکھی الخ۔ کسی کی تقدیر اچھی ہوئی تو ہر کام بن جاتا ہے اور جس کی تقدیر بُری ہوتی ہے وہی کام بگڑ جاتا ہے۔
کسرشان۔ تذلیل۔ خفت۔
کسک۔ خلش۔
کس باغ کی مولی ہو۔ یعنی تم کس شمار قطار میں ہو۔ کس گنتی میں ہو۔
کلا۔ لمب کا مُنہ (برنر انگریزی)
کل کلاں کو۔ آیندہ کو۔
کلّے دراز۔ زبان دراز۔
کلیجہ ٹھکنا۔ اطمینان خاطر۔
کلیجہ دھک سے ہو جانا۔ یک بارگی گھبرا جانا۔ دفعتہً پریشان ہو جانا۔
کلبۂ احزان۔ غریب خانہ۔ غموں کی جھونپڑی۔
کُل کائنات۔ تمام موجودات۔ پوری حقیقت۔
کل کا ٹھکانے کا۔ آرام کا۔ چین کا۔
کل بگڑ جانا۔ آرام و آسایش باقی نہ رہنا۔
کالونس۔ کالک۔
کلّہ بہ کلّہ۔ دوبدو۔ جیسا سوال ویسا جواب

ک

تُرکی بہ تُرکی۔
کُلنگ کا ٹیکا۔ بدنامی کا داغ۔
کُلیہ۔ عام قاعدہ۔
کماؤ۔ کمانے والا۔ برسرِ روزگار۔
کما حقّہٗ۔ پوری طرح۔ جیسا کہ حق ہے۔
کمیشن۔ (انگریزی) دستوری۔
کنارہ کش ہو جانا۔ قطع تعلق۔ علیحدہ ہو جانا۔
کندن۔ خالص اور عمدہ سونا۔ بہترین سونا۔
کنوئیں جھکانا۔ سرگردانی۔ پریشانی۔ آوارہ گردی
کنوئیں کی مٹی الخ۔ جتنی آمد اُتنا ہی خرچ جمع خرچ برابر۔
کن انکھیوں سے دیکھنا۔ ترچھی نظر سے دیکھنا آنکھ بچا کر دیکھنا۔
کنگن۔ ایک قسم کا کلائی کا زیور۔
کنیانا۔ کترانا۔ پس و پیش۔ رکاوٹ محترز رہنا۔
کنستر۔ (انگریزی کنسٹر) مٹی کے تیل کا ٹین کا ڈبہ۔
کُنڈالی۔ چھوٹا کونڈا۔
کنکنا۔ شیر گرم۔ سہتا سہتا نہ بہت گرم نہ بہت سرد۔
کنسوئیاں لینا۔ راز کی باتوں کی ٹوہ لینا
کِنگے کو۔ (گنواری) کدھر کو۔

ک

کُندۂ ناتراش۔ بے ڈھنگا۔ اوجھڑ۔
کُنج لحد۔ قبر کا کونا۔
کوفتہ بیختہ الخ کوٹ چھان کر پی لیں۔
کوّے کے پر کو باندھ کر اڑا دو۔ ایسی ہلکی کہ کوّا لے اُڑے۔
کوڑا کرکٹ۔ خس و خاشاک۔
کوٹھا۔ بالا خانہ۔
کوکے۔ چھوٹی چھوٹی کیلیں۔
کورے۔ غیر مستعمل۔ نئے۔
کونڈے۔ جب کوئی سفر سے آتا ہے تو اس کی مع الخیر واپسی کی خوشی میں مٹّی کے کونڈوں میں مٹھائی بھیجی جاتی ہے اور تیل ماش اور پیسے بھی بھیجے جاتے ہیں۔ تیل میں مُنہ دیکھ کر ماش تیل حلال خوری کو دے دیا جاتا ہے اور پیسے خیرات کر دیئے جاتے ہیں اور مٹھائی کنبے میں تقسیم ہوتی ہے۔
کونا۔ ناحیہ۔ گوشہ۔
کونچی پھیرنا۔ سفیدی کرنا۔
کول ٹار۔ (انگریزی) ڈامر۔
کور کسر۔ نقص۔ رہا سہا عیب۔
کونے کھدرے۔ کسی کونے ودنے میں۔

ک

کوسم کاٹی۔ کوستا کاٹتا۔
کودن۔ بے وقوف۔ کم سمجھ۔ احمق۔
کوتاہیوں اور نقائص۔ کمی اور نقصان۔
کوک باندھ دینا۔ کوک کہتے ہیں پسلی کے نچلے حصّے کو۔ عمل وغیرہ سے ایسا کر دینا کہ اولاد نہ ہو۔
کوک کا خلل۔ جس کے بچے صغر سنی میں مر جائیں اُسے کوک کا خلل کہتے ہیں۔
کوئلوں کی دلالی الخ حصول نہ فائدہ مفت کی بدنامی۔
کوٹھا کاٹنا۔ چوری چکاری کوئی مذموم فعل کرنا۔
کھاتر۔ (گنواری) خاطر۔
کھپا۔ (گنواری) خفا۔
کھنڈانے۔ غار یا بڑے بڑے سوراخ۔
کھڑے پڑے پیٹنا۔ بہت بے قراری اور حالتِ اضطراب میں پیٹنا۔
کھڑاک۔ روگ۔ بکھیڑا۔
کھڑے کھڑے۔ ذرا کی ذرا۔
کھڑا قورمہ۔ ایک قسم کا سالن جس میں گوشت کے ساتھ مسالا ملا کر دیگچی کا مُنہ بند کر کے پکایا جاتا ہے۔
کھٹ پٹ۔ سوء مزاجی۔ نااتفاقی۔

ک

کھوٹ - خبث باطنی۔

کھنچنا - رکاوٹ۔ انقباض خاطر۔

کھچڑی - دال چاول ملا کر پکتی ہے۔ مرادی ملنے ملی جلی۔ مخلوط۔

کھٹ سے - فوراً۔ بلا توقف۔

کھونسنا - (گنواری) ٹھونس لینا۔

کھٹائی میں ڈال رکھنا - ٹھلانا ٹالنا۔ دیر کرنا۔

کھلنا - ظاہر ہونا۔

کہنی کی چوٹ - مثلاً اُس حالت کو کہتے ہیں کہ پہلے پہل ایک دہاکا بیٹھ جائے۔

کھینچ تان کر - تاویل کر کے۔ توجیہ کر کے۔

کھینچا تانی - کشاکشی۔

کھرانڈ - سڑی بو خصوصاً پیشاب کی عفونت۔

کھرّی - خالی چارپائی بلا بچھونے کے۔

کھردرے - ناہموار جو صاف نہ ہو۔

کھسک جانا - چپکے سے چل دینا۔

کھسکنا - آہستہ آہستہ رینگنا۔

کھلم کھلا - علی الاعلان۔ بے باکانہ طور پر۔

کھڑے کھڑے جانا - ذرا دیر کو جانا۔

کھڑے کھڑے نکالنا - فوراً نکال دینا۔

ک

کھٹ کھٹ - حجت تکرار۔ بحث مباحثہ۔

کھوکھلا - جو اندر سے خالی ہو۔

کھرپا - املی کا بڑا چھینا جس کو بیچ میں سے خالی کر کے دو بٹے چُنتے ہیں۔

کھوٹی - خراب۔ ناقص۔ بُری۔

کہن - قول۔ بات

کیسہ - جس کھُردرے کپڑے کی تھیلی سے میل اتارنے کے لئے بدن ملتے ہیں۔

کیڑے ڈالنا - عیب جوئی عیب نکالنا۔

کیٹ - گاد میل۔ تیل بہہ کر جو کالی تہ جم جاتی ہے۔ دُرد۔ تل چھٹ کو بھی کہتے ہیں۔

گ

گاجر مولی کی طرح - بے قدری۔ کم وقعتی۔

گانٹھ رکھنا - ہموار کرنا۔ ملا رکھنا۔

گاڑھی چھننا - گہری دوستی۔ بڑا ملاپ۔

گپھّا - گول گردا جو چٹاری میں بچھایا جاتا ہے۔

گبر - آتش پرست۔

گتھا - گچھا۔

گپ شپ - اِدھر اُدھر کی باتیں کرنا۔

گتھ جانا - بل پڑنا۔ جُٹ جانا۔

گٹھل - لنڈا۔

گ

گٹھری بن جانا۔ ہاتھ پاؤں سمیٹ لینا۔
گٹھری چھڑانا۔ بڑا ہاتھ مارنا۔
گجّا سنگوا دینا۔ بہت سا مال حوالے کر دینا۔
گچّی مار۔ گپت مار۔
گدگدانا۔ اُبھارنا۔ آمادہ کرنا۔ ہنسانا۔
گراب کا گولا۔ وہ گولا جو پھٹ جاتا ہے۔ مراد زوردار گولا۔
گریب۔ (گنواری) غریب۔
گرم و سرد زمانہ۔ دُنیا کا نشیب و فراز۔ اچھا بُرا۔
گر قبول افتد الخ۔ اگر قبول ہو جائے تو کیسی عزت اور (ہم چشموں میں) ناموری ہو۔
گرد و پیش۔ اطراف۔ چاروں طرف۔
گردش دوری۔ چکّر کاٹنا۔
گردان کبوتر۔ پالتو یا پلا ہوا کبوتر جو ہر وقت گھر کا رخ کرے۔
گرے پڑے کا سودا۔ دل نہ چاہے مگر کسی کام کو کرنا۔
گری پڑی۔ حقیر۔ کس مپرسی کی حالت۔
گر بر سر و چشم الخ۔ اگر میرے سر اور آنکھوں پر بھی بیٹھو تو روا ہے میں تمھارا ناز اٹھاؤں گا کیوں کہ تم لاڈلے ہو۔
گرویدہ۔ فریفتہ۔

گ

گردی۔ پٹاری کے اوپر کی پوشش۔
گڑگڑانا۔ عاجزی کرنا۔ سماجت۔ عجز و الحاح۔
گوھڑا۔ برتن گرنے سے جو گڑھا پڑ جاتا ہے۔
گودنا۔ طعنے دینا۔ پیچھے پڑ جانا۔
گوش دل سے سننا۔ توجہ سے سُننا۔
گویم مشکل الخ۔ کہوں تو بھی مشکل نہ کہوں تو بھی مشکل۔
گوش و ہوش۔ خبرداری۔ چوکنّا ہونا۔
گو مگو۔ مخمصہ میں۔ مذبذب۔
گوڈے توڑنا۔ (گنواری) گھٹنے توڑنا۔ دوا دوش محنت کرنا تھک جانا۔
گھاٹ۔ دریا۔ یا۔ ندی پر پار ہونے کی جگہ۔ ٹھکانا۔
گھاٹا۔ نقصان۔
گھراوندھ جانا۔ بدنظمی۔ اُلٹ پلٹ جانا۔
گھڑونچی۔ پانی کے گھڑے رکھنے کی لکڑی کی ہوتی ہے۔
گھروا سے۔ گھر کو طعنے یا حقارت سے گھروایا کہتے ہیں۔
گھڑی میں تولہ گھڑی میں ماشہ۔ کسی بات کو قیام نہیں۔
گھیگھیار کر لانا۔ سمجھا بجھا کر لانا۔

گ

گھن لگ جاتا۔ مرض فرمن۔ اندر ہی اندر گھلتا۔

گھن آنا۔ کراہیت۔

گھڑی بھر } تھوڑی دیر۔
گھڑی دو گھڑی }

گھڑلینا۔ دل سے بات بنانا۔ اختراع۔

گھنی ساد ہ جاتا۔ مگرے پن سے چپ ہو جانا دل کی بات نہ کہنا۔

گھر گئی } (کنواری) یعنی تو اپنے گھر (سسرال)
گھر بسی } میں جاکر رہے۔ بسے۔ دعا ہے۔

گھل گھل کر مرنا۔ رینگ رینگ کر مرنا۔

گھر کھوؤ۔ گھر کھونے والی۔

گھر کھوایا۔ گھر غارت کرایا۔ برباد کرایا۔

گھڑکی۔ جھڑکی۔ ڈانٹ۔

گہری۔ دل میں بات رکھنے والی۔ بھاری بھرکم۔

گہری ملاقات۔ گاڑھی۔ پکی۔

گھستے ہی۔ آتے کے ساتھ۔

گھس پس پڑانا۔ پہنو اوڑھو مستعملہ ہو کر پُرانا ہو یعنی برتنا نصیب ہو۔ دعا ہے۔

گھٹنا۔ کم ہونا۔ انحطاط۔

گھر گھسنا۔ جو ہر دم گھر میں گھسا رہے۔

گھی کے چراغ جلانا۔ فارغ البالی۔ خوشی منانا۔

گ

گھٹنے لگا کر بٹھا رکھنا۔ اپنے پاس بٹھا رکھنا۔

گھونگٹ۔ شرم سے جو سر پر کے دوپٹے کو اس طرح آگے وار کو کرلیں کہ چہرہ نہ دکھلائی دے۔

گھٹی۔ بچے کو پیدا ہوتے ہی جو دوا پیٹ صاف کرنے کو دی جاتی ہے۔

گھٹی میں پڑنا۔ طبیعت ثانیہ ہو جانا۔ عادت مستمرہ۔

گھٹنے لگیں گے الخ یعنی انسان ہمیشہ اپنوں ہی کی پچ کرتا ہے۔

گوں۔ غرض۔

گیارہ کا عمل۔ گیارہ بجنے والے ہیں۔

ل

لاڈو۔ لاڈلی چہیتی۔ نازپروردہ۔

لاحاصل۔ بے فائدہ۔ بے کار۔

لال پیلا ہونا۔ غصے ہونا۔

لباڑیا۔ بڑا جھوٹا۔ کذّاب۔

لبدھڑا۔ گدگرا۔ جو پتلا نہ ہو۔

لپاٹن۔ بڑا جھوٹ بولنے والی۔

لپک جھپک۔ پھرتی۔ جلدی۔ مستعدی۔

لتاڑ۔ ڈانٹ۔ ملامت۔ زجر و توبیخ۔

لتّے لے ڈالنا۔ ڈانٹنا۔ بُری طرح پیش آنا۔

لت پت۔ آلودہ۔ بھرا ہوا۔ لتھڑا ہوا۔

ل

لتھڑنا۔ بھر جانا۔ سن جانا۔

لٹو ہو جانا۔ فریفتہ ہونا۔

لٹ۔ بالوں کی لڑی۔ زلف۔

لُچّا۔ بدمعاش۔ آوارہ مزاج۔

لچھے دار گفتگو۔ پُرمذاق اور لطف انگیز گفتگو۔

لچھن۔ افعال۔ عادات۔ طرزِ عمل۔

لحد۔ قبر۔

لرزاں و ہراساں۔ خوف زدہ و نااُمید۔

لڑنت۔ کشتی لڑنا۔

لشتم پشتم۔ گرتے پڑتے کسی طرح بھی یابِہی حال۔

لقمان کو حکمت سکھلانا۔ عقل مند کو عقل بتلانا۔

لق و دق میدان۔ چٹیل اور وسیع میدان۔

لکچر۔ وعظ۔ زبانی بیان۔

لگ بھگ۔ قریب قریب۔

لگ جانا۔ ہل جانا۔ مانوس ہونا۔

لگائی بجھائی۔ اِدھر کی بات اُدھر لگا دینا۔

للو پتو۔ خوشامد درآمد۔

للکارنا۔ ڈانٹنا۔ خفا ہونا۔

لمبا چوڑا کھڑاگ۔ بڑا وبال۔

لمڈا۔ عوام اور جہلا لونڈے کو لمڈا کہتے ہیں۔

ل

لمبی تاننا۔ عرصہ تک خبر نہ لینا۔

لمبوتری۔ لمبی وضع کی۔

لمبا تڑنگا۔ ڈیل ڈول والا۔ موٹا تازہ۔ قوی ہیکل۔

لنگوٹیا یار۔ یار غار۔

لنڈوری۔ بے دُم کی یعنی جس کے آگے پیچھے کوئی نہ ہو جس کا ٹھکانا نہ ہو۔

لُنڈھانا۔ لڑھانا۔ بہانا۔

لوٹ ہو جانا۔ فریفتہ یا مفتوں ہو جانا۔

لوٹ جائیے۔ مر جائے۔

لوٹھے کا لوٹھا۔ بھرپور جوان۔ جس کی جوانی اُمڈی پڑتی ہو۔

لوٹ پوٹ کر۔ گر پڑ کر۔

لو لگ جانا۔ کسی بات کی رٹ یا جینی لگ جانا۔

لہولہان۔ خونا خون۔

لہو پانی ایک کر دینا۔ اپنی جان کھپا دینا۔ سخت مشقت اور کوفت اُٹھانا۔

لیل و نہار۔ رات دن۔ زمانہ۔

لے دے کے۔ دینے دلانے کے بعد۔

لے اُڑنا۔ لے بھاگنا۔

لیر لیر۔ دھجی دھجی۔ ٹکڑے ٹکڑے۔

لیکھ۔ جوں کے سفید سفید انڈے جو سر میں پڑ جاتے ہیں۔

ل

لیفٹ۔ (انگریزی) زندگی۔ طرز زندگی۔ گزران۔

م

ماء اللحم یخنی۔ ایک قسم کا مقوی عرق جو مختلف قسم کے پرندوں کے گوشت سے کھینچا جاتا ہے۔

مالہٗ و ما علیہ (عربی) کسی چیز کے متعلقات۔ اطراف و جوانب۔

ماما۔ فطرتی محبت۔

ماما ٹھنڈی رہنا۔ اولاد کا سکھ دیکھنا۔ پھولنا پھلنا۔

ماٹو۔ اصول۔

مانوس ہونا۔ ہل جانا۔

ماجرا۔ جو بات گزری ہو۔ حالات۔

مارے باندھے۔ زبردستی۔

مار کے آگے بھوت بھاگتا ہے۔ مار ایسی بری چیز ہے کہ ساری خرمستیاں دور کر دیتی ہے۔

مآل اندیش۔ وہ شخص جو انجام کار کو سوچے سمجھے دور اندیش۔

مال عرب پیش عرب۔ اپنا مال اپنی ہی آنکھوں کے سامنے رہے تو اچھا۔

ماں کے سر کھاتا۔ ماں کے ہاں کھانا۔

ماہیت۔ حقیقت۔

م

مپھت ماہی توڑے۔ (گنواری) مفت میں ہی توڑے۔

مت۔ مرضی۔

متاثر ہونا۔ اثر پذیر ہونا۔

متواضع۔ تواضع خلق و انکساری کرنے والا۔

مترشح۔ ظاہر۔ متبادر۔

متلاشی۔ تلاش کرنے والا۔ ڈھونڈنے والا۔

متعدی اثر۔ ایک سے دوسرے کو لگ جانا۔

متاسف۔ افسوس کرنے والا۔ رنج کرنے والا۔

متردد۔ تردد و فکر کی حالت میں پریشان۔

متی۔ سود۔

متمنی۔ آرزومند۔

مٹھی گرم کرنا۔ دھوکا دے کر کچھ منفعت خصوصاً روپیہ پیسہ حاصل کرنا۔

مٹی پلید کرنا۔ خواری۔ ذلت۔

مٹیالا۔ مٹی کا رنگ۔

مٹھی عقل۔ پلید۔ کم فہم۔ موٹی سمجھ۔

مٹھی میں لے لینا۔ قابو میں کر لینا۔

مٹی عزیز کر لینا۔ ٹھکانے سے لگ جانا۔

مجروح۔ زخمی۔

مچان۔ اٹاری۔ کوٹھری میں اوپر وار کو تختے لگا کر ایک سائبان سا چیز نسبت رکھنے کو

م

بنا لیا جاتا ہے۔

مچمچاہٹ کی گرمی۔ سخت گرمی۔

مچلنا۔ ضد کرنا۔ لوٹنا۔

محل۔ جگہ۔ موقع۔

محال۔ ناممکن۔

محتاط۔ احتیاط کرنے والا۔

محترز رہنا۔ محتاط رہنا۔ پرہیز کرنا۔

محدود۔ حد کے اندر۔ ایک اندازے سے۔

محوّل کرنا۔ کسی پر ڈھال دینا۔ حوالہ دینا۔

محجوب۔ شرمندہ۔

مخدّرات عصمت۔ پردہ نشین شریف زادیاں۔

مخمور۔ نشہ میں۔

مدام۔ ہمیشہ۔

مدعا۔ مطلب۔ غرض۔

مدت العمر۔ ساری عمر۔

مدت العمر گزران کرنے والیاں۔ ساری عمر بسر کرنے والیاں۔

مدبّر و مصلح۔ درستی اور اصلاح کرنے والی۔

مدوّر۔ گول۔

مذاق سلیم۔ مہذب دل لگی۔ اچھی سمجھ۔

مذلت۔ ذلت۔ حقارت۔

مراقبہ۔ توجہ دینا۔ دنیاوی تعلقات سے

م

قطع نظر کر کے اللہ کی طرف دھیان لگانا۔

مرغی کی ایک ٹانگ۔ اپنے بات کی پیچ اور ضد اور ہٹ۔

مرتفع۔ اونچا۔

مرّے پر سو دُرّے۔ گرے ہوئے آدمی پر حملہ کرنا۔

مرحلہ۔ مشکل کام۔

مرنے بھرنے والیاں۔ مرے دم تک ساتھ دینے والیاں۔

مرغوب۔ پسند۔

مربع۔ چوکون۔

مرا از خیر تو امید نیست شر مرسان۔ فائدہ تو آپ سے کیا خاک ہوگا بس یہی غنیمت ہے کہ آپ سے نقصان نہ پہنچے۔

مرجح۔ برتری۔ بڑھ جانا۔

مرنج و مرنجان۔ کسی سے سروکار نہیں سب سے ہل مل کر رہنا۔

مُڑنا۔ پلٹنا۔

مزخرفات۔ فضولیات۔

مزّے لینا۔ بازپرس کرنا۔ سرزنش۔ مواخذہ۔

مزمن۔ پرانا۔ کہنہ۔

مزید براں۔ علاوہ اس کے۔

م

مزا چکھانا۔ بدلہ لینا۔
مستور۔ چھپا ہوا۔
مسبب۔ سبب پیدا کرنے والا۔ ذریعہ۔
مساکر۔ مشکل سے۔
مستعار۔ مانگے۔
مُسمُسی۔ گھنّی۔ دل میں کپٹ رکھنے والی۔
مستغنی المزاج۔ بے پروا۔ پیٹ بھرا۔
مسئلہ۔ معاملہ۔ بحث۔ بات۔
مستثنیٰ۔ چھوڑ دیا گیا۔ شمار میں نہیں۔ حساب میں نہیں۔
مستطیل۔ لمبوترا۔
مسوسنا۔ ٹھگنا۔ لوٹنا۔ دھوکا دے کر نقصان کرنا۔
مساوات ہوجانا۔ عادت پڑجانا۔ پروا نہ کرنا۔ ناگوار نہ ہونا۔

مشکل ز توجہ تو الخ۔ آپ کی توجہ اگر ہوئی تو مشکل بھی آسان ہے اور جو آپ نے نگاہ پھیر لی تو آسان بھی مشکل ہو جاتا ہے۔
مشین۔ (انگریزی) کل۔
مشتے کہ بعد از جنگ۔ وقت پر تو بات یاد آئی نہیں جب وقت گزر گیا تب یاد آئی تو کس کام کی۔

م

مصنوعی۔ نقلی۔ بنائی ہوئی۔
مصمم۔ پکّا۔
مصیبت۔ جو دھری جائے نہ اُٹھائی جائے ناقابل برداشت مصیبت۔
مطعون۔ بدنام۔ جس کا نام برائی میں نکل جائے۔
مطلع پر گھنگور گھٹا چھا رہی تھی۔ یعنی لڑائی جھگڑے کے لیے مادہ طیار تھا۔
مطلق العنان۔ خود مختار۔ خودسر۔
معمار۔ راج۔ عمارت بنانے والا۔
معاملے میں پڑنا۔ کسی بات میں دخل دینا۔ بیچ بچاؤ کرنا۔
معمور۔ پُر۔ بھرا ہوا۔
معرکۃ الآرا۔ کوئی مشہور بات۔ کام کی بات جسے سب مان جائیں۔
معلّق۔ اَدھر۔ بے ٹھور ٹھکانے جس کا سر نہ پیر۔
مع شئے زاید (عربی) بلکہ اور کچھ زیادہ۔
معزول کرنا۔ منصب سے اُتار دینا۔ برطرف کرنا۔

م

مغز چاٹ جانا۔ بکواس۔ فضول گوئی۔
مفر نہ تھا۔ گریز نہ تھا۔ علاج نہ تھا۔ اور کوئی راستہ نہ تھا۔
مفتوں۔ فریفتہ۔
مقتضیٰ۔ مقصد۔ مطلب۔
مقناطیس۔ وہ پتھر جو لوہے کو گھسیٹتا ہے۔ مراد کشش سے ہے۔
مقدمۃ الجیش۔ یعنی ڈوری لشکر کا اگلا حصہ سب سے آگے آگے رہنا۔ پیش رو۔
مکالبا۔ (گنواری) مقابلہ۔
مکار غدار۔ بڑی مکر کرنے والی اور دھوکا دینے والی۔
مکر جانا۔ انکار کرنا۔
مکنت۔ قدرت۔ تونگری۔ فارغ البالی۔
مکدر۔ رنجیدہ۔ افسردہ خاطر۔
مکر چاندنی۔ وہ چاندنی جو بادلوں میں چھپی ہو یعنی ظاہر اور اور باطن اور۔
مگھم۔ مذبذب۔
مگن۔ خوش۔
مکراپن۔ ٹراپن۔
ملنسار۔ ملنے جلنے والا۔
ملال۔ رنج۔

م

ملا کی دوڑ مسجد۔ ہر شخص کی کوشش کی ایک منتہا ہوتی ہے۔
ملیا میٹ۔ ستیاناس نیست و نابود کر دینا غارت کر دینا۔
ملگجے۔ میلے، مڑے تڑے۔
ملی بھگت۔ سازش۔
ممبر۔ (انگریزی) جماعت کی ایک فرد۔
منازل ہستی۔ زندگی کی منزلیں۔
منہ پہاڑ سر جھنکاڑ۔ بد رونقی۔ سر کے بال پریشان۔
منہ کِل جانا۔ منہ بند ہو جانا۔ ایسا کہ کچھ کہہ نہ سکے۔
منہ سے بھاپ نہ نکالنا۔ اُف نہ کرنا۔
منہ سے تو پھوٹ۔ کچھ تو کہہ۔
منہ در منہ۔ دو بدو۔ رو برو۔
منہ کا نوالا۔ آسان کام۔
منہ بنانا۔ ناراضگی کی علامت ہے۔
منہ کا جھلسا لگانا۔ تیرا منہ جل جائے تو نکل جا۔
منہ ماری۔ کم سخن۔
منہ نہ لگانا۔ توجہ نہ کرنا۔
منہ کالا کرنا۔ کہیں کو نکل جانا۔

م

منہ کالا ہونا۔ تذلیل۔
منہ جھٹالنا۔ کچھ چکھ لینا۔
منہ پھوڑ کر کہنا۔ بے غیرتی سے خود کہنا۔
منہ چڑھانا۔ کھیانا۔ شرمندہ کرنا۔
منہ مانگے۔ حسب دل خواہ۔
منتفع ہونا۔ فائدہ اُٹھانا۔
من گھڑت۔ دل سے بات بنالینا۔
منکسر المزاج۔ جس کے مزاج میں غرور نہ ہو۔
منت سماجت۔ عذر معذرت۔ خوشامد درآمد۔
منت کش۔ احسان اُٹھانے والا۔
مندمل ہونا۔ زخم بھرجانا۔ چنگا ہوجانا۔
منعم۔ بخشندہ۔ نعمت دینے والا۔ احسان کرنے والا۔
من کار خویش را الخ۔ میں نے تو اپنے کام کو اللہ کے سپرد کردیا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ اپنے کرم سے کیا کرتا ہے۔
من چاہے منڈیا ہلائے۔ دل تو چاہتا ہے مگر زبان سے نہیں نہیں کیے جاتے ہیں۔
من تو شدم الخ۔ ایک جان دو قالب۔ غایت درجہ کی یگانگت۔ میں تم ہوگیا اور تم میں۔ تاکہ اس کے بعد پھر لوگ یہ نہ کہیں کہ تم اور ہو اور میں اور یعنی ایک ہوگئے کنفسٍ واحدٍ۔

م

منجلی۔ روشن۔ چمک دار۔
موری کی اینٹ الخ۔ ایک کم حیثیت چیز کو دیکھو کہاں پہنچی عروج غیر مستحق۔
موقع بے موقع۔ جا بے جا۔
موئے لٹگاڑے۔ کم بخت۔ بدمعاش شہدے۔
موت بھانپنا۔ آنے والی مصیبت کو تاڑ لینا۔
مورچہ۔ معرکہ۔ لڑائی کی وہ جگہ جو سب سے زیادہ معرض خطر میں ہو۔
موہنی۔ پیاری۔ دل فریب۔
مؤدب۔ باادب۔
مونچھیں نیچی کرلینا۔ بات کو مان جانا۔ دب جانا۔
موسلا دھار مینہ۔ بہت زور شور کی بارش۔
مودو۔ بھولا بھالا۔
مورد مطاعن۔ طعنوں کا نشانہ۔
موٹے ٹکڑ۔ موٹی اور بھدی روٹیاں۔
مونڈنا۔ لوٹنا۔ ٹھگنا۔

م

مھاری۔ (گنواری) ہماری۔

مھاری گئیں۔ (گنواری) ہماری طرف۔

مہم سر ہونا۔ کامیابی۔ فائز المرام ہونا۔

مہینے کے دو مہینے چڑھے ہوں گے۔ واجب الادا ہوئے ہوں گے۔

مَیّا۔ ماں کو حقارت سے مَیّا کہتے ہیں۔

میل جول۔ ملنا جلنا موانست۔

میرے فرشتوں کو بھی خبر نہیں۔ مجھے مطلق اطلاع نہیں۔

میل کا بیل بنانا۔ تھوڑی بات کو بڑا کر دینا۔

میلی چکٹ۔ بہت میلی۔

میل۔ (انگریزی) ڈاک۔

مے طرب۔ خوشی کی شراب۔

میکا۔ ماں باپ کا گھر۔

میں جل گئی۔ صدمات متواتر پہنچنے سے مراد ہے۔

میزبان۔ جس کے گھر مہمان جاتے ہیں۔

ن

ناچو۔ لاڈو۔ نخرے والی۔

ناک سے جانا۔ عزت سے جانا۔

ناک چوٹی گرفتار۔ بد مزاج۔

ناک بھوؤں چڑھانا۔ ناگوار خاطر ہونا۔ نفرت کرنا۔

ناک میں دم ہونا۔ عاجز ہو جانا۔

ناک سیدھ۔ بالکل سیدھ میں۔ سامنے۔ براہ راست۔

نام دھرنا۔ عیب نکالنا۔ الزام دینا۔

نام پر ادھار کھائے بیٹھی ہیں۔ بس اسی کا ہر دم انتظار رہتا ہے کسی کا لحاظ نہ لگ جانا۔

نام زد کرنا۔ معین کرنا۔ مقرر کرنا۔

نام کو آنا۔ سابقہ رکھنا۔ تعلق رکھنا۔

نام کو نہ آنا۔ سروکار نہ ہونا۔ دخل نہ دینا۔

نادانستہ۔ انجان طور پر۔ بحالتِ لاعلمی۔

ناطقہ بند کرنا۔ قوتِ گویائی بند کرنا۔ عاجز و مجبور کرنا۔

ناگفتہ بہ۔ نہ کہنا ہی بہتر ہے۔

نبھنا۔ اچھی طرح گزران ہونا۔

نبھاؤ۔ موافقت۔

نتھارنا۔ اوپر اوپر کی چیز اتار لینا۔

نٹ جانا۔ (گنواری) انکار کرنا۔

نجیب۔ شریف۔

نجو۔ اکثر لوگ نام بگاڑ دیا کرتے ہیں اسی طرح نیاز احمد کو یہ لوگ نجو نجو پکارتے تھے۔

نچلا۔ بے چین۔ چلبلا۔

ن

نچنت - بے فکر۔ مطمئن۔
نرا - خالص۔
نرالا - انوکھا۔ عجیب۔
نرہے بانس الخ جڑ سے مٹا دینا۔ نیست و نابود کر دینا۔
نزار - کمزور۔
نسوت پانی - بالکل پانی۔ پتلا پانی۔
نشے میں چور - مدہوش مخمور۔ ٹُل۔
نشیب و فراز - اونچ نیچ۔
نصب العین - مقصود اصلی۔
نظر استحسان - اچھی نظر۔ پسندیدگی۔
نعم البدل - اچھا بدلا۔
نعوذ باللہ - پناہ بخدا۔ خدا کی پناہ۔
نعل در آتش - بے قرار یا بے چین ہونا۔ جادو گروں کا طریقہ ہے کہ گھوڑے کے نعل پر کسی کا نام کھود کر منتر پڑھ کر آگ میں ڈال دیتے ہیں تو وہ شخص محبت سے بے قرار اور مضطرب ہو جاتا ہے۔
نفور - بہت نفرت کرنے والا۔
نفرینی - بُرائی۔ بدی۔ حقارت۔
نکاسی - خرچ۔ بکری۔
نکٹائی - (انگریزی) گلے میں جو پتلی سی دھجی خوب صورتی کے واسطے باندھ کر کوٹ کے سامنے گریبان کی جگہ لٹکا لیتے ہیں۔

ن

نکھرنا - صاف ہونا۔ اُجل جانا۔ رنگ نکل آنا۔
نکسے - (گنواری) نکلے۔
نگلتو ٹے لینا - کوئی چیز خاطر تلے نہ آنا۔
نگوڑی - بے چاری۔
نگد - نقد کو مارواڑی لوگ نگد ہی کہتے ہیں۔
نُک کی کنکری - بالکل تھوڑا سا۔
ننگی بچی - بلا زیور۔
ننگ و عار - شرم۔
نوج - عورتوں کی بولی ہے یعنی خدا نہ کرے کہ ایسا ہو۔
نوعیت - حالت۔ قسم۔
نوحہ خواں - ماتم کنندہ۔ رونے والا۔
نوکر اڈھی کا میں نہیں یعنی کسی قسم کی نوکری میسر ہی نہیں۔
نہال نہال - خوش خوش۔ شاد شاد۔
نہاں - پوشیدہ۔
نہان - غسل۔
نہوت - نہ ہونا۔ عدم میسری۔
نہ ہر زن زنست الخ عورتیں عورتیں اور مرد مرد سب یکساں نہیں ہیں جس طرح کہ خدا نے پانچوں اُنگلیاں مختلف بنائی ہیں ویسے ہی

ن

اِن کا حال ہے کوئی کیسا کوئی کیسا۔
نہ منہ سے بولتی ہے نہ سر سے کھیلتی ہے
نہ کچھ کہتی ہے نہ سُنتی ہے۔
نَینا۔ (برج کی زبان) آنکھیں۔
نیک منشی۔ اچھی روش۔
نیند کے جھوٹے۔ نیند میں جھومنا۔ گر گر پڑنا۔
نیکی کے دم میں۔ نیکی کی حالت میں۔
نیم حکیم الخ ادھ کچرے حکیم سے جان کا ڈر ہے جس طرح
ادھ کچرے مُلا سے ایمان کا خطرہ ہے۔

و

واری۔ صدقے جانا۔
وارنش۔ (انگریزی) روغن جس سے لکڑی چمک جاتی ہے۔
والحمد للہ علیٰ ذٰلک (عربی) اور اس پر اللہ کا
شکر ہے۔
وابستہ۔ متعلق۔
واہمہ۔ وہم گمان۔
واہی تباہی۔ بیہودہ۔ مہمل۔
وا ہونا۔ کھل جانا۔
وجود۔ موجودگی۔ ذات۔
وداع۔ عورتیں بِدا بولتی ہیں یعنی رخصت۔
وِل۔ (انگریزی) اچھا۔
وہاب۔ بڑا دینے والا۔ بڑا بخشش کرنے والا۔

و

ووں ووں۔ اُس طرح۔
وصلی کی جوتی۔ وہ جوتی جس کا تلا نہایت نفیس
اور ہلکا ہو جس میں بھرتی نہ ہو۔

ہ

ہار کر جھک مار کر پچھتا کر پشیمان ہو کر۔
ہاتھی پھرے گاؤں الخ جس کی جو چیز دراصل
ہوتی ہے کہیں بھی رہے کہلائے گی اُسی کی۔
ہاتھ بٹانا۔ مدد کرنا۔
ہاتھ دھو بیٹھنا۔ مایوس ہو جانا۔ ناامید ہو جانا۔
ہاتھوں کے طوطے اُڑ جانا۔ ہوش گم ہو جانا۔
بدحواس۔ یا بے اوسان ہو جانا۔
ہاتھ کنگن الخ۔ ظاہر بات کے لئے ثبوت کی ضرورت نہیں
ہاتھ اُٹھا کر دینا۔ دست نگر۔ دوسرے کا محتاج۔
ہاتھ تک نہیں لگایا۔ یعنی مارنے کا ارادہ تک
نہیں کیا۔
ہاتھ دھو کے پیچھے پڑنا سب کام چھوڑ کے ایک
بات کی فکر میں پڑ جانا کسی بات کی دھن
لگ جانا خواہ مخواہ کسی کے سر ہو جانا۔
ہتّے پر سے اکھڑ جانا۔ قابو سے نکل جانا۔
ہتّے چڑھ جانا۔ ہاتھ لگ جانا۔ میسر آجانا۔
ہتھیلی پر سرسوں جمانا۔ بے انتہا جلدی کرنا۔
ہٹّے کٹّے۔ مضبوط۔ توانا۔

ہ

ہٹیلی۔ ہٹ کرنے والی۔ ضدن۔
ہچم۔ (گنواری) ہضم۔
ہجوم۔ بھیڑ۔
ہجوم افکار و آلام۔ رنج غموں اور فکروں کی بھیڑ۔
ہڈرا۔ برا حال۔ ردی حال۔
ہڈی بوٹی۔ حسب نسب۔ اصالت۔ ذات ذمات (جماعت)
ہڈیاں پیلنا۔ محنت کرنا۔
ہرجائی۔ آوارہ۔ بد روش۔
ہرائی جتائی۔ ضد ہٹ۔ خواہ مخواہ کی بحث حجت کٹھ حجتی۔
ہر دم آزردگی الخ۔ ہر وقت بلا وجہ خفگی کا کیا علاج ہو سکتا ہے۔ مہربانی سے تو در گزرے اس حق ناحق غصے کا کیا علاج
ہرزہ پن۔ بے ہودہ پن۔
ہر کہ خدمت کرد الخ۔ جس نے پہلے خدمت کی وہی بڑا ہوا جس نے اپنے آپ کو دیکھا وہ کھویا گیا۔
ہر دو عالم الخ۔ تم نے جو دونوں جہان اپنی قیمت کہی ہے وہ بھی تو کم ہے ابھی اور قیمت بڑھاؤ کہ اس پر بھی ارزاں (سستے) ہو۔
ہڑدنگی۔ بیہودہ۔ بدتمیز۔ شہدی۔
ہُش ہُش میرے کان میں گھس۔ سب میرے کان میں گھس جاؤ۔
ہستے خود۔ بدست خود۔
ہفتہ عشرہ۔ آٹھ دس دن۔

ہ

ہکا بکا۔ } متحیر۔ ششدر۔ حیران پریشان۔
ہک دھک }
ہک۔ (گنواری) حق ہلّا۔ بلوہ۔
ہلال عید الخ۔ عید کا چاند کیا نکلا گویا شراب خانے کی کھوئی ہوئی کنجی مل گئی۔
ہلکا۔ کم وزن۔ ہلکان۔ حیران۔
ہلو۔ (انگریزی) کلمۂ استعجاب و حیرت۔
ہلسانا۔ بھڑکانا۔ ابھارنا۔ لگائی بجھائی کرنا۔
ہل چل۔ گڑبڑ۔ جنبش۔
ہمہ تن۔ بالکل۔ ہمسر۔ برابر۔
ہمیں گو الخ۔ بسم اللہ ابھی یہی گیند اور یہی میدان۔
ہم کو اعتماد سے۔ یعنی ہم کو بھی پسند ہے۔
ہمت از مردم الخ۔ بزرگ آدمی سے ہمت سیکھ جب خاک اٹھاؤ تو بڑے ڈھیر سے یعنی جب کوئی کام کرو تو بڑے آدمی کی ریس کرو۔
ہموں آش در کاسہ۔ جو حالت پہلے تھی وہی اب بھی ہے۔
ہنکس۔ (انگریزی) لمپ اور لالٹین بنانے والے ایک مشہور کارخانے کا نام ہے۔
ہنس مکھ۔ خندہ پیشانی۔ خوش مزاج۔
ہنکارا۔ تکلیف سے ہائے ہائے کرنا۔
ہنشا مراد۔ یعنی اے نامراد۔
ہنر بچشم عداوت الخ۔ دشمن کو ہنر بھی عیب نظر آتا ہے سعدی تو گل ہے مگر دشمنوں کی نظروں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے۔
ہوائیاں اڑنا۔ چہرے پر پریشانی ظاہر ہونا۔
ہوتے میں۔ موجودگی میں۔

ہ

ہوبہو۔ عین مین۔ بجنسہ۔
ہوائی قلعے بنانا۔ فرضی اور خیالی منصوبے۔
ہو نہیں سکتا۔ یہ بات کبھی ہو نہیں سکتی۔
ہوّا۔ ڈرنے کی چیز۔
ہونچا۔ بڑی کنگھی جوئیں نکالنے کی۔
ہوا ہو جانا۔ اُڑ جانا۔ جلد غائب ہو جانا۔
ہوا بگڑنا۔ بنی بنائی بات خراب ہو جانا۔
ہوا کے دے الخ۔ فارسی ایک مہینے کا نام دے ہے
دے کی خوش گوار ہوا عنبر کی خوشبو چھڑک رہی ہے
اور چاند سا مکھڑا چمک رہا ہے۔ میں صدقے ہونے
کی اجازت دو انکار کا یہ موقع نہیں ہے۔
ہوا سے لڑنا۔ بلا وجہ کسی سے بھی لڑنا۔
ہونہار بروے الخ۔ جو پودا آگے کو پھلنے پھولنے والا ہے
اُس کے چکنے پات ہی سے معلوم ہو جاتا ہے یعنی آئندہ
کے حالات کو بچپنے ہی پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔
ہیاؤ۔ حوصلہ۔ ہمت۔ جرأت۔
ہودکاجی۔ (گنولدی) ہوض قاضی۔ دہلی میں ایک
بازار کا نام ہے۔
ہو ہوا جانا۔ ہو چکنا۔ ہو جانا۔ طے پا جانا۔
ختم ہو جانا۔
ہیٹ۔ (انگریزی) انگریزی ٹوپی۔
ہیڈ کوارٹر۔ صدر مقام۔ مستقر۔
ہیڈ ماسٹر۔ صدر مدرس۔

ی

یارِ غار۔ گہرا یار۔ بڑا دوست۔
یاراں وعزیزاں الخ۔ یار دوست اور عزیز و قریب
ذرا میری خاک (قبر) پر تو آئیں اور اُس سے
میرا پتہ اور میرا حال پوچھ کر دیکھیں۔
(جواب) تو کیا خاک ملے گا اگر دُنیا بھر کی
خاک بھی چھان ڈالیں تو بھی میرا پتہ اُن
کو نہیں مل سکتا۔
یاد داری الخ۔ کچھ تمہیں یاد بھی ہے کہ جب تم
پیدا ہوئے تو سب تو خوشی خوشی ہنس
رہے تھے اور تم رو رہے تھے۔ لیکن
چاہیئے یہ کہ انسان زندگی اس طرح
بسر کرے کہ مرتے وقت معاملہ برعکس
ہو یعنی تم تو ہنسی خوشی دُنیا سے جاؤ
اور لوگ تمہارے فراق میں ڈاڑھیں
مار مار کے روئیں۔
یک در گیر و محکم گیر۔ بس ایک ہی کے ہو رہو۔
جو کام کرو دل لگا کر کرو۔
یورش۔ حملہ۔ بلوہ۔
یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔ خدا جانے
نتیجہ کیا ہو۔
یہ جوڑ بالکل بے جوڑ تھی۔ کشتی
لڑنے والوں کی جوڑ ہوا کرتی
ہے جو آپس میں لڑتے
ہیں۔ یہ جوڑ بالکل غیر مناسب
تھی۔

تمت

شمسی پریس آگرہ میں چھپی

یہ تینوں کتابیں لڑکوں جوانوں ادھیڑ عمر کے لوگ
کے لئے تلقین معاشرت و تعلیم نیک کرداری اخلا
کی بہترین رہنما جو ڈاکٹر اسٹال کی مشہور و معروف انگریزی کتب سے ماخوذ ہیں۔

یہ دونوں کتابیں بیاہی اور کنواری مستورات کے لئے از
مفید اور نہایت دلچسپ ہیں۔ خانہ داری کی تمام باتیں او
سلیقہ شعاری کے نکات نہایت عمدگی سے دلی کی شستہ زبان میں بیان کئے گئے ہیں۔ پنجاب اور ممالک متحدہ آگرہ واودھ
ٹکسٹ بک کمیٹیوں نے ان کتابوں کو زنانہ مدارس کی انعامی کتابوں میں شامل کرنے کی منظوری دی ہے۔ عالی جناب ہر ایکسلنسی
لیڈی چیمسفورڈ صاحبہ دام اقبالہا زوجہ محترمہ ویسرائے و گورنر جنرل بہادر ہند نے ان دونوں کتابوں کو اپنی قبولیت سے
شرف و اعزاز بخشا ہے۔

(مشتمل بر حصص) ایک نہایت مفصل اور مبسوط تاریخ سلاطین عادل شا
اور بہمنیہ سلاطین دکن کی ہے ضخامت ۱۲۸۰ صفحات مع ساٹھ عکسی
کے۔ اس کتاب پر گورنمنٹ سرکار عالی نظام سے ایک ہزار روپیہ انعام مرحمت ہوا اور سو کاپیاں خریدنے کے علاوہ خاص
و شرف یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت بندگان عالی حضور نظام دام اقبالہم کے نام نامی پر معنون کرنے کی اجازت بھی ملی۔
کاپی اس کی ہر ایکسلنسی لارڈ ہارڈنگ سابق گورنر جنرل بہادر ہند اور آنریبل کرنل پینے رزیڈنٹ بہا
حیدر آباد دکن نے قبول فرماکر اپنی اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ سر جان مارشل صاحب بہادر ڈائرکٹر جنرل محکمہ آ
قدیمہ نے اس کتاب کو بے حد پسند فرماکر اپنی پسندیدگی کا سرٹیفکٹ مرحمت فرمایا۔ اس کتاب کو پنجاب ٹکسٹ بک کمیٹی
سرکاری کتب خانوں میں رکھے جانے کی منظوری دی ہے۔

یہ کتاب بچیوں کے لئے بیش بہا نصائح کے علاوہ پیدائش انسان کے
اور معلومات ضروری کا ایک قابل قدر ذخیرہ ہے۔ یہ کتاب ڈاکٹر
کے زنانہ سلسلہ حسن معاشرت و تلقین نیک کرداری کی پہلی کتاب ہے جو دس برس سے اوپر کی عمر کی لڑکیوں کے لئے
اہتمام سے بہت آسان اور عام فہم اردو میں لکھی گئی ہے۔

ملنے کا پتہ: بشیر الدین احمد تعلقہ دار پنشنر۔ کھاری باولی دہلی